عمران سیریز
وُڈ کنگ
مظہر کلیم
ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین سلام مسنون! نیا ناول وڈکنگ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کہانی کی بنیادی تھیم اس قدر منفرد ہے کہ آپ یقیناً اسے پڑھ کر چونک پڑیں گے۔ آج تک سیکرٹ سروس کا واسطہ ایسی تنظیموں سے پڑتا رہا ہے جو ملک کے اہم دفاعی اڈے یا اس سے ملتے جلتے پروجیکٹ تباہ کرنے آتی تھیں لیکن اس بار عمران اور سیکرٹ سروس کا واسطہ جس تنظیم سے پڑا ہے وہ بالکل ہی نئے انداز کے مجرم ہیں۔ انہوں نے بظاہر کوئی جرم نہیں کیا صرف پاکیشیا کے ایک جنگل کو ایسی پُراسرار بیماری میں مبتلا کر دیا جس سے وہ جنگل ناکارہ ہوگیا۔ جس کا بظاہر پاکیشیا کی ملکی سلامتی سے کوئی تعلق نظر نہ آتا تھا لیکن کیا واقعی یہ کوئی جرم نہ تھا۔ عمران اور سیکرٹ سروس کو ایک عام سے جنگل میں پیدا ہونے والی درختوں کی بیماری کے خلاف حرکت میں آنے کی کیا ضرورت تھی لیکن یہ ناول پڑھنے کے بعد آپ کو یقیناً احساس ہوگا کہ جرم صرف مشین گنوں اور بموں سے ہی نہیں کئے جاتے' ایسے بھی جرم ہوتے ہیں جو بظاہر جرائم نہیں لگتے لیکن وہ کسی بھی ملک کی معیشت کو مکمل طور پر تباہ کر کے اس ملک کی ترقی کو صدیوں پیچھے دھکیل سکتے ہیں۔ ایسا ہی انوکھا جرم اس کہانی میں بھی موجود ہے۔ یہ کہانی اس قدر منفرد' اس قدر

انوکھی اور دلچسپ ہے کہ یقیناً آپ اسے جاسوسی ادب میں موسم بہار کا تازہ جھونکا قرار دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی اپنے انوکھے پن، لمحہ بہ لمحہ بدلتے والی صورت حال اور بے پناہ سسپنس کی وجہ سے آپ کو بے حد پسند آئے گی۔ اپنی آراء سے مجھے ضرور مطلع کیجئے گا اور اب اپنے چند خطوط بھی ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ یہ بھی ناول کی طرح ہی دلچسپ ہوتے ہیں۔

نام لکھے بغیر فیصل آباد سے ایک محترمہ قاریہ نے جہازی سائز کے پانچ صفحوں پر مشتمل خط لکھا ہے۔ وہ لکھتی ہیں "ہم نے اتفاقیہ آپ کا ناول پڑھا اور پھر چند روز میں تقریباً سارے کے سارے ناول پڑھ ڈالے۔ آپ واقعی معیاری جاسوسی ادب لکھتے ہیں۔ اس قدر دلچسپ اور انوکھے کہ بے اختیار دل سے داد نکلتی ہے لیکن ہم نے محسوس کیا ہے کہ اب عمران کا کردار پہلے والے عمران سے مختلف ہوتا جا رہا ہے۔ اب وہ انسان کی بجائے کوئی مافوق الفطرت چیز بنتا جا رہا ہے۔ اب نہ بھاگ دوڑ، نہ ذہنی ورزش، بس عمران چٹکیوں میں ہر مسئلہ حل کر لیتا ہے۔ اور اب میزائیلوں کے اڈے ہائیڈروجن بموں سے نیچے کا کام ہی نہیں کرتا۔ اب عمران میں احساس کی گہرائی، دردمندی والی وہ کیفیت باقی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اب تو کبھی کبھی ہمیں عمران کے رویے سے اس جیسے عظیم، لافانی کردار سے خوف سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ ویسے بھی اب عمران دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے والی تنظیموں یا منشیات اور اسلحے کی اسمگلنگ کرنے والی تنظیموں کے خلاف ہی کام کرتا رہتا ہے۔

یہ درست ہے کہ یہ مسائل واقعی موجود ہیں اور موجودہ دور میں بیحد اہم ہیں لیکن اور بھی تو مسائل ہیں چھوٹے ہی سہی لیکن ہیں تو سہی اور عمران کے اندر سے جاسوسیت غائب ہو چکی ہے۔ صرف ایکشن رہ گیا ہے۔ جاسوسی کے لوازمات، عدسہ، تعاقب، سگار، ذہنی ورزش سب کچھ غائب ہو چکا ہے۔ میرا آپ کو مشورہ ہے کہ آپ عمران کو صرف جاسوس ہی رہنے دیں اسے سیکرٹ ایجنٹ نہ بنائیں۔"

محترمہ قاریہ کا خط تو بے حد طویل ہے لیکن بہرحال ان کے خط کا بنیادی مقصد ان کے انہی الفاظ میں پنہاں ہے کہ عمران بڑی بڑی تنظیموں کا مقابلہ کرنے کی بجائے چھوٹے چھوٹے جرائم کی تفتیش کرے۔ عدسہ، تعاقب اور سگار جیسے الفاظ کے استعمال سے تو یہی بات سامنے آتی ہے لیکن محترمہ قاریہ نے شاید جرائم اور سائنس دونوں میں ہونے والی تیز رفتار پیش رفت کو مدنظر نہیں رکھا۔ دنیا تو بہت آگے نکل چکی ہے مگر محترمہ قاریہ عمران کو وہیں دیکھنا چاہتی ہیں جہاں سے وہ چلا تھا۔ دوسرے لفظوں میں جب کوئی طالب علم اے۔ بی۔ سی پڑھنا شروع کرتا ہے تو پھر اسے آگے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ ذہنی بلوغت کے باوجود اسے ساری عمر اے، بی، سی ہی پڑھتے رہنا چاہیے۔ قائداعظمؒ سے ایک بار ایک انگریز نے بڑے طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا کہ آپ کبھی کانگریس میں بھی تو تھے پھر مسلم لیگ میں کیوں آ گئے تو قائداعظمؒ نے صرف ایک فقرہ کہہ کر ساری بات مکمل کر دی تھی کہ "میں کبھی پرائمری میں بھی پڑھتا تھا" میرا خیال ہے بس یہی فقرہ محترمہ قاریہ کے اس

طویل خط کا صحیح جواب ہے۔ ویسے انہوں نے اپنے خط کے پہلے دو صفحات میں میری کتب کے لئے پسندیدگی کا جو اظہار کیا ہے میں اس کے لئے ان کا بے حد مشکور ہوں۔

ملتان شہر سے مخدوم محمود الحسن ہاشمی لکھتے ہیں " مجھے فاسٹ ایکشن والی کہانیاں بے حد پسند آتی ہیں لیکن آپ سے شکایت ہے کہ کہانیاں بہت جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ عمران نے ایک ناول میں کمپیوٹر کے ساتھ جنگ کی تھی۔ وہ بھی مجھے بے حد پسند آئی تھی۔ آپ کمپیوٹر کے موضوع پر زیادہ سے زیادہ کہانیاں لکھیں کیونکہ موجودہ دور کمپیوٹر کا ہی ہے"۔

جناب مخدوم محمود الحسن ہاشمی صاحب! کمپیوٹر کے موضوع پر تو اب تک کئی کہانیاں لکھی جا چکی ہیں اور آپ کی بات درست ہے کہ موجودہ دور کمپیوٹر کا ہے اس لئے ظاہر ہے اسے مجرم بھی استعمال کرتے رہیں گے اور جب استعمال کریں گے تو کئی اور کہانیاں بھی سامنے آجائیں گی بے فکر رہیں آپ کی فرمائش ضرور پوری ہوگی۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

" کیا ہوا جوانا ـــــ یہ کار بغیر انجن کے چلنے لگ گئی ہے۔ واہ یہ تو شاندار ایجاد ہے۔ کم از کم ان مستریوں سے تو جان چھوٹی جو ہتھوڑی رینچ لئے کار مالکان کے سروں پر سوار رہتے ہیں "۔ عمران نے بڑبڑانے کے سے انداز میں کہا۔

" کار بغیر انجن کے نہیں چل رہی بلکہ سرے سے چل ہی نہیں رہی "۔ سٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے جوانا نے کہا۔

" سرے سے نہیں چل رہی تو مجھے کیا۔ درمیان سے تو چل رہی ہے میں تو کیسنو پہنچ جاؤں گا۔ تم بیٹھے رہنا سرے پر "۔ عمران نے جو کار کی عقبی سیٹ پر نشست سے سر ٹکائے آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ پہلے کی طرح آنکھیں کھولے بغیر ہی جواب دیا۔

" سرا درمیان کی بات نہیں بالکل نہیں چل رہی۔ ٹریفک جام ہے "۔ جوانا نے جواب دیا۔

" ٹریفک جام ـــــ واہ نیا نام ہے۔ کم از کم ان پرانے جاموں سے

تو جان چھوٹی۔ جب سے ناشتہ کرنا شروع کیا ہے ایک ہی نام کے جام نظر آتے ہیں ٹیبل پر۔ ایپل جام۔ لیمن جام، تربوز جام، بھنڈی جام۔ اب مزہ آئے گا۔ واہ ٹریفک جام ——— یہ ہوا نا نام، تم سلیمان کو بتا دینا وہ لے آئے گا۔ ادھار کھاتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا لیکن اس کی آنکھیں ویسے ہی بند تھیں۔

"ٹھیک ہے باس ——— اگر یہاں سے نکل سکا تو کہہ دوں گا۔" جوانا نے منہ بناتے ہوئے کہا

"یہاں سے نکل سکا ——— کیا مطلب کیا کار سے نکلنا چاہتے ہو۔ نکل جاؤ جب سمندر میں کشتی اللہ کے سہارے چل سکتی ہے تو سڑک پر کار اللہ کے سہارے کیوں نہیں چل سکتی" عمران نے جواب دیا۔

"دونوں طرف کاریں ہیں اور دروازہ کھلنے کی بھی گنجائش نہیں ہے ورنہ نکل بھی جاتا۔" جوانا نے جواب دیا۔

"دونوں طرف کاریں ——— مطلب ہے تین تین کاریں اکٹھی چلا رہے ہو واہ اسے کہتے ہیں ڈرائیونگ۔" عمران نے اسی لہجے میں کہا لیکن اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

"ایک کار تو چل نہیں رہی۔ آپ تین کی بات کر رہے ہیں۔" اس بار جوانا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں چل رہی ——— پٹرول ختم ہو گیا ہو گا۔ کوئی بات نہیں پٹرول والے کو آغا سلیمان پاشا کا نام کہہ دو۔ اس کا ادھار ہر جگہ چلتا ہے۔" عمران نے جواب دیا لیکن اچانک اردگرد موجود کاروں کے ہارن بیک وقت بجنے لگے اور اس قدر قیامت خیز شور ہوا کہ عمران نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں

اچھل کر کھڑا ہونے لگا لیکن کار کی چھت سے ٹکرانے کی وجہ سے دوبارہ سیٹ پر گر گیا۔

"ارے۔ ارے ——— بارہ فٹ کی چھت اتنا نیچے کیسے آگئی۔" عمران نے دونوں ہاتھوں سے بے اختیار سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"یہ کار ہے ماسٹر ——— فلیٹ کا بیڈ روم نہیں ہے۔" اس بار جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— لیکن یہ شور ——— کمال ہے اب میں بہرہ تو نہیں ہوں کہ عام ٹائم پیس کے الارم کی بجائے اس قدر پر زور الارم لگا دیئے بستر کے چاروں طرف۔ بند کراؤ انہیں۔" عمران نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اب بھی مسلسل ہر طرف ہارن بج رہے تھے۔ شاید لوگ اب تنگ آ کر اس انداز میں احتجاج کر رہے تھے۔ لیکن ظاہر ہے اب جوانا تو یہ شور بند نہ کرا سکتا تھا۔ اس لئے خاموش بیٹھا رہا۔

"اوہ ——— اس قدر کاریں ——— کیا مطلب ——— کیا کاروں کا میلہ ہو رہا ہے یہاں۔" عمران نے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے زندگی میں پہلی بار اتنی کاریں دیکھ رہا ہو۔

اب ظاہر ہے جوانا کیا جواب دیتا۔ وہ تو اس طرح بیٹھے بیٹھے خود تنگ آیا ہوا تھا۔ واقعی اس کی کار کے دونوں اطراف میں کاریں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں کہ ذرا سا بھی دروازہ کھلنے کی گنجائش نہ تھی۔ ورنہ وہ لازماً باہر نکل کر کاریں اٹھا اٹھا کر دور پھینکنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

عمران نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا اور دوسرے لمحے اس نے سر کھڑکی میں سے باہر نکالا اور پھر وہ واقعی اس طرح باہر کو نکلتا چلا گیا جیسے دلدل میں

ڈوبے ہوئے آدمی کو کوئی بالوں سے پکڑ کر اوپر کھینچ رہا ہو۔ اور چند لمحوں بعد وہ ساتھ والی کار کی چھت پر اطمینان سے کھڑا اس طرح آنکھیں پٹپٹا رہا تھا جیسے پہلی بار اس دنیا میں وارد ہوا ہو

"ارے۔ ارے۔ کون ہے چھت پر" ساتھ والی کار کے ڈرائیور نے سر باہر نکال کر اوپر دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

لیکن اتنی دیر میں عمران اطمینان سے دوسری کار کی چھت پر پیر بڑھا کر چلا گیا۔ اور پھر وہ اس طرح کاروں کی چھتیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا جیسے بہتے ہوئے پانی کے اندر رکھے ہوئے پتھر کے ٹکڑوں پر چل رہا ہو۔

ہر کار والا اپنی کار کی چھت پر اس کا وزن محسوس کر کے چیخنے لگتا لیکن عمران اتنی دیر میں دوسری کار کی چھت پر پہنچ چکا ہوتا۔

جوانا اسے جاتا ہوا بے بسی سے دیکھتا رہا کیونکہ وہ کسی طرح بھی کار کی کھڑکی سے نہ نکل سکتا تھا۔ اس کے پھیلے ہوئے جسم کا کار کے دروازے سے نکلنا مشکل ہوتا تھا کجا وہ کھڑکی سے اس طرح نکل جاتا جیسے سانپ بل میں سے نکلتا ہے۔

اس لئے وہ خاموشی سے بیٹھا عمران کو کاروں کی چھتوں پر چلتا دیکھتا رہا لیکن اب اسے اطمینان تھا کہ جلد ہی یہ جام ٹریفک کھل جائے گا۔ عمران اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور پھر تقریباً بیس پچیس منٹ بعد اگلی کار ذرا سا آگے کو ہوئی تو جوانا نے بھی کار کا انجن سٹارٹ کیا اور کار کو ذرا سا آگے کیا لیکن ساتھ ہی اس نے سٹیرنگ کو ذرا سا ترچھا کر دیا۔ اس طرح ساتھ والی کار کے ڈرائیور کے لئے آگے نکلنا ناممکن ہو گیا۔

آگے والی کار اور آگے کو کھسکی تو جوانا نے اسی طرح ترچھے انداز میں

کار کو اور آگے بڑھا دیا۔ اور ساتھ ہی اس نے ساتھ والی کار کے ڈرائیور کو مسکرا کر دیکھا۔ جو سٹیرنگ پر بے بس بیٹھا صرف دانت ہی کچکچا رہا تھا۔ ویسے بھی وہ ایک دبلا پتلا سا نوجوان تھا۔ اس لئے جوانا کے مقابلے میں وہ صرف یہی کام کر سکتا تھا۔

آہستہ آہستہ جوانا نے کار آگے بڑھا کر اس طرح سیدھی کر لی کہ اب اس کی دونوں سائیڈوں پر موجود کاریں پیچھے رہ گئیں اور پھر وہ آگے بڑھتا رہا۔ لیکن وہ اس بات پر حیران تھا۔ کہ دوسری طرف سے کوئی کار اس طرف نہ آ رہی تھی۔ پھر اس کی کار والی لائن آگے کیسے بڑھ رہی تھی۔ لیکن اسے صرف خوشی اس بات کی تھی کہ بہرحال کار تو آگے بڑھنے لگی تھی۔

آج صبح ہی عمران نے اسے فون کر کے فلیٹ پر بلوایا۔ اور پھر وہ اسے لے کر چل پڑا۔ اس نے جوانا سے صرف اتنا کہا تھا کہ نزدیکی شہر نیروزوالا میں بننے والے نئے کیسنو جانا ہے اور اس کے بعد وہ عقبی سیٹ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کئے مسلسل خراٹے لینے میں مصروف ہو گیا۔

دارالحکومت سے باہر نکلتے ہی وہ یہاں ٹریفک میں پھنس گیا۔ اور اس جگہ پھنسے ہوئے اسے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا تھا۔ اب جا کر کار بڑھنے لگی تھی۔ اور یہ بھی یقیناً عمران کی وجہ سے ہی لاک ٹوٹا تھا۔ ورنہ شاید دس بارہ گھنٹے یہیں بیٹھے بیٹھے گذر جاتے۔

کافی آگے جانے کے بعد ایک موڑ سا آیا۔ یہاں آتے ہی اسے سامنے سے کاروں کے نہ آنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ عمران دوسری طرف سے آنے والی لائن کی سب سے پہلی کار کے آگے سڑک پر اس طرح لیٹا ہوا تھا جیسے گھر سے مرنے کے لئے آیا ہو۔ اور اس کے گرد کئی آدمی بڑی پریشانی کے عالم میں

کھڑے تھے۔ ایک آدمی اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اسے بار بار اس طرح ٹٹول رہا تھا جیسے مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ارے آگئی میری کار۔ واہ ـــــ اچھا ڈاکٹر صاحب شکریہ" عمران نے یکلخت ایک جھٹکے سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر کپڑے جھاڑتا ہوا کار کی طرف بڑھا۔ اور عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اور اس کے گرد کھڑے افراد اب اس طرح منہ پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے جیسے انہیں یقین نہ آرہا ہو کہ کوئی لاش بھی زندہ ہو سکتی ہے۔

"ماسٹر! آپ نے شاید لیٹ کر دوسری لائن کو روکا ہے" جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف لیٹ جاتا تو یہ لوگ اٹھا کر مجھے واپس دارالحکومت پہنچا آتے لیکن لاش کو وہ ہٹا نہ سکتے تھے۔ کیونکہ یہ پولیس کیس ہے۔ اور میں اگر پولیس کیس نہ بناتا تو پھر دوسری لائن ذرا آگے جا کر پہلی لائن میں فٹ ہو جاتی اور ایک بار پھر ٹریفک جام کی بوتل کل صبح کے ناشتے کی میز پر پہنچ جاتی" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جوانا عمران کی شرارت پر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"لیکن آپ نے یہ لاک کھلوایا کیسے؟ کیا ہوا تھا" جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دو کاروں کا موڑ پر ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور دونوں ہی پچکی ہوئی پڑی تھیں یہ بھی پولیس کیس تھا اور پولیس کا ایک اعلیٰ افسر بغیر یونیفارم کے موقع پر پہنچ گیا بغیر یونیفارم کے ہی سہی لیکن افسر تو افسر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے حکم پر لوگوں نے کاروں کو دھکیل کر ایک طرف کیا اور وہ افسر دوسری لائن کی پہلی کار کے ڈرائیور سے ایکسیڈنٹ کا وقت پوچھنے لگا۔ اور اس دوران پہلی لائن چل

پڑی اور پھر وقت پوچھتے پوچھتے افسر کا اپنا وقت آگیا۔ مطلب ہے آخری وقت اور پھر پولیس کا اعلیٰ افسر دھڑام سے کار کے آگے گر پڑا۔ اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اب ظاہر ہے پولیس کیس بن گیا بلکہ اب تو سوپر فیاض کیس بن گیا۔ لہٰذا ایک سائیڈ چلتی رہی۔ پھر جب تمہاری کار پہنچی تو اللہ میاں کو اس بیچارے پولیس افسر پر رحم آگیا کہ کہاں بے چاروں کی طرح سڑک پر پڑا ہے گا چنانچہ اس نے اسے زندگی دے دی۔ اب بتاؤ اس میں میرا کیا قصور"۔

عمران کی زبان چلتی رہی اور جوانا اس دوران مسلسل ہنستا رہا۔

"ویسے ماسٹر یہ آپ کا ہی کام تھا کہ آپ نے یہ لاک توڑ دیا" جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی آبائی پیشہ ہے لاک توڑنا۔ یہ ڈیڈی نے جاگیر اس طرح تو نہیں بنائی۔ نجانے کتنے لاک توڑنے پڑے ہوں گے" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور جوانا ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"آج آپ کو نیروز والا کے کیسنو جانے کا کیسے خیال آگیا ماسٹر" جوانا نے ہنستے ہوئے موضوع بدل دیا۔

"اس کا مطلب ہے تم پہلے ہو آئے ہو وہاں سے" عمران نے چونک کر کہا۔

"ہاں ـــ پچھلے ہفتے اس کا افتتاح ہوا تھا۔ میں اور جوزف دونوں گئے تھے۔ بڑا لطف آیا وہاں شاپنگ کا۔ کار کی آدھی ڈگی بھر گئی تھی نوٹوں سے" جوانا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور باقی آدھی....." عمران نے اس طرح چونک کر پوچھا جیسے اسے نوٹوں کی بجائے باقی آدھی ڈگی کا زیادہ فکر ہو۔

" باقی میں شراب کی بوتلوں کے کریٹ تھے۔ جوزف کا کوٹہ" جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یعنی کیسنو میں شراب بھی بکتی ہے اور وہ بھی کریڈٹوں کی صورت میں"

عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

" ارے نہیں ماسٹر ——— جاتے وقت پوری ڈگی بھری ہوئی تھی واپسی پر آدھی ہی جانی تھی" جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم ——— تمہارا مطلب ہے۔ جوزف دارالحکومت سے نیروز والا جاتے جاتے آدھی ڈگی بھرے ہوئے شراب کے کریٹ پی گیا" عمران اس بار واقعی حیران رہ گیا تھا۔

" آدھی تو نہیں ——— ایک آدھی بوتل کم ہی ہوگی۔" جوانا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے اس انداز پر اس بار عمران بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

" میرا خیال ہے اب مجھے قیامت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" قیامت کا انتظار ——— کیا مطلب" جوانا نے چونک کر پوچھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ واقعی عمران کے فقرے کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

" جس کا ایک ماتحت کریڈٹوں کے کریٹ شراب پیتا ہو اور دوسرا جوا کھیل کر کار کی آدھی ڈگی نوٹوں سے بھر لیتا ہو، اُسے اللہ میاں نے کب بخشنا ہے۔ اور قیامت نجانے کب آئے۔ اس وقت تک تو کم از کم دوزخ میں جلنے سے بچ جاؤں گا۔ یہی ہوگا کہ حضرت عزرائیل کی نظروں سے روپوش

ہونا پڑے گا تو اس کی مجھے فکر نہیں ہے۔ میں کسی پرانی قبر میں ایک ایئرکنڈیشنڈ کمرہ بنوا لوں گا۔" عمران نے کہا اور جوانا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

" میں نے وہ سارے نوٹ دارالحکومت کے ایک یتیم خانے کو دے دیئے تھے۔" جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اوہ ——— پھر تو شاید دو ایئرکنڈیشنڈ کمرے بنانے کی اجازت مل جائے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" ماسٹر ——— آپ نے بتایا نہیں کہ آج آپ کو کیسنو کا کیسے خیال آ گیا"

جوانا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" تم اخبار پڑھتے ہو" عمران نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اُلٹا سوال کر دیا۔

" اخبار ——— نہیں۔ میں نے اخبار پڑھ کر کیا لینا ہے۔ میں نے سیاست تو نہیں کرنی" جوانا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور عمران ہنس پڑا۔

" چلو اچھا کرتے ہو۔ کم از کم ایک بل سے تو جان چھوٹی۔ ورنہ یکم تاریخ آتے ہی بل بردار لائن بنا لیتے ہیں اور پورا مہینہ بل دے دے کر یہ لائن ختم ہوتی ہے تو یکم کو پھر لائن شروع ہو جاتی ہے۔ اخبار کا بل، بجلی کا بل، گیس کا بل، پانی کا بل، ٹیلیفون کا بل، کریانہ فروش کا بل، چوکیدار کا بل، کار ورکشاپ کا بل، صفائی کرنے والے کا بل، دھوبی کا بل، نائی کا بل، قصائی کا بل ..... " عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

" آپ شکر کریں کہ ان بلوں میں ابھی بیگم کا بل شامل نہیں ہوا" جوانا نے بُری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب ——— کیا بیگم بھی اُدھار پر ملتی ہے۔ یعنی مہینے کے بعد بل

بھرنا پڑتا ہے"۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں ماسٹر۔ میرا مطلب تھا بیگم کی خریداری کا بل"۔ جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ اچھا ہوا تم نے وضاحت کر دی ورنہ میں نے تو سوچ لیا تھا دو چار دکانوں پر علیحدہ علیحدہ بیگمات کا آرڈر دے دوں گا۔ بل ہی بھرنا ہے جہاں اور بھرے جاتے ہیں۔ یہ بھی آغا سلیمان بادشاہ بھر دیتا۔" عمران نے کہا۔

"ماسٹر ـــــ کیسنو آگیا ہے"۔ جوانا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھا ـــــ بیگمات کا نام سنتے ہی آگیا ہے۔ بڑا بے شرم ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔ لیکن اس کی نظریں ونڈ سکرین سے نظر آنے والی کیسنو کی چھ منزلہ انتہائی عظیم الشان عمارت پر جمی ہوئی تھی۔

اس نے آج صبح ہی اخبار میں اس کیسنو کا اشتہار دیکھا تھا۔ اور اشتہار پڑھتے ہی اس نے جوانا کو بلوایا اور پھر وہ کیسنو روانہ ہو گیا۔

اشتہار میں اسے سب سے زیادہ دلچسپی کی بات یہ نظر آئی تھی کہ آج کیسنو میں یورپ کا مشہور ارب پتی تاجر ڈان فلاچر مہمان خصوصی ہوگا۔ اور وہ ڈان فلاچر کا نام سنتے ہی چونک اٹھا تھا۔ کیونکہ کافی عرصہ پہلے ایک کیس کے دوران ایکریمیا کے ایک شہر میں یہ نام اس کے سامنے آیا تھا۔ شاید یہ کسی مجرم تنظیم کا سرغنہ تھا۔ لیکن عمران چونکہ کسی اور چکر میں وہاں گیا تھا۔ اس لئے وہ اپنا کام مکمل کر کے واپس آگیا۔

لیکن یہ منفرد ٹائپ نام اس کے ذہن میں موجود رہا اور آج جب اس نے اشتہار میں دوبارہ یہ نام پڑھا تو اس نے ڈان فلاچر سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کیسنو بھی کسی غیر ملکی فرم نے تعمیر کرایا تھا۔ لیکن یہ پاکیشیا میں چونکہ

کیسنو تھا۔ اس لئے حکام نے اس کا لائسنس دارالحکومت میں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اسے نیرو زوالا میں تعمیر کیا گیا تھا جو دارالحکومت سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ایک قصبہ نما شہر تھا۔

کیسنو کا نام ـــــ فلائی کیسنو رکھا گیا تھا۔ کیسنو میں چونکہ ایک مخصوص قسم کا جوا ہوتا تھا اور یہ جوا ہائی جنٹری سے تعلق رکھنے والے افراد ہی کھیلتے ہیں۔ اس لئے عمران کو یقین تھا کہ آجکل دارالحکومت کی ہائی جنٹری سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کا رخ نیرو زوالا کی طرف ہی ہوگا۔ اور شاید فلائی کیسنو کی انتظامیہ نے اپنے کیسنو کی پبلسٹی کے لئے یہ طریقہ شروع کیا تھا کہ روزانہ کسی بڑے آدمی کو مہمان خصوصی کا درجہ دیا جائے۔ اور اخبارات میں اس کی پبلسٹی کی جائے۔

بہرحال عمران کا مقصد صرف اس ارب پتی ڈان فلاچر سے ملاقات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ کیسنو میں جوئے کا وقت چونکہ شام سے شروع ہو کر رات گئے تک جاری رہتا تھا۔ اس لئے اس وقت اس کے وسیع و عریض پارکنگ میں صرف چند ہی کاریں نظر آرہی تھیں۔ فلائی کیسنو کی انتظامیہ نے کیسنو کے ساتھ ساتھ اسے فور سٹار ہوٹل بھی بنا دیا تھا۔ اس لئے جوئے کے لئے صرف ایک بڑا ہال مخصوص کیا گیا تھا۔ جبکہ دوسرا ہال عام ہوٹلوں جیسا تھا۔ اور اوپر والی تمام منزلیں رہائشی کمروں پر مشتمل تھیں۔ عمران کو اس کی تفصیل کا اس لئے علم تھا کہ کیسنو کے افتتاح والے روز اخبار میں اس کا باقاعدہ سپلیمنٹ شائع کرایا گیا تھا۔ جس میں یہ ساری تفصیلات موجود تھیں اور ساتھ ہی تصاویر بھی۔ لیکن عمران تو صرف پڑھ کر رہ گیا جبکہ جوزف اور جوانا نے باقاعدہ عملی طور پر بھی اس کا افتتاح کر دیا تھا۔ جوانا نے کار

پارکنگ میں رکی اور عمران دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

" اب تم ہی تنگ ہو رہے تھے اس ٹریفک لاک میں۔ ورنہ تو ہم صبح وقت پر ہی پہنچتے " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوانا ہنس پڑا۔

عمران نے کشمش رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ جوانا کے جسم پر ہلکے نیلے رنگ کا سوٹ تھا۔ کار لاک کر کے وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ مین گیٹ پر کوئی دربان موجود نہ تھا۔ شاید اس وقت کسی کے آنے کی توقع انتظامیہ کو نہ ہوتی تھی۔ اس لئے انہوں نے دربان کا تکلف ہی نہ کیا تھا۔

لیکن ہال کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ جوانا اس کے پیچھے تھا۔ وسیع و عریض اور شاندار انداز میں سجے ہوئے اس ہال میں اس وقت صرف دو تین افراد ہی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف بہت لمبا چوڑا اور انتہائی جدید انداز کا کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ جس کے پیچھے سٹول پر ایک لمبے قد کا نوجوان فارغ بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اور جوانا کو دیکھ کر وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔

" میرے خیال میں کیسنو دیوالیہ ہو گیا ہے " عمران نے کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

" نہیں جناب ـــ دراصل یہ وقت کیسنو کا نہیں ہے۔ یہاں تو شا[م] کے بعد رونق شروع ہوتی ہے اور کیسنو تو توقع سے بھی زیادہ کامیاب رہا ہے " کاؤنٹر بوائے نے بڑی خوش اخلاقی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" آج کے مہمان خصوصی پہنچ گئے ہیں یورپ سے یا وہ رات کو ہی درآ

ہوں گے " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ شاید ڈان فلاچر صاحب کی بات کر رہے ہیں ـــ وہ تو گذشتہ کئی روز سے یہاں ہیں " کاؤنٹر بوائے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اتنی اہم شخصیت کئی روز سے یہاں ہے اور آپ کو آج خیال آیا انہیں مہمان خصوصی بنانے کا " عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے کاؤنٹر بوائے کا فقرہ سن کر خاصا رنج پہنچا ہو۔

" اوہ ـــ جناب ہمارے ہاں مہمان خصوصی وہ بنتا ہے۔ جو گذشتہ رات سب سے زیادہ رقم کیسنو میں جیتا ہو۔ اور ڈان فلاچر صاحب نے کل رات پچاس لاکھ روپے جیتے ہیں۔ اس لئے وہ آج کے مہمان خصوصی ہیں " کاؤنٹر بوائے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" لیکن افتتاح والے روز تو میں نے ساٹھ لاکھ روپے جیتے تھے۔ پھر آپ لوگوں نے مجھے مہمان خصوصی کیوں نہیں بنایا تھا " عمران کے پیچھے کھڑے ہوئے جوانا نے سخت اور تند لہجے میں کہا۔

" جناب! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اس روز مسٹر لورس نے پینسٹھ لاکھ روپے جیتے تھے۔ وہ سیکنڈ ہال میں کھیل رہے تھے جبکہ آپ فرسٹ ہال میں تھے۔ اگر مسٹر لورس پینسٹھ لاکھ نہ جیتتے تو پھر لازماً آپ ہی مہمان خصوصی بنتے۔ ویسے آپ کا کھیل مجھے بے حد پسند آیا ہے۔ میری ڈیوٹی اس روز فرسٹ ہال میں تھی " نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" مہمان خصوصی کو آپ کتنی مالیت کے نوٹوں کے ہار پہناتے ہیں " عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" ہار ـــ اوہ ـــ نہیں جناب۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مہمان خصوصی

کو یہ رعایت دی جاتی ہے کہ وہ اس روز دس گیمیں لیفٹر لوکن لگائے ڈبل کھیل سکتا ہے؟" نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" لیفٹر لوکن کے ڈبل ——— واہ۔ پھر تو وہ ایک ہی گیم میں کیسنو کی قیمت نکال لیتا ہوگا" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" آج تک تو جو مہمان خصوصی بنا ہے وہ قیمت تو ایک طرف پہلے جیتی ہوئی رقم بھی ہار گیا ہے۔ اب مسٹر ڈان فلاچر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" نوجوان کاؤنٹر بوائے نے کہا۔ اور پھر بات کرتے کرتے اسے شاید خیال آ گیا کہ وہ ان کی آمد کا مقصد پوچھنا بھول ہی گیا ہے۔ اس لئے اس نے پوچھ لیا۔

" میرا تعلق ڈیلی نیوز سے ہے اور یہ میرے دوست ہیں چونکہ یہ کیسنو پہلے آ چکے ہیں۔ اس لئے میں انہیں ساتھ لے آیا ہوں۔ ہم آج کے مہمان خصوصی کا خصوصی انٹرویو کرنا چاہتے ہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ ——— تو آپ صحافی ہیں۔ ضرور جناب۔ یہ تو ہمارے کیسنو کی پبلسٹی ہے۔ میں ڈان فلاچر صاحب کو فون کرتا ہوں" کاؤنٹر بوائے نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ایک فون کا رسیور اٹھایا اور آپریٹر سے تیسری منزل کے کمرہ نمبر بارہ ملانے کے لئے کہا۔ کیسنو کا اپنا ہی ایکسچینج تھا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

" یس ——— ڈان فلاچر" دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

" کاؤنٹر سے بول رہا ہوں جناب ——— یہاں کے سب سے مشہور اخبار ڈیلی نیوز کے رپورٹر اپنے ایک دوست کے ہمراہ آپ کا تفصیلی انٹرویو

کرنے آئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے کمرے میں بھیج دوں" کاؤنٹر بوائے نے بڑے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

" لیکن میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے ابھی کاروباری فارن کالز کرنی ہیں۔ پھر بھی میں انہیں پندرہ منٹ دے سکتا ہوں" دوسری طرف سے ڈان فلاچر نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے وہ انٹرویو کی اجازت دے کر اخبار پر احسان کر رہا ہو۔

" ٹھیک ہے سر ——— شکریہ" کاؤنٹر بوائے نے کہا۔

" پندرہ منٹ کا وقت مل گیا ہے۔ ڈان فلاچر صاحب بے حد مصروف اور کاروباری آدمی ہیں۔ یہاں بھی کاروبار کے لئے تشریف لائے ہیں" کاؤنٹر بوائے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہیں ——— کافی ہیں" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں ڈان فلاچر کے کمرے کے سامنے موجود تھے۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

" یس ——— کم ان" اندر سے وہی بھاری آواز سنائی دی اور عمران دروازے کو دبا کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سر سے گنجا تھا۔ البتہ سائیڈوں پر سفید رنگ کے بالوں کی جھالر سی تھی۔

" ڈیلی نیوز سے حاضر ہوا ہوں۔ میرا نام پرنس ہے" عمران نے اس کی شکل دیکھتے ہی سیٹی کے سے انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ چہرے مہرے اور انداز سے قطعاً کوئی مجرم نہ لگ رہا تھا بلکہ عام سا کاروباری تھا۔

اور جس انداز میں وہ رہ رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوئی ارب پتی وغیرہ نہیں ہے بس عام سا کاروباری آدمی ہے جسے ہوٹل والوں نے اپنی پبلسٹی کے لیے ارب پتی بنا دیا ہو۔

" آئیے تشریف رکھیے۔ میرا نام ڈان فلاچر ہے " ڈان فلاچر نے اٹھ کر بڑے مسرت بھرے لہجے میں ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

" ہمیں کاؤنٹر بوائے نے بتایا ہے کہ کل رات آپ نے کیسنو میں ساٹھ لاکھ روپے جیتے ہیں۔" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا۔

" جی ہاں ——— اس نے درست بتایا ہے۔ اس لیے مجھے آج کے لئے مہمان خصوصی بھی بنایا گیا ہے " ڈان فلاچر نے جواب دیا۔

" آپ اس سے پہلے بھی کبھی جیتے ہیں یا قسمت کی دیوی کل رات ہی آپ پر مہربان ہوئی ہے " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اتنی رقم تو خیر نہیں جیتا لیکن کیسنو میں کھیلنا میری ہابی ہے اور اکثر میں جیتتا رہتا ہوں " ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یہ فلاچر خاندان کتنا وسیع ہے " عمران نے پوچھا۔

" فلاچر خاندان ——— زیادہ وسیع نہیں ہے۔ اس وقت جہاں تک میری معلومات ہیں دس افراد موجود ہیں۔ جن میں سے مجھ سمیت چار ایکریمیا میں اور چھ یورپ کے دوسرے ملکوں میں ہیں۔ تقریباً سب ہی بزنس میں ہیں اور سارے ایک ہی بزنس سے متعلق ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ بزنس ہمارا آبائی پیشہ ہے۔ ہم لکڑی کا کاروبار کرتے ہیں " فلاچر نے باقاعدہ انٹرویو دینے کے انداز میں جواب دیا۔

" کیا ڈان فلاچر نام کا کوئی اور آدمی بھی آپ کے خاندان میں ہے۔

آپ اکیلے ہیں " عمران نے پوچھا۔

" ڈان فلاچر ——— ہاں ایک اور آدمی ہے لیکن ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ میرا دور سے رشتہ دار ہے لیکن وہ بچپن سے ہی غلط سوسائٹی میں پڑ جانے کی وجہ سے جرائم کی راہوں پر چل نکلا تھا۔ اس لیے فیملی نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ اور اب بھی اکثر صرف اس کا نام سننے میں آتا ہے۔ ملاقات کبھی نہیں ہوئی۔ ویسے سنا ہے کہ وہ خاصا نامور مجرم ہے " ڈاکٹر فلاچر نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

" آپ کے پاس ان کی کوئی تصویر ہے۔ آخر وہ آپ کی فیملی کا ممبر تو ہے " عمران نے کہا۔

" آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہے۔ آپ انٹرویو تو میرا لینے آئے ہیں، لیکن دلچسپی اس میں لے رہے ہیں " ڈان فلاچر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ہم دراصل اپنے اخبار کے قارئین کو آپ کے خاندان کے بارے میں بھی تفصیلات بتانا چاہتے ہیں " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سوری ——— میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے۔ اور سنیں اب یہ انٹرویو بند کریں۔ میرے پاس فضولیات کے لئے وقت نہیں ہے "

ڈان فلاچر کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔

" ٹھیک ہے بند ہو گیا اور فرمایئے " عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اب آپ جا سکتے۔ " ڈان فلاچر نے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

" مسٹر ڈان فلاچر ——— اگر آپ نے یہ رویہ رکھا تو یہاں آپ کا لکڑی کا ایک بھی بزنس ایگریمنٹ نہیں ہو گا۔ ہمارے اخبار کے مالکان بھی وڈ بزنس میں ہیں اور وہ پاکیشیا میں کنگ آف وڈ کہلاتے ہیں " عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

" آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں لکڑی کا کاروبار اس طرح نہیں کرتا کہ لکڑی خریدوں یا فروخت کروں بلکہ میں تو خود جنگلات کا مالک ہوں۔ ایکریمیا کی ریاست فلاڈلفیا میں میری ملکیت میں انتہائی وسیع و عریض جنگلات ہیں اسی طرح ایکریمیا کی دیگر ریاستوں میں بھی میرے ملکیتی وسیع و عریض جنگلات پھیلے ہوئے ہیں۔ میں فلاچر خاندان کا سربراہ ہوں۔ فلاڈلفیا کی کانگرس کا ممبر بھی ہوں۔ میری یہاں آمد کا مقصد صرف پاکیشیا کے جنگلات کا مطالعاتی دورہ ہے۔ جنگلات کے تحفظ اور ان کے پھیلاؤ کے لئے میں نے فلاڈلفیا میں باقاعدہ ریسرچ ادارہ کھول رکھا ہے۔ جہاں معروف سائنسدان میرے ملازم ہیں۔"

ڈان فلاچر نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

" یعنی آپ جنگل کنگ ہیں۔ آپ پر تو فلم بننی چاہیئے۔ اگر جنگل کوئین نامی فلم کامیاب ہو سکتی ہے تو جنگل کنگ نام کی فلم کیوں کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ شاید مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے فلم وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔" ڈان فلاچر نے ایک بار پھر بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ویسے جنگل میں رہتے ہوئے آپ شاید شہری آداب بھی نہیں جانتے۔ کم از کم چائے کا کپ ہی پوچھ لیتے۔ کل صبح اخبار میں آپ اپنا کارٹون ملاحظہ کر لیجئے۔ یہ میرا ساتھی بہترین کارٹونسٹ ہیں۔ کل ہم اپنے قارئین کو بتائیں گے کہ فلاڈلفیا سے ایک گنجا ریچھ پاکیشیا آیا ہوا ہے۔ گڈ بائی" عمران نے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

" میں اخبار پر دعویٰ کر دوں گا۔ تم میرا مضحکہ نہیں اڑا سکتے۔"

ڈان فلاچر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

" تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ دنیا میں کہیں بھی کارٹون کے خلاف دعویٰ کا قانون نہیں ہے۔" عمران نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ جوانا بھی خاموشی سے باہر نکل گیا

" ماسٹر ——— واقعی جنگلی آدمی ہے۔ میں تو آپ کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ ورنہ اس کا سر ایک ہی ہاتھ سے تربوز کی طرح پھاڑ دیتا۔" کمرے سے باہر آتے ہی جوانا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ارے۔ ارے۔ اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا۔ ویسے اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کیسنو والوں نے غلط پبلسٹی نہیں کی۔ یہ واقعی کوئی سنکی ارب پتی ہے۔" عمران نے لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ آج رات کے بعد یہ ارب پتی، زیرو پتی رہ جائے گا۔ اگر میں نے اس کے سارے جنگل نہ بکوا دیئے تو جوانا نام نہیں۔" جوانا کے لہجے میں بدستور غصہ تھا۔

" کیا مطلب ——— کیا کل کے لئے مہمان خصوصی بننے کا ارادہ ہے۔" عمران نے لفٹ سے نکل کر ہال میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

" مجھے مہمان خصوصی وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن اس ارب پتی کی اکڑ ضرور توڑوں گا۔" جوانا نے کہا۔

کاؤنٹر پر چونکہ پہلے والے نوجوان کی بجائے کوئی اور آدمی موجود تھا اس لئے عمران ادھر مڑنے کی بجائے سیدھا مین گیٹ کی طرف بڑھتا گیا۔

" وہ جنگل کنگ ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ جنگل پرنس کو بھی ساتھ لے لینا

لیکن ایک بات بتا دوں ۔ جوئے میں جیتی ہوئی رقم کا ایک روپیہ بھی اگر تم نے یا جوزف نے اپنی ذات پر خرچ کیا تو جنگلی وولف نے تم دونوں کو چیر پھاڑ کر جنگلی ڈاگز کے آگے ڈال دینا ہے ؟"
عمران نے کیسنو کی عمارت سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ۔

" اوہ ماسٹر ـــــــ آپ بے فکر رہیں ۔ ایکریمیا میں تو جو ہوتا تھا سو ہوتا تھا ۔ لیکن اب یہاں ایسا نہ ہوگا ۔ میں نے آپ سے اگر اور کچھ نہیں سیکھا تو کم از کم انسانیت ضرور سیکھ لی ہے ۔ اب مجھے اپنی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ میں نے پچاس لاکھ روپے ایک یتیم خانے کو دے دیئے تھے ۔ اور اب بھی ایسا ہی ہوگا ۔ جو کچھ میں جیتوں گا وہ سب ہسپتالوں اور مخصوص اداروں کو دے دوں گا ۔" جوانا نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران مسکرا دیا ۔

" واہ ـــــــ پھر تو تم واقعی جوانا بن گئے ہو ۔ ورنہ اس سے پہلے تمہارا نام جوانا تھا ورنہ تم حیوانا ہی تھے ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ اور جوانا قہقہہ مار کر ہنس پڑا ۔

دارالحکومت کے شمال میں تقریباً چار سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک وسیع و عریض عمارتی لکڑی کا جنگل واقع تھا ۔ یہ جنگل تقریباً ایک ہزار ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا تھا ۔ اور یہ سارے کا سارا جنگل قدرتی ہونے کی بجائے باقاعدہ منصوبہ بندی سے لگایا گیا تھا ۔

یہ جنگل انتہائی قیمتی لکڑی کے حصول کے لئے پاکیشیا کے محکمہ جنگلات نے لگایا تھا ۔ اس کی منصوبہ بندی کافی عرصہ قبل کی گئی تھی ۔ اس وقت یہ سارا علاقہ اونچے نیچے ، ویران اور بنجر ٹیلوں پر مشتمل تھا ۔ جس پر عمارتی لکڑی کے درخت تو ایک طرف جلانے والی لکڑی کے درخت بھی نہ تھے ۔ بلکہ ناکارہ قسم کے پودوں کی جھاڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں ۔

چنانچہ محکمہ جنگلات کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل سر روشن علی نے اس کو عمارتی لکڑی کے جنگل میں تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی کی ۔ یہاں کی مٹی کو انتہائی حساس مشینری کے ذریعے ٹیسٹ کرایا گیا ۔ زمین سے نیچے پانی

سی مقدار اور گہرائی کو چیک کیا گیا۔ موسمی حالات کو سامنے رکھا گیا اور یہ جگہ ہر لحاظ سے جنگل کے لئے مناسب پائی گئی تو اس جنگل کی باقاعدہ منصوبہ بندی کا آغاز کیا گیا۔ چونکہ یہ اہم ترین ملکی پراجیکٹ تھا۔ اس لئے اس پر بے حد محنت کی گئی۔ ایسے درختوں کا چناؤ کیا گیا۔ جن سے اعلیٰ اور اچھی عمارتی لکڑی وافر مقدار میں دستیاب ہو سکے۔

اور پھر یہاں زمین کی ہمواری اور قطعات کی منصوبہ بندی اور نرسری کے قیام پر آٹھ سال اور کروڑوں روپے خرچ ہوئے۔ اس کے بعد باقاعدہ جنگل لگایا گیا۔ اور اب اس جنگل کی وجہ سے پاکیشیا میں اعلیٰ ترین عمارتی لکڑی وافر مقدار میں دستیاب ہونے لگ گئی تھی۔

یہ جنگل اس قدر کامیاب ہوا تھا کہ انتہائی ترقی یافتہ ممالک کے ماہرین جنگلات اس جنگل کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ چونکہ اس جنگل کی تمام منصوبہ بندی آئیڈیا اور محنت سر روشن علی نے کی تھی۔ اور اس کے اخراجات کے لئے وہی حکومت اور محکمہ خزانہ کے اعلیٰ حکام کو قائل کرتے رہے تھے۔ اور انہوں نے ہی ورلڈ بنک اور اس طرح کے امداد دینے والے مالیاتی اداروں کو امداد دینے پر راضی کیا تھا۔ اس لئے حکومت نے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جنگل کا نام بھی ان کے نام پر رکھ دیا تھا۔ اس لئے اس جنگل کو روشن جنگل کہا جاتا تھا۔ سر روشن علی وفات پا چکے تھے۔ لیکن آج بھی یہ شاندار اور انتہائی مفید جنگل پاکیشیا کے دارالحکومت کے قریب ان کی یادگار کے طور پر موجود تھا۔

سر روشن علی جنگلات کے مضمون میں ایک بین الاقوامی اتھارٹی کے طور پر تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے اس مضمون پر انتہائی اعلیٰ تعلیم حاصل کی

تھی اور انہوں نے اس مضمون پر انتہائی یادگار ریسرچ پیپر بھی لکھے تھے۔ جن کی تعداد چالیس تھی اور یہ چالیس کے چالیس ریسرچ پیپر اس قدر پر مغز تھے کہ ان میں سے کئی ریسرچ پیپر پوری دنیا میں جنگلات کی اعلیٰ تعلیم دینے والی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب میں شامل کئے ہوئے تھے۔ اس لئے جنگلات سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص سر روشن علی کا نام انتہائی عزت و احترام سے لیتا تھا۔

سر روشن علی نے اپنی یادگار نہ صرف روشن جنگل کی صورت میں چھوڑی تھی بلکہ انہوں نے روشن جنگل کے اندر ایک فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کیا تھا۔ اور آج یہ انسٹی ٹیوٹ بھی پوری دنیا میں جنگلات کے بارے میں تحقیقات کے لئے مشہور تھا۔ یہاں جنگلات کے مضمون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ اور پوری دنیا میں اس انسٹی ٹیوٹ کی ڈگری کو اعلیٰ ترین مقام دیا جاتا تھا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کا نام بھی روشن فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تھا۔

سر روشن علی اس کے پہلے سربراہ تھے اور انہوں نے اس انسٹی ٹیوٹ کو کارکردگی کے لحاظ سے اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ یہاں فارسٹ پر ہونے والی تحقیق کا پوری دنیا میں مرکز بن گیا تھا۔

یہاں نہ صرف پاکیشیا کے نوجوان فارسٹ ریسرچ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے تھے بلکہ یہاں دنیا کے اور بھی بے شمار ممالک کے طالب علم اس منفرد مضمون کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہاں عمارتی لکڑی کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے، اسے ہر قسم کے نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے بچانے، درختوں کی بڑھوتری وغیرہ کو تیز بنانے پر انتہائی اعلیٰ پیمانے پر ریسرچ کا کام ہوتا تھا اور پھر اس تمام ریسرچ کا استعمال خاص طور پر روشن جنگل پر کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ روشن جنگل

ہیں موجود ہر درخت انتہائی صحت مند تھا۔ اور یہاں سے نکلنے والی لکڑی کا معیار انتہائی بلند ہوتا تھا۔

سر روشن علی انتہائی زیرک انسان تھے۔ انہوں نے اس وسیع و عریض جنگل کی حفاظت کا بھی انتہائی اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا تھا۔ جنگل کو تباہ کرنے والی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک نقصان پہنچانے والے کیڑے، دوسری آگ۔ اور سر روشن علی کی دونوں اطراف میں پوری پوری توجہ تھی۔ آگ بجھانے کا انتظام یہاں اس قدر اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا تھا کہ اگر کبھی کسی جگہ آگ لگ بھی جاتی تو وہ زیادہ نقصان نہ پہنچاتی اور اسے فوری بجھا بھی لیا جاتا تھا۔

اس لئے جنگل کو مختلف سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اور ہر سیکٹر میں آگ بجھانے والا کثیر عملہ ہر قسم کے سائنسی آلات سے لیس ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ ہر سیکٹر میں آگ بجھانے کے لئے مخصوص گیس کا چھڑکاؤ کرنے والے پانچ ہیلی کاپٹر تیار رہتے تھے۔

ہر سیکٹر میں باقاعدہ وائرلیس کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ جنگل میں ایسے آلات نصب کئے گئے تھے جو آگ لگنے کی صورت میں سیکٹر ہیڈ کوارٹر میں نہ صرف اس علاقے کی نشاندہی کر دیتے تھے بلکہ آگ کا ایریا اور اس کے پھیلاؤ کی سمت کا تعین بھی کوڈ میں کرا دیتے تھے۔

اسی طرح سر روشن علی نے جنگل کے درختوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے بچانے کے لئے اسے مزید چھوٹے ایریاز میں تقسیم کر کے تقریباً ہر درخت کی ہفتہ وار بیالوجیکل رپورٹ حاصل کرنے کا باقاعدہ انتظام کر دیا تھا۔ ایریا ہیڈ کوارٹر میں درختوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ ان کی بڑھوتری اور ان کی صحت کا باقاعدہ تجزیہ کیا جاتا تھا۔ اور اگر کسی درخت پر کوئی ایسا

کیڑا پایا جاتا جو لکڑی کو نقصان پہنچانے والا ہو تو اس کا فوری تدارک کیا جاتا تھا۔ سال کے سال پورے روشن جنگل کا تفصیلی سروے کیا جاتا تھا اور اس کی رپورٹیں مرتب ہوتی تھیں۔

یہ سارا انتظام اس قدر جامع، جدید اور خوبصورت تھی کہ روشن جنگل واقعی پوری دنیا میں اعلیٰ ترین جنگل کی ایک قابل تقلید مثال بن گیا تھا۔ روشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ ایک انتہائی جدید اور وسیع نرسری بھی موجود تھی۔ جہاں نئے پودے اور صحت مند پودے کاشت کئے جاتے تھے۔ تاکہ کٹنے والے درختوں کی جگہ انہیں لگایا جا سکے۔

اس کے علاوہ اس جنگل میں انتہائی قیمتی جڑی بوٹیوں کی بھی باقاعدہ وسیع پیمانے پر کاشت کی جاتی تھی۔ ان جڑی بوٹیوں سے قیمتی ادویات بنتی تھیں۔ اس معاملے میں بھی روشن جنگل نہ صرف ملکی ضروریات پوری کرتا تھا بلکہ کثیر مقدار میں یہ جڑی بوٹیاں بیرونی ممالک کو فروخت کر کے انتہائی کثیر زرمبادلہ بھی کمایا جاتا تھا۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں قیمتی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کا ایک پورا ڈیپارٹمنٹ موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ روشن جنگل کو اس وقت ملک کی معیشت میں ریڑھ کی سالم ہڈی نہ سہی تو اس کے کئی مہروں جتنی اہمیت ضرور حاصل تھی۔ یہاں سے حاصل ہونے والی عمارتی لکڑی نہ صرف ملک میں کام آتی تھی بلکہ انتہائی قیمتی لکڑی کو باقاعدہ ایکسپورٹ کر کے ملک انتہائی قیمتی زرمبادلہ کماتا تھا۔

آجکل اس جنگل اور ریسرچ ادارے کی سربراہی سر روشن علی کے بیٹے نعمت علی کے پاس تھی۔ وہ اس وقت نہ صرف محکمہ جنگلات کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین تھے۔ بلکہ روشن جنگل اور روشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے

مکمل طور پر با اختیار سربراہ تھے۔ ان کی خدمات بھی ان کے والد سے کم نہ تھی۔ اس لئے حکومت نے اعزازی طور پر انہیں بھی سر کا خطاب دیا ہوا تھا۔ اور وہ سر نعمت علی کہلاتے تھے۔

عمر کے لحاظ سے بھی وہ ادھیڑ عمری کو کراس کر کے بڑھاپے کی حدود میں پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن اپنے قد کاٹھ اور صحت کے لحاظ سے وہ جوان لگتے تھے۔ سر روشن علی نے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اس لئے سر نعمت علی اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ اور پوری دنیا میں ان کی قابلیت کا چرچا تھا۔

انہوں نے بھی فارسٹری میں انتہائی پُرمغز مقالات لکھے تھے۔ اور دنیا میں ہونے والی اکثر بین الاقوامی کانفرنسوں کے وہی سربراہ چُنے جاتے تھے۔ ان کی شاندار کوٹھی روشن جنگل میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قریب تھی جہاں وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام نعیم اور لڑکی کا نام نشاط تھا۔ لڑکا فارسٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں پروفیسر تھا جبکہ لڑکی عمر میں چونکہ نعیم سے کافی چھوٹی تھی۔ اس لئے ابھی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ لیکن وہ یونیورسٹی میں بیالوجی پر ایم ایس سی کر رہی تھی۔

اس وقت وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے سر نعمت علی کا انتظار کر رہے تھے۔ سر نعمت علی ابھی باتھ روم سے نہ نکلے تھے۔

"یہ ابو آخر باتھ روم میں اتنی دیر کیا کرتے رہتے ہیں؟" نشاط نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسے شاید بھوک ستا رہی تھی۔

"کوئی کیڑا نظر آگیا ہوگا باتھ روم میں رینگتا ہوا۔ اور اب اس پر

ریسرچ جاری ہوگی۔" نعیم نے جواب دیا اور نشاط قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"واہ ——— کس بات پر قہقہے لگائے جا رہے ہیں۔" اسی لمحے سر نعمت علی نے ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ابو ——— ! نعیم بھائی کہہ رہے تھے کہ آپ باتھ روم میں اتنی دیر اس لئے لگاتے ہیں کہ وہاں کیڑوں پر ریسرچ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔" نشاط نے ہنستے ہوئے کہا اور سر نعمت علی بھی بے اختیار ہنس پڑے۔

"تم بہت شریر ہو نعیم۔ مجھے دیر باتھ روم میں نہیں ہوئی بلکہ میں باتھ روم سے نکلا تو ایک فون کال آگئی۔ اسے سننے میں دیر ہوگئی۔ چلو شروع کرو۔" سر نعمت علی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کس کی کال تھی ابو۔" نشاط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فلاڈلفیا کے جنگلات کا مالک ہے ڈان فلاچر۔ وہ پاکیشیا مطالعاتی دورے پر آیا ہوا ہے۔ اس نے آنا ہے اور اس کی سفارش میرے ایک عزیز دوست نے کی ہے کہ اسے پورے جنگل کی سیر کرائی جائے۔" سر نعمت علی نے ناشتہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ——— یہ اچھی سفارش ہے جنگل کی سیر کرانے کیلئے تو میرے خیال میں سفارش کی ضرورت ہی نہیں ہونی چاہیئے۔" نشاط نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تم سمجھی نہیں بیٹی۔ یہ جنگل اب ایک روز میں تو نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کے لئے تو ہفتوں چاہیئں۔ سفارش کا مطلب یہ تھا کہ میں اسے اپنے پاس بطور مہمان ٹھہراؤں اور اسے ہر قسم کی سہولت مہیا کروں۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے مہمانوں وغیرہ سے ملنے اور ان کی آؤ بھگت کرنے کے لئے

بالکل فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے ایکریمیا کی فارسٹ یونیورسٹی کے ڈین رابرٹ بلومر نے خاص طور پر مجھے فون کیا ہے کہ میں ڈان فلاچر کا خصوصی طور پر خیال رکھوں۔ رابرٹ بلومر کا کہا میں ٹال نہیں سکتا۔ اس لئے اب وقت نکالنا پڑے گا۔" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"آپ یہ کام نشاط کے ذمے لگا دیں۔ اسے ویسے بھی جنگل کی سیر کا بہت شوق رہتا ہے اور پھر یہ مہمان صاحب کی ناک میں ایسا دم کرے گی کہ وہ چند درخت دیکھ کر ہی واپس بھاگنے کی کرے گا۔" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا —— تو میں اب اتنی بد اخلاق ہو گئی ہوں کہ مہمان سے بدتمیزی کروں گی۔" نشاط نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔

"تمہاری تمیز ہی اتنی پیاری اور اعلیٰ ہو گی کہ مہمان کے حلق سے نہ اترے گی۔" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس بار سر نعمت علی بھی ہنس پڑے۔

"ارے ہاں بیٹے۔ میں اور نعیم دونوں ہی ایک ریسرچ کے سلسلے میں اس قدر مصروف ہیں کہ وہاں سے وقت نکالنا بے حد مشکل ہو گا۔ تمہاری آجکل چھٹیاں ہیں۔ تم اس مہمان کو ڈیل کر سکتی ہو۔" سر نعمت علی نے کہا۔

"ایک شرط ہے ابو —— کہ اگر یہ مہمان صاحب مجھے پسند آ گئے تو، ورنہ میرا جواب ہے۔" نشاط نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"سر —— ! آپ کی کال ہے۔" اسی لمحے ملازم نے اندر داخل ہوتے ہوئے سر نعمت علی سے کہا۔ اور سر نعمت علی تیزی سے اُٹھے اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"کم از کم ابو کا تو لحاظ کر لیا کرو۔" نعیم نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے نشاط سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا مطلب —— میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھی۔" نشاط نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب اپنی پسند نا پسند کا ذکر کم از کم ابو کے سامنے تو نہ کیا کرو۔ بہرحال وہ بزرگ ہیں اور لڑکیوں کو ایسی باتیں کھلے عام کہنا اچھا نہیں لگتا۔ پہلے لڑکیوں میں کتنی حیا ہوتی تھی۔ کہ اپنی رازدار سہیلیوں کو بتانے میں بھی شرم محسوس کرتی تھیں۔ اب کیا زمانہ آ گیا ہے کہ باپ کے منہ پر پٹر پٹر کہہ دیتی ہیں کہ اگر پسند آیا تو ٹھیک ورنہ نہیں۔" نعیم نے بڑے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔ اور نشاط چند لمحے تو اس کی بات پر غور کرتی رہی اور پھر یکلخت اُچھل پڑی۔

"ارے۔ ارے۔ کیا مطلب۔ یہ کیا بکواس ہے۔ میں تو مہمان کی بات کر رہی تھی۔" نشاط نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں بھی مہمان ہی کی بات کر رہا ہوں۔ آخر یہ دکھاوے کے لئے لوگ مہمان بن کر ہی آتے ہیں۔" نعیم باقاعدہ شرارت پر تُلا ہوا تھا۔

"تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ چھوٹی بہن سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں ابھی ابو سے بات کرتی ہوں۔" نشاط واقعی بُری طرح بگڑ گئی تھی۔ اس نے ناشتہ چھوڑ دیا اور نیپکن میز پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

"امی جان زندہ ہوتیں تو اور بات تھی لیکن بہرحال ابو سے بڑا بھائی زیادہ بہتر ہے۔" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور نشاط غصے سے منہ بناتی، پیر پٹختی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے کیا ہوا بیٹا۔ اتنی جلدی ناشتہ کر لیا تم نے۔"

اسی لمحے سر نعمت علی نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے حیرت

بھرے لہجے میں نشاط کو دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"مہمان کی آمد کا سُن کر بھوک ختم ہو گئی ہے اس کی۔" نعیم نے کہا۔

"دیکھیے ابّو —— نعیم بھائی کو سمجھا لیجیے۔ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں" نشاط نے منہ پھُلاتے ہوئے کہا۔

"ارے کیا ہو گیا —— نعیم تو بہت اچھا لڑکا ہے" سر نعمت علی نے نشاط کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو ابّو صرف اتنا کہا تھا کہ مہمان کا ذرا خاص طور پر خیال رکھنا آخر ابّو کے دوست کی سفارش آئی ہے" نعیم نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ملوں گی بھی نہیں مہمان سے۔ اسے دیکھوں گی بھی نہیں۔ ہاں بس یہ میرا فیصلہ ہے۔" نشاط نے تیز لہجے میں کہا۔

"ارے۔ آخر نعیم کی اس بات میں کیا بُرائی ہے۔ مہمان کا خیال تو واقعی رکھنا چاہیئے۔" سر نعمت علی نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا اب انہیں کیا معلوم تھا کہ اصل چکر کیا ہے۔

"اچھا ابّو —— مجھے اجازت دیجیے۔ میں نے تو کام پر جانا ہے۔ آپ جانیں آپ کا مہمان اور مس نشاط نعمت علی جانے" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دوسرے دروازے سے باہر چلا گیا۔

"آخر بات کیا ہوئی بیٹی —— مجھے تو بتاؤ" سر نعمت علی نے زبردستی نشاط کو دوبارہ ناشتے کی میز پر لے جاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نشاط کھانے پینے کے معاملے میں خاصی حریص واقع ہوئی ہے۔ اور ویسے بھی وہ صحت مند جسم کی مالک تھی۔ اس لئے اسے خوراک بھی معمول سے زیادہ چاہیئے تھی۔

"ابّو —— یہ نعیم بھائی کہہ رہے تھے کہ یہ مہمان میرے رشتے کے لئے آ رہا ہے" نشاط نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا اور سر نعمت علی کے حلق سے نکلنے والے بھرپور قہقہے سے ڈائننگ ہال گونج اٹھا۔

"ارے نہیں بیٹی —— یہ نعیم واقعی بڑا شرارتی ہے۔ مہمان تو بوڑھا آدمی ہے۔ مجھے رابرٹ ہلومر نے بتایا تھا۔" سر نعمت علی نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس بار نشاط بھی ہنس پڑی۔

"چلو تم ناشتہ کرو۔ تم بڑی سمجھدار لڑکی ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں تمہیں بتا نہ دیتا۔ ویسے بھی تمہاری منگنی تمہارے کزن ارشد سے بچپن میں ہو چکی ہے۔ اور تم دونوں جیسے ہی تعلیم سے فارغ ہوئے شادی بھی ہو جائے گی۔ اس لئے ایسی تو کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ چلو ناشتہ کرو"

سر نعمت علی نے نشاط کو سمجھاتے ہوئے کہا اور نشاط سر جھکا کر مسکراتے ہوئے دوبارہ ناشتے میں مصروف ہو گئی۔

عمران بڑے اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا کہ کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔

" ارے دیکھو سلیمان —— یہ صبح صبح کون اپنا چہرہ دکھانے آ گیا ہے"۔ عمران نے اونچی آواز سے کہا۔

" اپنا چہرہ دکھانے نہیں بلکہ آپ کا چہرہ دیکھنے آیا ہوگا۔ جو آپ کا چہرہ صبح صبح دیکھ لے اس کی قسمت جاگ اٹھتی ہے"۔ سلیمان نے باورچی خانے سے ہی جواب دیا۔ اور ظاہر ہے آخری فقرہ اس نے جان بوجھ کر کہا تھا تاکہ عمران خوش ہو کر خود ہی دروازہ کھولنے چل پڑے۔

" پھر تو تمہاری قسمت نہ صرف جاگ چکی ہوگی بلکہ بیٹھی آنکھیں بھی پھاڑ رہی ہوگی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" میری قسمت نے تو خواب آور گولیاں کھائی ہوئی ہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں"۔ سلیمان نے جواب دیا۔ اسی لمحے کال بیل کی دوبارہ آواز سنائی دی

اور اس بار وہ مسلسل بجتی چلی گئی۔ شاید آنے والا جواب نہ ملنے کی وجہ سے جھنجھلا کر مسلسل کال بیل بجائے چلا جا رہا تھا۔

" ارے جاؤ۔ اس آنے والے کو بھی اپنی قسمت کی طرح خواب آور گولیوں کی دو چار بوتلیں کھلا دو"۔ عمران نے کہا۔ اور سلیمان کے قدموں کی آوازیں راہداری میں ابھریں۔

" نجانے کیسا زمانہ آگیا ہے۔ خوشامد بھی کرو تب بھی لوگ کام نہیں کرتے"۔ دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے سلیمان نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

" کیا مصیبت ہے۔ گھنٹہ ہو گیا ہے کال بیل بجاتے بجاتے"۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی عمران کی بہن ثریا کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور عمران ثریا کی آواز سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

" چھوٹی بی بی۔ میرا قصور نہیں ہے۔ عمران صاحب نے کہا تھا کہ مت جاؤ آنے والا خود ہی گھنٹی بجا بجا کر تنگ آئے گا تو بھاگ جائے گا۔ یہ تو میں پھر بھی آگیا ہوں دروازہ کھولنے۔" سلیمان نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

" اچھا —— تو بھائی جان اب اس طرح آنے والوں کو بھگاتے ہیں"۔ ثریا نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔ اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ آئی جہاں عمران موجود تھا۔

" ارے سلیمان۔ آج صبح صبح تم نے کس چڑیل کی آواز کا ٹیپ چلا دیا ہے۔ آج سارا دن چڑیلوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں گی۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

" ہونہہ ـــــ تو میری آواز اب آپ کو چڑیل کی آواز لگنے لگ گئی ہے۔ میں اماں بی سے کہتی ہوں "۔ ثریا نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی پھنکارتے ہوئے کہا۔

" ارے۔ ارے۔ یہ تو ثریا ہے۔ ارے سلیمان۔ اپنی وہ چھوٹی سی گڑیا سی ثریا۔ وہ ننھی منی سی۔ جلدی کرو۔ ایک دو ٹافیاں لے آؤ دکان سے "۔ عمران نے ثریا کے اندر داخل ہوتے ہی کھڑے ہوتے ہوئے زور سے کہا تو ثریا بے اختیار ہنس پڑی۔

" اماں بی ساتھ آ رہی تھیں۔ آپ ان کے لئے منگواتے ٹافیاں پھر پتہ چلتا۔ لیکن میں نے بڑی مشکل سے انہیں روکا اور ڈرائیور کے ساتھ یہاں آ گئی "۔ ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے ـــــ یعنی ڈرائیور ساتھ ہے۔ یعنی کہ اور کچھ نہیں تو چائے کا خرچہ اور بڑھ گیا "۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" بس۔ بس۔ اتنی بھی کنجوسی اچھی نہیں ہوتی۔ وہ مجھے چھوڑ کر واپس چلا گیا ہے " ثریا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

" کیا تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ یعنی کہ مستقل خرچہ "۔ عمران نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ اور ثریا اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا جس پر کیک، پیٹیز، پیسٹریز اور بسکٹ کے ساتھ ساتھ چائے بھی موجود تھی۔

" ارے۔ کمال ہے یعنی کہ اتنا سارا سامان ثریا ساتھ لائی ہے۔ واہ اسے کہتے ہیں خدمت ـــــ آخر بڑے بھائی کا خیال چھوٹی بہن نہ کرے گی تو اور کون کرے گا "۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" یہ میں چھوٹی بی بی کے لئے لایا ہوں۔ آپ تو ناشتہ کر چکے ہیں "۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ثریا ہنس پڑی۔

" ارے یعنی کہ میری گاڑھے پسینے کی کمائی ہے اور میں ہی نہیں کھا سکتا لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ سارا مال تم آخر کہاں چھپا کر رکھتے ہو۔ کوئی مہمان آ جائے تو جھٹ ٹرالی بھر کر آ جاتے ہو اور میں چیختا رہوں تو مجھے کہہ دیتے ہو کچھ بھی نہیں ہے "۔ عمران نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" اگر آپ کو بتا دوں تو پھر مہمانوں کو کیا دوں۔ آپ نے تو اس وقت تک ہاتھ نہیں روکنا جب تک سب کچھ ختم نہ ہو جائے "۔ سلیمان نے چائے کی دو پیالیاں بنا کر ثریا کے سامنے اور دوسری عمران کے آگے رکھتے ہوئے کہا اور پھر مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

" بھائی جان ـــــ جلدی سے چائے پی کر تیار ہو جائیں آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے "۔ ثریا نے ایک پیسٹری اٹھاتے ہوئے کہا۔

" چائے پی کر ـــــ تیار ہو جاؤں ـــــ کیا مطلب۔ یہ چائے کیا میک اپ کی کوئی نئی قسم ایجاد ہوئی ہے "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میرا مطلب ہے۔ آپ چائے پی لیں۔ پھر لباس بدلیں اور میرے ساتھ روشن جنگل چلیں "۔ ثریا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" جنگل چلوں ـــــ کیا مطلب۔ کیا کوئی بندر وغیرہ پکڑنا ہے۔ کیا ضرورت ہے اس کام کے لئے اتنی دور جانے کی۔ سلیمان کو لے جاؤ۔ کل ہی تو آیا ہے گاؤں سے ـــــ میرا مطلب ہے جنگل سے "۔ عمران نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔ اور ثریا ہنس پڑی۔

" آپ انکل سلیمان کو بہت تنگ کرتے ہیں "۔ ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"انکل —— یعنی سلیمان ہمارا انکل ہے اور ہم اس کے بھتیجا بھتیجی اچھا۔ اس رشتے کا تو مجھے آج تک پتہ ہی نہیں چلا۔ خواہ مخواہ تنخواہ دیتا رہا" عمران نے کہا اور ثریا بے اختیار ہنس پڑی۔

"وہ ہم سے بڑے ہیں اس لئے انکل تو ہوئے۔ لیکن آپ جلدی کریں بھائی جان۔ وہ سالگرہ ہے میری سہیلی نشاط کی۔ ایسا نہ ہو جب ہم پہنچیں تو سالگرہ ہو چکی ہو" ثریا نے کہا۔

"کون سی سالگرہ ہے —— پہلی یا دوسری۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں —— ایسی باتیں پوچھا نہیں کرتے" ثریا نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔ اور عمران بھی مسکرا دیا۔

"لیکن اس کے لئے اتنی دور جانے اور وہ بھی جنگل میں۔ تحفہ ہی بھیجنا تھا۔ دو چار پیکٹ مونگ پھلیوں کے بھجوا دینے تھے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مونگ پھلیوں کے پیکٹ —— کیا مطلب۔ یہ کیا تحفہ ہوا" ثریا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بھئی جنگل میں رہتی ہے تمہاری سہیلی۔ ظاہر ہے کوئی بندریا وندریا ہو گی۔ مونگ پھلی شوق سے کھائے گی۔" عمران نے کہا اور ثریا ہنس دی۔

"بھائی جان —— بندریا نہیں ہے۔ انتہائی خوبصورت اور حسین لڑکی ہے۔ بیالوجی میں ایم ایس سی کر رہی ہے۔ اور یونیورسٹی میں اس کا تعلیمی ریکارڈ بے حد شاندار ہے۔ سر نعمت علی کی لڑکی ہے۔ آپ جانتے تو ہوں گے سر نعمت علی کو —— محکمہ جنگلات کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین

ہیں اور روشن جنگل اور روشن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ ہیں۔ میں ایسی ویسی لڑکیوں کو سہیلی نہیں بناتی۔" ثریا نے بڑے فاخرانہ انداز میں بات کرتے ہوئے بتایا۔

"ارے۔ پھر تو وہ ٹارزن کی بیٹی ہوئی —— مس ٹارزن۔ واہ۔ درختوں کی بیلوں سے لٹک کر سفر کرتی ہو گی۔ ایک بندریا ہر وقت اس کے کاندھے پہ بیٹھی رہتی ہو گی۔ اور وہ وحشی قبائل سے لڑتی رہتی ہو گی" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بس۔ بس —— آپ مذاق بند کریں اور فوراً چلیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے" ثریا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم یہاں سے ٹیلی فون کر کے اُسے سالگرہ کی مبارکباد دے دو، تحفہ بذریعہ ڈاک بھجوا دو۔" عمران نے کہا۔

"میں تو ڈرائیور کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن آپ اماں بی کو تو جانتے ہیں۔ جنگل کا نام سنتے ہی وہ بگڑ گئیں۔ پہلے تو انہوں نے یکسر انکار کر دیا۔ بڑی مشکل سے ڈیڈی نے انہیں سمجھایا تو پھر وہ اڑ گئیں کہ نہیں ڈرائیور کے ساتھ اکیلی نہیں جائے گی۔ ڈیڈی ساتھ جائیں یا بھائی۔ ڈیڈی کی میٹنگ تھی اس لئے مجبوراً آپ کے پاس آنا پڑا۔ اماں بی تو یہاں فلیٹ تک ڈرائیور کے ساتھ بھیجنے کو تیار نہ تھیں۔ وہ خود ساتھ آ رہی تھیں لیکن ان کے گھٹنے میں درد تھا۔ اس لئے مجبوراً رک گئیں لیکن پھر بھی ابو کی کار کو ساتھ بھیجا کہ جب کار یہاں پہنچ جائے اور میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ جاؤں تو پھر ابو دفتر جائیں" ثریا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران ہنس دیا۔

"وہ خالص پٹھانی ہیں۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھ لیا کرو" عمران نے

ہنستے ہوئے کہا اور اُٹھ کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ظاہر ہے ثریا آگئی تھی تو اسے جانا ہی پڑتا تھا۔ ورنہ ثریا سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اماں بی کو یہیں سے فون کر کے کہہ دیتی کہ عمران نہیں جا رہا۔ اور اماں بی فلیٹ سے جوتیاں مارتی ہوئی اسے روشن جنگل تک پیدل بھی لے جا سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی کار خاصی تیز رفتاری سے روشن جنگل جانے والی سڑک پر اڑی جا رہی تھی۔ عمران نے پہلے تو اپنا ٹیکنی کلر سوٹ پہنا تھا لیکن ثریا نے یہ لباس دیکھتے ہی اتنا اودھم مچایا تھا کہ آخر کار مجبوراً عمران کو تھری پیس سوٹ پہننا پڑا۔ اور اب وہ ڈارک براؤن رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔

" تم پہلے بھی کبھی گئی ہو وہاں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم جنگل میں راستہ ہی بھول جائیں " عمران نے پوچھا۔

" ارے بھائی جان۔ آپ شاید کبھی نہیں گئے روشن جنگل میں۔ میں ایک بار ڈیڈی کے ساتھ گئی تھی۔ سر نعمت علی ڈیڈی کے دوست ہیں۔" ثریا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" دراصل سروں میں دوستی ذرا جلدی ہو جاتی ہے۔ ایک ہی کارخانے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں ناں " عمران نے کہا۔

" کارخانے میں سر —— کیا مطلب " ثریا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" حکومت آخر سر دیتی ہے تو کسی کارخانے میں ہی بنتے ہوں گے سر نعمت علی، سر سلطان، سر رحمان، سر راشد وغیرہ۔ اتنے سارے سر ظاہر ہے —— دستی تو نہیں بن سکتے " عمران نے کہا اور ثریا کھلکھلا کر ہنس پڑی

" وہ بہت شاندار جگہ ہے۔ روشن فارسٹ انسٹی ٹیوٹ اور روشن فارسٹ نرسری کے درمیان سر نعمت علی کی شاندار کوٹھی ہے۔ تمام سفید سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اصل جنگل تو کہیں آگے ہے۔ ویسے میں نے نشاط کے ساتھ جنگل کے ایک حصے کی سیر کی تھی۔ بھائی جان بڑا انتظام ہے وہاں آگ بجھانے وغیرہ کا۔ نشاط نے مجھے بتایا تھا کہ سر روشن علی اس کے دادا کا نام تھا۔ انہوں نے یہ جنگل لگایا تھا اور ان کی خدمات اس قدر شاندار تھیں کہ حکومت نے ان کے نام پر جنگل کا نام رکھ دیا تھا " ثریا نے کہا۔

" وہ تو مجھے معلوم ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ کبھی سنگِ مرمر دیکھا بھی ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سنگِ مرمر —— ہاں دیکھا ہے۔ ہزاروں بار دیکھا ہے۔ کیوں؟" ثریا نے ایک بار پھر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" کس رنگ کا ہوتا ہے " عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" سفید ہوتا ہے۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ مجھے جاہل سمجھتے ہیں " ثریا نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

" جب تمہیں معلوم ہے کہ سنگ مرمر سفید ہوتا ہے تو پھر سفید سنگ مرمر کہنا کیا عالم فاضل ہونے کی دلیل ہے۔ ساتھ ہی علمیت کا دعویٰ۔ ساتھ ہی ماہ رمضان کا مہینہ، حجر اسود کا پتھر، بروز جمعہ کا دن۔ اگر یہی علمیت ہے تو پھر شاید یونیورسٹیوں میں تو جہالت کی ڈگریاں دی جاتی ہوں گی " عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

" توبہ —— آپ تو وکیلوں کی طرح لفظ پکڑ لیتے ہیں آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے " ثریا نے ہنستے ہوئے کہا

"غلطی کی بات بتاؤں۔ تم نے وکیل کی مثال دی ہے ایک قول ہے کہ اگر ڈاکٹر سے غلطی ہو جائے تو انسان چھ فٹ زمین سے نیچے اتر جاتا ہے یعنی مر جاتا ہے اور اگر وکیل سے غلطی ہو جائے تو اس کا موکل زمین سے چھ فٹ اوپر کو اٹھ جاتا ہے۔ مطلب ہے پھانسی لگ جاتا ہے اور اگر ثریا سے غلطی ہو جائے تو اس کے بھائی عمران کی ڈگری ضبط ہو جاتی ہے"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ثریا اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اور پھر اس طرح کی دلچسپ باتوں میں سفر گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور کار روشن جنگل میں جانے والے خوبصورت گیٹ سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

اس گیٹ سے روشن جنگل کا ہیڈ آفس اور ریسرچ ادارے کی عمارت تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی اور سڑک کے دونوں اطراف میں دور دور تک انتہائی خوبصورت پھولوں سے لدے ہوئے درخت لگائے گئے تھے

"واہ ——— میرے خیال میں جنت کو روشن جنگل کہا جانے لگا ہے"
عمران نے بڑے تحسین آمیز انداز میں سڑک کے دونوں اطراف میں دور دور تک انتہائی خوب صورت نظاروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے روشن جنگل پر کئی مضامین تو ضرور پڑھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کا یہاں آنے کا اتفاق تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ واقعی اس کی بدقسمتی ہے کہ دارالحکومت سے اس قدر قریب اتنی خوبصورت جگہ موجود ہے اور اس نے اب تک یہ جگہ نہیں دیکھی۔

تھوڑی دیر بعد کار دور تک پھیلی ہوئی شاندار عمارتوں کے ایک طویل سلسلے کے پاس پہنچ گئی۔ ان عمارتوں پر جگہ جگہ خوبصورت بورڈ لگے ہوئے

تھے اور ہر طرف انتہائی خوبصورت روشیں، دلفریب پھول پھیلے ہوئے تھے صفائی ستھرائی کا بھی یہاں شاندار انتظام تھا۔

"ادھر بائیں طرف موڑ لیجئے۔ ادھر سے راستہ جاتا ہے نشاط کی کوٹھی کو"
ثریا نے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے کار موڑ لی اور پھر ایک عمارت کی سائیڈ پر سے گزر کر وہ اس کے عقب میں موجود ایک محل نما لیکن انتہائی شاندار اور پر وقار عمارت کے مین گیٹ تک پہنچ گئے۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے عمران کار اندر لے جاتا گیا۔ اور پھر ایک سائیڈ پر موجود شیڈز کی طرف لے گیا۔ جہاں اور بھی کئی کاریں موجود تھیں۔ عمران نے کار روکی تو ثریا نیچے اتر آئی۔

"جاؤ سالگرہ منا آؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"ارے نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ نشاط تم سے مل کر بے حد خوش ہو گی۔ اس نے کئی بار مجھے کہا ہے کہ تم سے ملواؤں۔" ثریا نے کہا اور عمران مسکراتا ہوا کار سے نیچے اتر آیا۔ اور کار لاک کر کے ثریا کے ساتھ ہی عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد ہی ملازم نے ان کی رہنمائی کی اور پھر ثریا تو زنانے حصے کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ عمران کو مردانے حصے کے ڈرائنگ روم کی طرف لے جایا گیا جہاں سر نعمت علی بذات خود مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

سر نعمت علی کے ساتھ اُن کا لڑکا نعیم بھی موجود تھا۔

"مجھے نعمت علی کہتے ہیں اور یہ میرا لڑکا نعیم ہے۔" سر نعمت علی نے عمران کو دیکھتے ہی مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

مم۔ مم۔ مجھ حقیر فقیر، بے پیر، زنجیر، بندہ ناچیز، بے تمیز، بن

بلائے مہمان کو علی عمران ایم۔ ایس۔ سی، ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) کہتے ہیں۔ اور کہتے اس لیے ہیں کہ بدقسمتی سے میرے قبلہ و کعبہ ڈیڈی جان سر رحمان قوم پٹھان ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلیجنس بیورو سکنہ فانی جہان نے نام ہی یہی رکھا ہے۔ اگر وہ میرا نام یہ نہ رکھتے بلکہ اس کی جگہ میاں مٹھو رکھ دیتے تو میں اُن کا تو کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا البتہ لوگ پھر مجھے میاں مٹھو ہی کہتے۔" عمران نے سر نعمت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے پوری رفتار سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

اور سر نعمت علی اور نعیم جو حیرت سے نہ صرف عمران کا یہ عجیب و غریب تعارف سُن رہے تھے بلکہ حیرت سے اُسے دیکھ بھی رہے تھے، کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

" ارے ——— تو تم ہو سر رحمان کے بیٹے ——— شریر عمران، جس کا ذکر ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ اوہ۔ مجھے بڑا اشتیاق تھا تم سے ملنے کا۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔ تم واقعی اپنے باپ کے اُلٹ ہو۔ وہ جس قدر سنجیدہ ہیں تم اس قدر ہی شریر ہو۔" سر نعمت علی نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر عمران کو گلے سے لگا کر محبت بھرے انداز میں زور سے بھینچ لیا۔

" ارے۔ ارے جناب، ذرا آہستہ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کتابیں پڑھنے پر ڈگری دیتی ہے، سٹیل کی پسلیاں لگوانے پر نہیں۔" عمران نے کہا اور سر نعمت علی ہنستے ہوئے علیحدہ ہو گئے۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر نعیم سے مصافحہ کیا۔

" آپ کے ساتھ تو مصافحے کے بعد پشت ملانی پڑے گی۔" عمران نے کہا۔

" پشت ملانی پڑے گی ——— کیا مطلب۔" پاس کھڑے ہوئے سر نعمت علی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور نعیم کے چہرے پر عمران کے الفاظ سُن کر

حیرت کے تاثرات اُبھر آئے۔

" آپ خود ہی تو فرما رہے تھے کہ بیٹا باپ کے اُلٹ ہوتا ہے۔ آپ نے سینہ ملایا ہے تو......" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔ اور سر نعمت علی اور نعیم دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

" اوہ ——— تم واقعی دلچسپ نوجوان ہو۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ اب تک تم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آؤ اندر چلتے ہیں۔" سر نعمت علی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" آپ کی نہیں میری بدقسمتی ہے جناب۔ ابھی تک میری پسلیاں دُکھ رہی ہیں اور دو چار بار ملنے کے بعد تو مجھے کسی ہڈی جوڑ کو باقاعدہ ملازمت پر ساتھ رکھنا پڑتا۔" عمران نے کہا اور سر نعمت علی ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ حالانکہ وہ عام طور پر بے حد سنجیدہ اور خشک مزاج آدمی تھے۔ لیکن یہ عمران تھا جس سے مل کر وہ اس وقت بچّوں کی طرح مسلسل کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔

" وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں آٹھ دس افراد موجود تھے اور عمران ان میں موجود فلائی کیسنو والے ڈان فلاچر کو دیکھ کر بُری طرح چونک پڑا۔ سر نعمت علی نے سب سے باری باری عمران کا تعارف کرایا۔ اور ساتھ ہی وہ وہاں موجود مہمانوں کا بھی تعارف کرا رہا تھا۔

" میں ان سے پہلے مل چکا ہوں لیکن اس وقت یہ ڈیلی نیوز کے رپورٹر تھے۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ سنٹرل انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کے صاحبزادے ہیں۔" ڈان فلاچر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں شدید طنز تھا۔

"ڈائریکٹر جنرل میرے والد ہیں پھر اوہ سوری شنگچر۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے فلاچر صاحب ——— میں تو واقعی صحافی ہوں"۔ عمران نے کہا۔ اور سر نعمت علی مسکرا دیئے۔

"اوہ۔ اچھا ——— میں سمجھ گیا۔ آئی ایم سوری مسٹر عمران۔ لیکن آپ نے اپنا نام تو پرنس بتایا تھا"۔ ڈان فلاچر نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پرنس میرا قلمی نام ہے۔ صحافتی نام سمجھ لیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر وہ ڈان فلاچر کے ساتھ خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر نعمت علی اور اس کا لڑکا شاید کسی اور مہمان کی آمد کی خبر سن کر گیٹ کی طرف جا چکے تھے۔

"آپ کے ساتھ وہ مسٹر جوانا تھے۔ وہ نہیں آئے ساتھ"۔ ڈان فلاچر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جوانا ——— اوہ نہیں۔ وہ تو مجھے راستے میں ملے تھے۔ میں چونکہ پہلی بار کیسنو جا رہا تھا۔ اس لئے مجھے راستہ معلوم نہ تھا۔ ان سے راستہ پوچھا تو وہ راہنمائی کے لئے ساتھ چل پڑے ——— کیوں کیا بات ہوئی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر جوانا غضب کے کھلاڑی ہیں۔ میری بھی آدھی سے زیادہ عمر کیسنو میں کھیلتے ہوئے گزری ہے لیکن انہوں نے نہ صرف میری جیتی ہوئی رقم حاصل کر لی بلکہ ایک لحاظ سے مجھے مکمل طور پر قلاش کر دیا۔ اٹھاسی لاکھ روپے جیتے تھے اس رات انہوں نے"۔ ڈان فلاچر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"دراصل آدھی کا فرق پڑ گیا ہوگا۔ آپ کی آدھی عمر گزری ہے۔ اس کی

ساری عمر گزر گئی ہوگی۔ آپ کو تو بڑی پریشانی ہوئی ہوگی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جوئے میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے۔ اس کا تو مجھے فکر نہ تھا لیکن اس طرح مجبوراً مجھے براہ راست یہاں روشن جنگل آنا پڑا۔ حالانکہ میرے پروگرام میں پورے پاکیشیا میں موجود جنگلوں کا سروے شامل تھا۔ اور میں وہاں رکا ہوا بھی اس لئے تھا کہ دو تین روز تک مکمل معلومات حاصل کر کے سروے شروع کر دوں گا۔ لیکن رقم ختم ہو جانے کے بعد میں نے باقی پروگرام ڈراپ کر دیا اور یہاں آ گیا۔ بہرحال یہ روشن جنگل پاکیشیا کا مین جنگل ہے۔ حالانکہ مجھے یہاں آئے ہوئے دو روز ہو گئے ہیں لیکن ابھی میں اس کا صرف معمولی سا حصہ دیکھ سکا ہوں"۔ ڈان فلاچر نے کہا۔

"سر نعمت علی تو آپ کے پرانے واقف کار ہوں گے۔ آخر آپ دونوں کا تعلق جنگل سے ہی ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں ——— پہلی بار ملاقات ہوئی ہے۔ ان کے دوست ہیں مسٹر رابرٹ بلومر ——— ایکریمیا کی فارسٹ یونیورسٹی کے ڈین ہیں۔ ان سے میرے پرانے قریبی تعلقات ہیں۔ انہوں نے سر نعمت علی کو فون کیا تھا۔ ویسے سر نعمت علی بیحد نفیس انسان ہیں۔ میں ان سے بیحد متاثر ہوا ہوں۔ ان کی صاحبزادی مس نشاط تو بے حد چنچل اور شوخ مزاج کی ہیں۔ ان کی معیت میں جنگل کی سیر کرتے ہوئے واقعی لطف آ جاتا ہے۔ سر نعمت علی اور ان کے صاحبزادے چونکہ بے حد مصروف رہتے ہیں اس لئے سیر کے لئے مس نشاط میرے ساتھ چلی جاتی ہیں"۔ ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ تو خود جنگلات کے مالک ہیں آپ کے لئے تو جنگل کوئی

سیرگاہ نہیں ہو سکتی۔" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے صرف سیر کا لفظ کہا ہے کیونکہ جس کا تعلق جنگل لائن سے نہ ہو اس کے لئے یہ سیر ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ دراصل یہاں پائے جانے والے درخت ان کی دیکھ بھال کے انتظامات، آگ بجھانے کے انتظامات اور خاص طور پر پرورش جنگل میں قیمتی جڑی بوٹیوں کی کاشت وغیرہ کے مطالعے کے لئے آیا ہوں اور یہی مطالعہ کر رہا ہوں۔" ڈان فلاچر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے سر ہلا دیا۔

اسی لمحے مہمانوں کو کھانے کی میز پر آنے کی دعوت دی گئی اور وہ سب نعیم کی رہنمائی میں ایک دوسرے کمرے میں پہنچے۔ جہاں لمبی چوڑی میز پر سنیکس اور چائے کا انتظام تھا۔ اور وہ سب اس دعوت میں شریک ہو گئے۔

"انکل ــــ کبھی مجھے بھی جنگل کی سیر کرا دیں۔ مجھے بڑا شوق ہے درختوں سے لٹکی ہوئی بیلوں کو پکڑ کر جھولتے ہوئے سفر کرنے میں، خونخوار شیروں کے جبڑے چیرنے اور ریچھ کے بھیڑیوں کے غولوں سے لڑنے کا۔ آپ تو یہ سب کچھ کرتے ہی رہتے ہوں گے۔" عمران نے چائے پیتے ہوئے پاس کھڑے سر نعمت علی سے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔ اور سر نعمت کے ساتھ ساتھ اردگرد کھڑے ہوئے باقی مہمان بھی عمران کی بات سن کر ہنس پڑے۔

"تو تم مجھے ٹارزن ٹائپ کی کوئی چیز سمجھ رہے ہو۔ یہ جنگل وہ ٹارزن والا جنگل نہیں ہے۔ یہ تو عمارتی لکڑی کا خود ساختہ جنگل ہے۔ یہاں نہ تو درختوں کے ساتھ بیلیں لٹکی ہوتی ہیں اور نہ خوفناک درندے پائے جاتے ہیں ہاں البتہ یہاں شہد کی مکھیوں کے چھتے تمہیں ہر جگہ موجود نظر آئیں گے۔ کیونکہ یہ بھی ہماری منصوبہ بندی کا ایک حصہ ہے۔" سر نعمت علی نے کسی استاد کی طرح سمجھاتے ہوئے کہا۔

"شہد کی مکھیوں کے چھتے۔ اوہ۔ پھر تو آپ خالص شہد کا ناشتہ کرتے ہوں گے۔ میں نے ٹارزن کی کہانیاں پڑھی ہیں۔ اسے صبح صبح اس کا دوست منکو بندر شہد کے چھتے اور سیب لا کر دیتا ہے اور ٹارزن چھتے کو نچوڑ کر شہد پیتا ہے اور پھر سیب کھا کر ناشتہ کرتا ہے۔" عمران نے واقعی بچوں کے انداز میں کہا۔ اور سر نعمت علی ہنس پڑے۔

"شہد تو یہاں ٹنوں کے حساب سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ سرکاری مال ہے۔ اس کے ایک ایک قطرے کا حساب رکھا جاتا ہے۔ ویسے ہمیں سرکاری طور پر شہد کا باقاعدہ کوٹہ ملتا ہے۔ اس لئے تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری کار کی ڈگی میں شہد کے دو تین ٹین رکھوا دوں گا۔" سر نعمت علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ چاند ــــ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے مون..... عمران نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مون ــــ کیا مطلب ــــ میں سمجھا نہیں۔" سر نعمت علی واقعی عمران کی بات نہ سمجھ سکے تھے۔ کیونکہ ان کے چہرے پر استعجاب کے تاثرات نمایاں تھے۔

"وہ ــــ بہرحال آپ کی عمر نہیں رہی اسے سمجھنے کی۔ میرا خیال ہے نعیم صاحب سمجھ جائیں گے۔ کیوں نعیم صاحب۔ ہنی کے ساتھ وہ چاند۔ میرا مطلب ہے مون۔ آپ شاید سمجھ جائیں۔" عمران نے پاس کھڑے ہوئے نعیم سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور اس بار سر نعمت علی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"اوہ ــــ تم واقعی بے حد شریر ہو۔ ہنی تو میں دے سکتا ہوں لیکن مون

کا انتظام تمہارے ڈیڈی کو کرنا پڑے گا۔" سر نعمت علی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ڈیڈی ——— اوہ۔ وہ تو شاید خود ہنی کے انتظار میں ہیں۔ پلیز آپ انہیں شہد میرا مطلب ہے ہنی نہ بھجوا دیں ورنہ اماں بی نے قیامت برپا کر دینی ہے۔" عمران نے پریشان سے لہجے میں کہا۔ اور سر نعمت علی نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ کہ ہال میں موجود سارے مہمان حیران ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور سر نعمت علی شرمندہ سے ہو کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئے لیکن ہنسی اب بھی ان سے نہ رکی جا رہی تھی۔

عمران ان کی حالت پر بے اختیار مسکرا دیا۔

" عمران صاحب! آپ نے تھوڑی ہی دیر میں ابو کو اس قدر ہنسا دیا ہے کہ شاید وہ پورے سال میں اتنا نہ ہنسے ہوں گے۔" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" لیکن آپ ابھی ٹرائی نہ کیجئے گا۔ ورنہ میری طرح کوٹھی سے بیدخل ہو کر دوست کے فلیٹ میں رہنا پڑ جائے گا۔" عمران نے کہا اور نعیم ہنس پڑا۔

" تو انکل نے آپ کو گھر سے نکالا ہوا ہے۔ حالانکہ میرا خیال ہے آپ کی موجودگی سے گھر واقعی کشت زعفران بنا رہتا ہو گا۔" نعیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کشت شاید کھیت کو کہتے ہیں۔" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

" ہاں۔ کیوں ——— یہ تو محاورہ ہے۔" نعیم نے چونک کر جواب دیا۔

" دراصل آپ کا اور آپ کی فیملی کا تعلق چونکہ درختوں اور پودوں سے ہے۔ اس لئے یہاں تو کشت وغیرہ چل سکتا ہے لیکن ہمارے ہاں تو اور

سلسلہ ہے۔ ڈیڈی خالص چنگیزی خون کے حامل ہیں اور اماں بی خالص پٹھانی اس لئے وہاں تو زیر کی بجائے پیش زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اگر خون بھی لگ جائے تو بات مکمل ہو جائے گی۔ آخر دونوں ہی خونخوار نسلوں کے نمائندے ہیں۔" عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔ اور نعیم حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔ وہ شاید عمران کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" اوہ ——— زیر پیش یعنی کِشت کی بجائے کُشت و خون۔ اوہ اچھا اچھا۔ اب میں سمجھ گیا۔ نعیم نے بھی سر نعمت علی کی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور عمران اس کے قہقہہ لگاتے ہی مڑنے لگا۔

" ارے کیا ہوا ——— آپ کہاں جا رہے ہیں۔" نعیم نے زبردستی اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

" آپ بھی ظاہر ہے اب سر نعمت علی کی طرح باتھ روم ہی جائیں گے۔" عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا اور اس بار واقعی نعیم کو بھی پاگلوں کے سے انداز میں ہنستے ہوئے باتھ روم کی طرف بھاگنا پڑا۔

لینڈ روور جیپ انتہائی تیز رفتاری سے روش جنگل کے ایک دور دراز حصے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے سر نعمت علی کے چہرے پر شدید سنجیدگی کے آثار پھیلے ہوئے تھے عقبی سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ڈاکٹر الطاف تھے۔ ایلون ہنڈرڈ سیکٹر کے انچارج۔

"یہ کیسے ممکن ہے الطاف صاحب —— میری تو سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی"۔ سر نعمت علی نے مڑ کر پیچھے بیٹھے ہوئے تقریباً نیم گنجے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر —— واقعی بات نہ سمجھ میں آنے والی ہے۔ لیکن میں نے صرف رپورٹ پر ہی انحصار نہیں کیا۔ میں نے خود بھی موقع پر جا کر دیکھا ہے۔ آپ چل رہے ہیں دیکھ لیجئے گا۔" الطاف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور سر نعمت علی نے ہونٹ بھینچ لئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

انہوں نے وہ فائل کھولی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ جیسے جیسے وہ فائل پڑھتے جا رہے تھے۔ ویسے ویسے ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"نہیں —— ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط رپورٹ ہے"۔ سر نعمت علی نے انتہائی غصیلے انداز میں فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

"آپ خود دیکھ لیجئے گا سر"۔ ڈاکٹر الطاف نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک جنگل کے مختلف حصوں میں گھومتی ہوئی جب جیپ ایک موڑ مڑی، ڈرائیور نے بریک لگا دی۔ اور پھر سر نعمت علی جیپ میں بیٹھے بیٹھے اس طرح ساکت ہو گئے جیسے وہ انسان کی بجائے پتھر کا مجسمہ بن گئے ہوں۔

ونڈ سکرین میں سے ان کی نظریں سامنے جنگل کے ایک وسیع حصے پر جمی ہوئی تھیں۔ تقریباً بیس ہزار کے قریب درخت ہوں گے لیکن اس وقت ان درختوں کی حالت انتہائی خراب نظر آ رہی تھی۔ وہ بری طرح ٹیڑھے میڑھے سے ہو گئے تھے۔

یہ انتہائی قیمتی لکڑی کے درخت تھے۔ لیکن ٹیڑھے میڑھے ہو جانے کی وجہ سے بیکار ہو کر رہ گئے تھے۔

"اوہ —— اوہ۔ ناممکن —— قطعی ناممکن"۔ سر نعمت علی نے بڑبڑانے کے سے انداز میں کہا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر جیپ سے اترے اور دوڑتے ہوئے اس حصے کی طرف بڑھ گئے۔ زمین پر پتوں کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے درختوں پر موجود سارے پتے کسی نے اچانک نوچ کر اکٹھے ہی نیچے پھینک دیئے ہوں۔ سر نعمت علی نے چند پتے اٹھائے

اور انہیں غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

پتے بالکل تازہ اور ہرے بھرے تھے اور ان پر کوئی کیڑا بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ ان کا وہ حصہ جو ٹہنی کے ساتھ منسلک ہوتا ہے بالکل صحت مند اور تازہ تھا۔ انہوں نے چند اور پتے اٹھائے اور انہیں چیک کرنا شروع کر دیا لیکن سارے پتے مکمل طور پر صحت مند تھے۔

سر نعمت علی ہونٹ چباتے ہوئے ایک درخت کی طرف بڑھے۔ انہوں نے اس کی چھال کا ایک حصہ توڑا۔ چھال اور درخت کا تنا بالکل صاف اور صحت مند تھا۔ درخت کے تنے کے بیرونی ریشے بھی بالکل تازہ اور صحت مند تھے۔

"آخر ہوا کیا ——— ؟ پتے کیسے گرے اور یہ درخت ٹیڑھے میڑھے کیوں ہو گئے۔ اس قدر تناور اور بلند و بالا درختوں کا اس طرح ٹیڑھا میڑھا ہو جانا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میں کسی جادو کے جزیرے میں آ گیا ہوں۔" سر نعمت علی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ان کی ساری ذہانت اس وقت انہیں قطعی بیکار نظر آ رہی تھی۔ درختوں کی یہ حالت تو انہوں نے کسی کتاب میں بھی نہ پڑھی تھی۔ اور نہ ہی کبھی کسی سے سنا تھا۔

"ایک درخت کو کاٹ کر نیچے گرائیں تاکہ اس کے تنے کا اندرونی تجزیہ کیا جا سکے۔" سر نعمت علی نے پیچھے پلٹتے ہوئے کہا۔

"یس سر ——— میں تو پہلے ہی یہی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سر! درخت آپ کے حکم کے بغیر کاٹا نہ جا سکتا تھا۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔" الطاف نے کہا اور پھر تیزی سے جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

سر نعمت علی آگے بڑھ گئے۔ وہ پتوں کے ڈھیر پر چلتے ہوئے غور سے

ایک ایک درخت کی حالت دیکھ رہے تھے۔ لیکن سوائے اس کے کہ تمام درختوں کے پتے گر چکے تھے اور وہ بری طرح ٹیڑھے میڑھے ہو کر ایک دوسرے میں گھس گئے تھے۔ اور درختوں کو کچھ نہ ہوا تھا۔ ان کے تنے، کھال اور ٹہنیاں سب پوری طرح صحت مند اور ترو تازہ نظر آ رہی تھیں۔ لیکن سر نعمت علی جانتے تھے کہ اس طرح ٹیڑھا میڑھا ہو جانے کے بعد اب یہ درخت عمارتی لکڑی کے طور پر کام نہیں آ سکتے تھے۔

وہ مسلسل آگے بڑھتے جا رہے تھے اور غور سے درختوں کو دیکھتے جا رہے تھے۔ لیکن کسی بھی درخت پر انہیں کوئی خلاف معمول بات نظر نہیں آئی تھی۔

وہ سڑک سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اور پھر ایک جگہ وہ ایک خیال کے آتے ہی چونک کر رک گئے۔ انہوں نے ایک درخت کی جڑ کے قریب موجود پتوں کے ڈھیر کو ہٹانا شروع کر دیا۔

پتے ہٹنے کے بعد جب زمین نظر آنے لگی تو انہوں نے جیب سے ایک چھوٹا سا چاقو نما آلہ نکالا جس کا پھل درمیان میں سے چمچے کی طرح دبا ہوا تھا لیکن سائیڈیں اور آگے کا سرا بلیڈ کی طرح تیز تھا۔ یہ پھل دستے کے اندر بند تھا۔ لیکن سر نعمت علی نے دستے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا کر پھل باہر نکالا اور پھر اس سے انہوں نے تنے کے قریب جڑوں سے مٹی کھودنی شروع کر دی۔

اس مخصوص آلے کی مدد سے انہوں نے انتہائی جلدی کافی جگہ کھود لی اور ایک جڑ نظر آنے لگی۔ انہوں نے آلے کی مدد سے جڑ کا ایک خاصا بڑا ٹکڑا کاٹا اور پھر کھڑے ہو کر انہوں نے اس جڑ کو چھیلنا شروع کر دیا۔ لیکن

ساری جڑ کا آپریشن کر لینے کے باوجود انہیں کوئی بات خلافِ معمول نظر نہ آئی۔ نہ جڑ میں کوئی کیڑا تھا۔ نہ جڑ کے اندر کسی بیماری کے کوئی آثار نظر آرہے تھے۔ جڑ بالکل تندرست تھی۔ سر نعمت علی کا ذہن اب واقعی ماؤف سا ہونے لگ گیا تھا۔

انہوں نے جڑ کا ٹکڑہ پھینکا۔ آلے کا بٹن پریس کر کے اس کا پھل انہوں نے واپس دستے میں بند کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر وہ آگے بڑھ گئے۔ اور پھر تقریباً ایک گھنٹے تک سارے متاثرہ حصے کا جائزہ لے کر وہ جب واپس اس جگہ پہنچے جہاں ڈاکٹر الطاف موجود تھے۔ تو انہوں نے وہاں ایک درخت کو زمین پر گرے ہوئے دیکھا۔ درخت کے تنے کو جڑ کے قریب سے کاٹا گیا تھا۔

"سر — کوئی خلافِ معمول بات نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیجیے"۔ ڈاکٹر الطاف نے سر نعمت علی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور سر نعمت علی خاموشی سے درخت کے تنے کے کٹے ہوئے حصے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ حصہ بالکل ٹھیک اور صحت مند نظر آرہا تھا۔ سر نعمت علی آگے بڑھے اور انہوں نے اس کے اس حصے کو جو ابھی تک زمین میں موجود تھا، غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ حصہ بھی بالکل صحت مند تھا۔ سر نعمت علی نے ایک انگلی کی مدد سے درمیانی حصے کو دبایا تو وہ بری طرح اُچھل پڑے۔ انگلی اس طرح اندر دب گئی تھی جیسے وہ حصہ درخت کی بجائے فوم کا بنا ہوا ہو۔

"یہ کیا — ؟" سر نعمت علی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے انگلی کو اور زیادہ دبایا۔ دوسرے لمحے ان کی انگلی اندر کافی گہرائی تک دبتی چلی گئی۔ درخت کا اندرونی حصہ بظاہر تو سخت نظر آرہا تھا لیکن

وہ نرم ہو کر بالکل فوم کی طرح بن گیا تھا۔

سر نعمت علی تیزی سے مڑے اور پھر زمین پر پڑے ہوئے درخت کی طرف بڑھ گئے۔ یہاں بھی انہوں نے اسی طرح درخت کے درمیانی حصے میں اُنگلی رکھ کر دبایا تو ان کی اُنگلی اندر دبتی چلی گئی۔

"کک — کک — کیا مطلب سر۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ درخت کا اندرونی حصہ اتنا نرم کیسے ہو گیا۔" ڈاکٹر الطاف نے ایسی انداز میں چیختے ہوئے کہا جیسے اس نے اچانک کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔

"یہ کوئی نئی بیماری لگتی ہے ڈاکٹر الطاف — اور اب ان درختوں کے ٹیڑھے میڑھے ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی ہے۔ ان کا اندرونی حصہ کسی پُر اسرار بیماری کی وجہ سے یکلخت نرم ہو گیا ہے اور اس نرم ہونے کی وجہ سے ہی درختوں کی مخصوص سختی ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ ٹیڑھے میڑھے ہو گئے ہیں۔ اور اُن کے پتے بھی جھڑ گئے ہیں۔" سر نعمت علی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر یہ بیماری کیسی۔ کل شام تک تو یہ بالکل صحیح سلامت تھے۔ کل ہی میں نے ان کے نمبرز چیک کرنے کے لئے اس سیکٹر کا دورہ کیا ہے۔ پھر راتوں رات یہ بیماری کیسے لگ گئی۔" ڈاکٹر الطاف نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بات اس کے حلق سے نہ اُتر رہی ہو۔

"آپ اس درخت کا ایک کٹا ہوا پیس فوراً ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھجوائیں۔ اور یہ تمام درخت گرا کر اس جگہ کو اچھی طرح کھُدوائیں اور مٹی کی اندرونی تہوں کی رپورٹ بھی تیار کریں۔ اور ساتھ ہی مختلف جگہوں سے مٹی کے نمونے بھی تجزیے کے لئے بھجوائیں۔ میں خود اپنی نگرانی میں اس پُر اسرار بیماری

پر ریسرچ کراتا ہوں۔ کیونکہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ اگر فوری طور پر اس خوفناک بیماری کا سدباب نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے پورا جنگل ہی تباہ ہو جائے اور جنگل کی تباہی ہمارے ملک کی معیشت کی تباہی ہو گی۔ ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا ملک کو۔ اس لئے سب کچھ ہنگامی بنیادوں پر ہونا چاہیئے۔ تاکہ ملک کی اس قیمتی ترین دولت کو تباہ ہونے سے بچایا جائے۔ ہری اپ پلیز"
سر نعمت علی نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــــ" ڈاکٹر الطاف نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور سر نعمت علی تیز تیز قدم اٹھاتے واپس جیپ کی طرف چل پڑے۔ اور چند لمحوں بعد ان کی جیپ تیز رفتاری سے واپس ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

عمران نے کار فائیو سٹار ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور پھر اسے سیدھا کار پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ تقریباً ہر ماڈل اور ہر رنگ کی چھوٹی بڑی کاروں سے بھری ہوئی تھی۔ عمران کو بڑی مشکل سے ایک جگہ ملی۔ اور پھر اس نے کار وہاں پارک کی اور پھر اس نے نیچے اتر کر کار لاک کی، اور انگریزی دھن میں سیٹی بجاتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

آج وہ سوپر فیاض کی طرف سے ڈنر پر مدعو تھا۔ عمران کئی دنوں سے سوپر فیاض کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ وہ اسے ڈنر کی دعوت دے لیکن فیاض آجکل اس معاملے میں بے حد سخت ہو گیا تھا۔ وہ ہر بار ٹال جاتا بلکہ کئی بار تو اس نے صاف جواب دے دیا تھا۔ اور عمران نے گو اسے ہر قسم کا چکر دینے اور ہر قسم کی دھمکیاں دینے کی بھی کوشش کی لیکن فیاض واقعی ڈھیٹ بن گیا تھا۔

لیکن ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے شکست کھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس لئے وہ آج دوپہر فیاض کے گھر پہنچ گیا اور پھر اس نے فیاض

کی بیوی سلمیٰ کو ایسی پٹی پڑھائی کہ سلمیٰ نے وعدہ کر لیا کہ وہ رات آٹھ بجے ہوٹل فائیو سٹار میں فیاض کو لے کر ضرور پہنچے گی۔ اور اسے مجبور کر دے گی کہ عمران بھائی کو شاندار ڈنر کھلائے۔

اور عمران جانتا تھا کہ آج فیاض کو تو ڈنر کھلانا ہی پڑے گا۔ اور وہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ ڈنر کے وقت وہ سلمیٰ بھابی کو اس حد تک اکسائے گا کہ فیاض کو جان بخشوانی مشکل ہو جائے گی۔ اس طرح آئندہ اُسے کبھی جرأت نہ ہو گی کہ وہ عمران کو ڈنر کھلانے سے انکار کر سکے۔

عمران اس لئے پہلے آ گیا تھا تاکہ اپنی مرضی کی سیٹ حاصل کر سکے۔ کیونکہ اس نے سلمیٰ بھابی کو بڑی مشکل سے اس ہوٹل میں آنے پر رضامند کیا تھا۔ سلمیٰ گھریلو ٹائپ کی خاتون تھی اس لئے وہ ہوٹلوں میں جانے سے کتراتی تھی لیکن ظاہر ہے جب عمران کوئی بات طے کرے تو پھر ناممکن بھی ممکن ہو جاتا تھا۔ لیکن عمران چاہتا تھا کہ کوئی ایسی سیٹ حاصل کرے جو الگ تھلگ کونے میں ہو تاکہ سلمیٰ بھابی اطمینان اور سکون سے نہ صرف ڈنر کھا سکے بلکہ فیاض کے ذہن پر چڑھی ہوئی گرد بھی صاف کر سکے۔ اس کے جسم پر بھی سلیقے کا لباس تھا۔

ہال میں ابھی کچھ زیادہ رش نہ تھا کیونکہ ڈنر کے وقت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ ہوٹل فائیو سٹار ـــ میں چونکہ وہ اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس لئے یہاں کا عملہ اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے فون پر سیٹ ریزرو کرانے کا نہ سوچا تھا اور دوسری بات یہ کہ وہ خود ہال میں موجود سیٹوں کو دیکھ کر سیٹ ریزرو کرانا چاہتا تھا۔

" اوہ۔ عمران صاحب آپ " کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی ایک قدرے موٹی

سی لڑکی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

" جی بیگم صاحبہ میں " عمران نے بادشاہ کے درباریوں کی طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔ اور لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

" میں آپ کی بیگم کیسے ہو گئی عمران صاحب " لڑکی نے بڑی بے باکی سے کہا۔ ہوٹلوں میں ملازمت کرنے والی لڑکیوں کی تربیت ہی اس انداز میں کی جاتی ہے کہ وہ بے باکی میں مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہیں۔

" جس طرح میں تمہارا صاحب ہو گیا ہوں " عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور لڑکی ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

لیکن اسی لمحے فون آ گیا اور لڑکی نے ہنسنا چھوڑ کر رسیور اٹھا لیا اور باتوں میں مصروف ہو گئی۔ عمران کاؤنٹر کے ساتھ پشت لگا کر سیٹوں کی سٹنگ دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے ایک انتہائی کونے میں ایک میز منتخب کر لی۔

" آپ فرمائیں میں کیا خدمت کر سکتی ہوں " لڑکی نے رسیور رکھ کر مسکراتے ہوئے دوبارہ عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ذرا لسٹ دکھایئے " عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" لسٹ ـــ کیسی لسٹ ؟ " لڑکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

" خدمات کی لسٹ ـــ تاکہ میں ان میں سے اپنی مرضی کی خدمات منتخب کر سکوں۔ ہو سکتا ہے میں کہوں کہ آپ میرے سر پر چنبیلی مالش کریں اور آپ کہیں سوری! یہ خدمت تو لسٹ میں درج نہیں۔ میں کہوں کہ آپ میرے پیر دھو کر پیئیں۔ آپ کہیں لسٹ میں شامل نہیں ہے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور لڑکی ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

" لسٹ میں ہو یا نہ ہو میں کسی بھی خدمت سے انکار نہ کروں گی آپ

"حکم فرمائیں۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے عجیب سی نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور عمران بے اختیار سر کھجانے لگا۔

"فی الحال وہ کونے والی سیٹ ڈنر کے لئے ریزرو کر دیجئے۔" عمران نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"کونے والی سیٹ۔ کون سی وہ نیلے کھمبے کے پاس۔" لڑکی نے چونک کر ہال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پاس نہیں۔ اس سے تیسری سیٹ۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اچھا۔ پچیس نمبر، وہی جس کے ساتھ والی سیٹ پر اب دو صاحب بیٹھ رہے ہیں۔" لڑکی نے کہا اور عمران نے دیکھا تو واقعی اس سیٹ سے ملحقہ سیٹ پر دو موٹی توندوں والے آدمی بیٹھ رہے تھے۔

"ہاں ــــ وہی۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس کا نمبر اٹھائیس ہے۔ ایک منٹ۔" لڑکی نے کہا اور پھر اس نے کاؤنٹر کے نیچے سے دو کارڈ نکالے اور ان پر اندراجات میں مصروف ہو گئی۔

"آپ کے نام ریزرویشن کرنی ہے۔" لڑکی نے نمبر اور تاریخ وغیرہ درج کرنے کے بعد پوچھا۔

"جی نہیں ــــ ابھی میں اتنا امیر نہیں ہوا کہ ہوٹل فائیو سٹار میں سیٹ ریزرو کرا سکوں۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلیجنس کے نام کر دیں وہ اپنی بیگم کے ہمراہ ڈنر کھانے تشریف لا رہے ہیں۔ اور انہوں نے مہربانی کرتے ہوئے مجھے بھی لیموں نچوڑنے کی اجازت دے دی ہے۔" عمران کی زبان چل پڑی۔

"لیموں نچوڑنے کا کیا مطلب؟" لڑکی نے فیاض کا نام لکھتے لکھتے چونک کر حیرت سے پوچھا۔

"یہ بڑی دردناک کہانی ہے۔ ایک صاحب میری طرح مفلس تھے، لیکن ان کے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کی طرح طبقۂ امرا سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن وہ صاحب خوددار بھی بہت تھے۔ اس لئے اپنے امرا دوستوں سے یہ بھی نہ کہہ سکتے تھے کہ وہ ان کی امداد کریں تاکہ وہ اپنی بھوک مٹا سکیں۔ اس کا انہوں نے بڑا ذہانت بھرا حل نکالا۔ وہ لیموں خرید کر جیب میں رکھ لیتے۔ اور پھر عین اس وقت اپنے کسی امیر دوست کے پاس پہنچ جاتے، جب وہ لنچ یا ڈنر کر رہے ہوتے۔ اور جاتے ہی وہ لیموں نکالتے، اسے کاٹتے اور ان کے کھانے میں یہ کہہ کر نچوڑ دیتے کہ صاحب! جب تک لیموں نہ نچوڑا جائے سالن کا کیا مزہ۔ اس پر ظاہر ہے ان کے امیر دوست وضع داری کی خاطر انہیں بھی کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دے دیتے اور وہ اطمینان سے اپنی خودداری قائم رکھتے ہوئے کھانا تناول فرما لیتے۔" عمران نے جواب دیا تو لڑکی کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔

"تو آپ آج لیموں خرید لائے ہیں۔" لڑکی نے بری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"خریدنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہوٹل فائیو سٹار کے کاؤنٹر پر بیٹھنے والے لیموں مل جاتے ہیں۔ رس بھرے کاغذی لیموں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی کی صحت مندی پر طنز کرتے ہوئے کہا۔

اور لڑکی نے ہلکی سی ہنسی ہنستے ہوئے جلدی سے ریزرویشن سلپ عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے مسکراتے ہوئے سلپ اس کے ہاتھ سے لی اور سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی نے ریزرویشن کارڈ ساتھ کھڑے

سپر دائزر کی طرف بڑھا دیا۔ جو انتہائی تیز رفتاری سے چلتا ہوا عمران سے بھی پہلے سیٹ پر پہنچا اور وہاں ریزرویشن سلپ لگادی۔

عمران مسکراتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جناب! آپ ڈنر سے پہلے کیا شوق فرمائیں گے" قریب کھڑے ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"تم شاید فیاض کے دوستوں میں سے ہو" عمران نے منہ بنا کر ویٹر سے پوچھا۔

"جج۔ جی۔ میں تو ویٹر ہوں۔ خادم ہوں۔ فیاض صاحب تو بہت بڑے افسر ہیں" ویٹر نے بُری طرح بوکھلا کر کہا۔

"چلو دوست نہیں تو ہمدرد ضرور ہو۔ تمہارا مطلب ہے میں ڈنر سے پہلے چائے وغیرہ پی لوں تاکہ میری بھوک ختم ہو جائے تاکہ فیاض کا بل کم آئے۔ یہی بات ہے ناں۔" عمران نے کہا اور ویٹر مسکرا دیا۔ ظاہر ہے وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔

"ہاضمے والا چورن لے آؤ" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ویٹر مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

"اب کیا کیا جائے سیٹھ باؤ۔ آرڈر تو سپلائی کرنا ہی ہے۔ اس لئے باہر سے لکڑی منگوانی پڑی ہے۔ روشن جنگل کیا تباہ ہوا، میرا بزنس تباہ ہو گیا ہے۔" عمران کے کان میں ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے موٹی توندوں والوں میں سے ایک کی آواز پڑی۔ اور عمران روشن جنگل کی تباہی کے الفاظ سُن کر بُری طرح چونک پڑا۔

"میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی سیٹھ اسلم۔ اتنا بڑا جنگل کیسے

تباہ ہو سکتا ہے۔ کیا حکومت نے کچھ نہیں کیا۔ یہ تو ملک کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑا ہوگا۔" دوسرے آدمی نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"حکومت کیا کر رہی ہے کیا نہیں۔ اس کا تو مجھے علم نہیں۔ لیکن میں تو تباہ ہو گیا ہوں۔ جب میں نے سپلائی کا ٹھیکہ لیا تو لکڑی کا ریٹ بہت کم تھا۔ کیونکہ ساری لکڑی روشن جنگل سے سپلائی ہوتی تھی۔ لیکن اب جب میں نے خریداری شروع کی تو لکڑی کا ریٹ یکلخت آسمان پر پہنچ گیا۔ کیونکہ روشن جنگل پُراسرار طور پر تباہ ہو گیا۔ اور اب لکڑی کافرستان سے درآمد کرنا پڑ رہی ہے۔ اور میں ہی تباہ نہیں ہوا۔ لکڑی کے کاروبار سے منسلک ہر آدمی تباہ ہو گیا ہے۔ اور ملک کے ساتھ تو ظاہر ہے بہت کچھ ہو رہا ہوگا۔ اب ظاہر ہے ملک میں تعمیرات تو بند نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے حکومت کو اربوں روپے کا زرمبادلہ خرچ کر کے کافرستان سے لکڑی منگوانی پڑ رہی ہے۔ ایک اعلیٰ افسر مجھے بتا رہا تھا کہ روشن جنگل کی تباہی کا ملک کو اس قدر نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ لکڑی سے کاغذ بنتا تھا۔ لکڑی سے بے شمار مصنوعات تیار ہوتی تھیں۔ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے" سیٹھ باؤ نامی آدمی نے کہا۔

"لیکن سیٹھ باؤ تباہی ہوئی کیسے۔ کیا آگ لگ گئی ہے" دوسرے آدمی سیٹھ اسلم نے کہا۔

"نہیں۔ وہاں آگ بجھانے کا تو زبردست انتظام تھا۔ سُنا ہے کوئی پُراسرار بیماری پھیل گئی ہے جنگل میں۔ اور سارے جنگل کی لکڑی ناکارہ ہو گئی ہے" سیٹھ باؤ نے جواب دیا۔

ان کی باتیں سُن کر عمران کے کان سائیں سائیں کرنے لگ گئے۔

وہ چونکہ سر نعمت علی سے مل آیا تھا اور سالگرہ کے بعد سر نعمت علی اسے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی لے گئے تھے۔ اور اپنے ہیڈ کوارٹر بھی اور عمران نے وہاں کے انتظامات میں گہری دلچسپی لی تھی۔ کیونکہ یہ مضمون اس کے لئے واقعی نیا اور دلچسپ تھا۔ اس سے پہلے اس نے اس پر مضامین تو پڑھے تھے مگر زیادہ گہرائی میں اس کا مطالعہ کبھی نہ کیا تھا۔

لیکن سر نعمت علی کے بتانے اور ریسرچ ادارے میں ہونے والی تحقیقات کی تفصیل سننے کے علاوہ جب اس نے سر نعمت علی کے ساتھ جنگل کے ایک حصے کی سیر کی اور وہاں آگ بجھانے اور ضرر رساں کیڑوں سے جنگل کو بچانے کے انتظامات دیکھے تو وہ واقعی بے حد متاثر ہوا تھا۔ لیکن اب یہ سیٹھ بتا رہے تھے کہ روشن جنگل کسی بیماری کی وجہ سے تباہ ہو چکا ہے اور اب ان کی باتیں سن کر اسے احساس ہو رہا تھا کہ واقعی روشن جنگل کی تباہی سے ملک کی معیشت کو کتنا بڑا دھچکا لگا ہوگا۔

ظاہر ہے اربوں روپے لکڑی کی درآمد پہ خرچ کرنے سے ملک کے بے شمار ترقیاتی منصوبے مجبوراً رکنے پڑے ہوں گے۔ اور لکڑی کے مہنگا ہونے کی وجہ سے اس سے منسلکہ ہر چیز کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ملک نہ صرف خوفناک مہنگائی کی لپیٹ میں آجائے گا۔ بلکہ لکڑی کی صنعت اور کاغذ کے کارخانے بند ہو جانے سے بے روزگاری بڑھے گی۔ اور لاکھوں افراد جو کسی نہ کسی طرح لکڑی کے کاروبار سے منسلک تھے، فاقہ کشی پر مجبور ہو جائیں گے۔ یہ ساری باتیں ایک فلم کی طرح عمران کے ذہن میں چلنے لگی تھیں اور اسے احساس ہوا ہی تھا کہ ملک کی تباہی صرف اسلحے سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بغیر اسلحے اور جنگ کے اس طرح بھی ہو سکتی ہے۔ روشن جنگل کی تباہی

پاکیشیا کے دس کروڑ عوام کا قتل تھا اور یہ ایسی تباہی تھی جس پر کسی کو مورد الزام بھی نہ ٹھہرایا جا سکتا تھا۔

اس کے ذہن میں فوراً ڈان فلاچر کا نام گھوم گیا۔ اور جس طرح کڑی سے کڑی جڑتی چلی جاتی ہے۔ اس طرح اس کے ذہن میں بھی ڈان فلاچر کا نام آتے ہی کڑیاں جڑنے لگیں۔ ڈان فلاچر نام کا ایک مجرم بھی ہے اور یہ ڈان فلاچر فلاڈلفیا میں جنگلات کا مالک بھی ہے اور بقول اس کے اس نے وہاں جنگلات پر ریسرچ کا ادارہ بھی قائم کر رکھا ہے جہاں بڑے معروف سائنسدان کام کرتے ہیں۔ اور یہ ڈان فلاچر روشن جنگل کے مطالعاتی دورے پر آتا ہے اور پھر روشن جنگل کسی پُراسرار بیماری سے تباہ ہو جاتا ہے۔

اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یہ بہت بڑا جرم ہے۔ ملکی سلامتی کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ یہ پاکیشیا کو مکمل طور پر تباہ کرنے کی سازش ہے۔ اور اگر یہ سازش ہے تو پھر یہ سیکرٹ سروس کی رینج میں ہے۔ اس سازش کا پتہ چلانا چاہیے۔ یہ میرا فرض ہے۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور انتہائی تیزی سے اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ اُسے سیٹ ریزرویشن اور ڈنر سب کچھ بھول گیا تھا۔

"عمران صاحب —— خیریت کیا ہوا؟" کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی نے عمران کا پریشان چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک ٹیلیفون کرنا ہے" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کاؤنٹر پر پڑا ہوا ٹیلی فون عمران کی طرف کھسکا دیا۔ عمران نے ریسیور اٹھایا اور تیزی سے سر نعمت علی کی رہائش گاہ کے

نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ سر نعمت علی نے اُسے اپنا کارڈ دیا تھا جس پر ان کے فون نمبر موجود تھے اور وہ فون نمبر عمران کے ذہن میں تھے۔

"یس ——— نشاط سپیکنگ"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ثریا کی سہیلی اور سر نعمت علی کی لڑکی نشاط کی آواز سنائی دی۔

"مس نشاط! میں ثریا کا بھائی علی عمران بول رہا ہوں۔ سر نعمت علی موجود ہیں تو ان سے بات کرائیں۔" عمران کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"اوہ ——— عمران بھائی! ڈیڈی تو فیلڈ میں گئے ہوئے ہیں۔ نعیم بھائی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ فرمائیے کیا کام ہے ان سے" نشاط نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ روشن جنگل میں کوئی پُراسرار بیماری پھیل گئی ہے" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ عمران بھائی واقعی ایسا ہوا ہے۔ ڈیڈی بے حد پریشان ہیں۔ پورا جنگل تو تباہ نہیں ہوا لیکن اس کے قیمتی حصے تباہ ہو چکے ہیں اور یہ بیماری مزید پھیلتی جا رہی ہے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیسی بیماری ہے۔ مس نشاط نے جواب دیا۔

"آپ کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں اس بیماری پر۔ کیا کوئی کیڑا ہے یا کوئی اور بات ہے۔" عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے زیادہ تو معلوم نہیں عمران بھائی۔ ڈیڈی نعیم بھائی سے بات کر رہے تھے۔ اتنا معلوم ہے کہ درخت بظاہر تو ٹھیک ہیں لیکن ٹیڑھے میڑھے ہو کر ناکارہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے اندرونی حصے ربڑ یا فوم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں۔ بس اتنا مجھے معلوم ہے" مس نشاط نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شکریہ! ہاں وہ ڈان فلاچر صاحب موجود ہیں وہ آپ کے مہمان" عمران نے ایک خیال کے آتے ہی پوچھا۔

"ڈان فلاچر صاحب۔ وہ ایکریمین۔ جی نہیں وہ تو ایک ہفتہ ٹھہر کر واپس چلے گئے تھے۔ کیوں آپ ان کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہیں۔" مس نشاط نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بس ویسے ہی۔ اچھا شکریہ۔ میرا سلام دے دیجئے اپنے ڈیڈی کو۔ میں جلد ہی ان سے ملوں گا۔ خدا حافظ" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

فیاض اور اس کی بیوی ابھی تک نہ پہنچے تھے لیکن ان کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔

"اور حکم جناب" لڑکی نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض آئے تو اسے کہہ دیجئے میں ڈنر میں شرکت نہیں کر سکتا۔ مجھے ایک انتہائی ضروری کام یاد آ گیا ہے" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر بغیر کاؤنٹر گرل کا جواب سُنے وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل فائیو سٹار سے نکل کر سر سلطان کی کوٹھی کی طرف اُڑی جا رہی تھی۔ وہ سر سلطان کے ذریعے سرکاری طور پر اس سارے واقعے کی رپورٹ حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ بنیادی باتوں کا علم ہونے کے بعد وہ روشن جنگل جا کر سر نعمت علی سے ملے اور اگر واقعی کوئی جرم ہوا ہے تو پھر اس جرم کے خلاف باقاعدہ میدان میں اتر سکے۔

سیاہ لیکن انتہائی چست لباسوں میں ملبوس دو افراد گھنے جنگل کے ایک حصے میں جھکے جھکے انداز میں دوڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی پشت پر سیاہ رنگ کا ایک بڑا سا بیگ لدا ہوا تھا۔ وہ رات کے اندھیرے میں اس انداز میں دوڑ رہے تھے جیسے انہیں یہاں کے ایک ایک چپے کا علم ہو۔

"بس یہاں رُک جاؤ۔ اس سے آگے جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ اب رات کو سپیشل گشت شروع ہو چکی ہے"۔ ایک آدمی نے دبے دبے لہجے میں کہا اور دوسرا آدمی جس کی پشت پہ بیگ لدا ہوا تھا، رُک گیا۔ اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔

اس نے جلدی سے بیگ اُتارا اور اسے زمین پہ رکھ کر اس کی زپ کھولی اور اندر سے ایک چھوٹا سا کیپسول نما میزائل نکالا جو سیاہ رنگ کا تھا۔ جبکہ دوسرے آدمی نے جیب سے ایک مخصوص آلہ نکالا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر آلے کے آگے لگے ہوئے پھل کو اس نے ایک جگہ زمین پر رکھا

ور آلے کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سوں سوں کی ہلکی ہلکی آواز پیدا ہوئی۔ ور آلے کا برما نما پھل تیزی سے زمین کے اندر گھستا چلا گیا اور مٹی باہر نکال ُر ایک طرف گرنے لگی۔

چند لمحوں میں ہی زمین کے اندر اس کیپسول نما میزائل جتنا سوراخ بن ُیا۔ اس آلہ بردار آدمی نے آلہ بند کیا اور اس کا پھل باہر نکال لیا۔ جبکہ دسرے نے ہاتھ میں اٹھایا ہوا کیپسول نما میزائل اس سوراخ کے اندر اس ح رکھا کہ اس کی نوک اوپر کی طرف تھی۔ جب اس نے اسے اپنی مرضی سے یجسٹ کر لیا تو ان دونوں نے مل کر ایک طرف پڑی ہوئی مٹی واپس سوراخ ں ڈالنی شروع کر دی۔ چونکہ سوراخ میں میزائل تھا اس لئے کافی ساری مٹی گئی۔ جو ان دونوں نے مل کر اس بیگ میں ڈال دی۔

اس کے بعد ایک آدمی نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا ہ نکالا اور اسے عین اس جگہ جہاں انہوں نے زمین میں میزائل فٹ کیا تھا۔ رکر اس کا بٹن دبا دیا۔

ڈبے میں سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے تیز آندھی چل رہی ہو اور ڈبے سے تقریباً ایک میٹر کے دائرے میں واقعی انتہائی تیز ہوا زمین ساتھ ساتھ اس طرح چلنے لگی کہ چاروں طرف سے ہوا اس ڈبے کی طرف جا رہی تھی۔ یہ ہوا صرف پانچ چھ سیکنڈ تک چلی۔ اس کے بعد خاموشی طاری ی۔

لیکن اب جس جگہ یہ ڈبہ موجود تھا وہاں پتوں اور تنکوں کا ایک ڈھیر سا ہو گیا تھا۔ ایک آدمی نے وہ ڈبہ پتوں کے ڈھیر پر سے اٹھایا اور اُسے بیگ میں رکھ لیا۔ اب وہ جگہ جہاں کیپسول میزائل زمین میں دفن تھا،

پتوں کے ڈھیر میں چھپ گئی تھی۔ اور ارد گرد کا علاقہ بھی نارمل لگ رہا تھا اس کے ساتھ ہی وہ دونوں تیزی سے ایک بار پھر اسی طرح مخصوص راستوں پر دوڑنے لگے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک جوگنگ کے انداز میں دوڑنے کے بعد وہ جنگل کے ایک نسبتاً کھلے حصے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ وہ دونوں کار میں سوار ہوئے اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ اس کی نہ صرف ہیڈ لائٹس بند تھیں بلکہ اندر میٹروں میں بھی روشنی موجود نہ تھی۔ اس لئے کار اندھیرے کا ہی ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی لیکن اس اندھیرے کے باوجود ڈرائیور اسے اس طرح بھگائے چلا جا رہا تھا۔ جیسے وہ یہاں کے ٹیڑھے میڑھے راستوں سے بخوبی واقف ہو۔

تھوڑی دیر بعد کار جنگل کی حدود سے نکل کر دور تک اونچے نیچے ٹیلوں کے درمیان دوڑنے لگی۔ اور پھر ٹیلوں والی ویران جگہ کراس کرکے وہ ایک ٹوٹی پھوٹی سڑک پر دوڑنے لگی۔

کار کو یہاں زبردست جھٹکے لگ رہے تھے لیکن ڈرائیور واقعی انتہائی مہارت سے کار کو کنٹرول کئے ہوئے تھا۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر ایک موڑ کاٹ کر کار ایک ہائی وے پر پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی ڈرائیور اس کی ہیڈ لائٹس جلا دیں۔ کار اب انتہائی تیز رفتاری سے دارالحکومت طرف بڑھنے لگی۔ ہائی وے پر ٹریفک بھی چل رہی تھی لیکن اس میں زیادہ تعداد مال بردار ٹرکوں کی تھی۔ البتہ اِکا دکا کاریں بھی آجا رہی تھیں۔

دارالحکومت میں داخل ہو کر کار مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی رہائشی کالونی میں داخل ہوئی اور تھوڑی دیر بعد ایک کوٹھی کے بند پھاٹک

کے سامنے جا کر رُک گئی۔ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی نیچے اترا اور اس نے پھاٹک کے ستون کی ایک اینٹ کو زور سے دبایا۔ تو پھاٹک آٹومیٹک انداز میں کھلتا چلا گیا۔ اور ڈرائیور پھاٹک کھلتے ہی کار اندر لے گیا۔ جبکہ ستون کی اینٹ دبانے والا پیدل ہی اندر داخل ہو گا۔ اور اس نے اندر بھی ستون کی ایک اینٹ کو دبایا تو کھلا ہوا پھاٹک خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

کوٹھی چھوٹی سی تھی۔ اس لئے اس کا پورچ بھی پھاٹک سے کافی قریب تھا۔ پھاٹک کھولنے والا آدمی پھاٹک بند کرکے پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ڈرائیور کار روک کر باہر آچکا تھا —— وہ دونوں ہی تیز تیز قدم اُٹھاتے برآمدہ کراس کرکے ایک راہداری میں داخل ہوئے۔

اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر انہوں نے دیوار پر موجود بٹنوں کے بورڈ کے نچلے حصے پر دباؤ ڈالا تو کمرے کا فرش ایک سائیڈ سے ہٹ گیا اور وہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی دکھائی دینے لگیں۔

وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اُتر کر نیچے ایک بڑے سے تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ تہہ خانے میں ایک بڑی میز اور چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی سائیڈ پر لگے ہوئے چند بٹن دبائے۔ تو ٹرانسمیٹر میں سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جس طرح سمندر کی خوفناک لہریں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا کر شور مچا رہی ہوں۔ لیکن چند لمحوں بعد یہ آوازیں کم ہوتی چلی گئیں۔

"ہیلو — وی کے تھرٹین کالنگ۔ وی۔ کے ون۔ اوور"۔ اس آدمی نے

جلدی جلدی یہی فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

"یس ـــــ دی کے ون ـــــ اسٹنڈنگ ۔ اوور۔" چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر میں سے ایک ایسی آواز نکلی جیسے کوئی مشین بول رہی ہو۔ لوہے کو لوہے کے ساتھ رگڑ کھانے سے جس طرح کی کھڑکھڑاتی ہوئی آواز پیدا ہوتی ہے ایسی ہی آواز تھی۔

"باس ـــــ تھرٹین پوائنٹ ورکنگ آرڈر میں آ گیا ہے۔" اس آدمی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"کوئی پرابلم ـــــ اوور۔" دوسری طرف سے اسی کھڑکھڑاتی آواز میں پوچھا گیا۔

"نو باس ـــــ آل از او کے ۔ اوور۔" دی کے تھرٹین نے جواب دیا۔

"دی کے فورٹین رپورٹ دے ۔ اوور۔" دی ۔ کے ون نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس ـــــ آل از او کے ۔ اوور۔" ساتھ کھڑے ہوئے دوسرے آدمی نے جلدی سے جواب دیا۔ لیکن اس کا لہجہ بھی بے حد مودبانہ تھا۔

"او کے ـــــ چارجنگ کے لئے دی کے ٹو کو بھیجا جا رہا ہے۔ ویٹ فار ہم ـــــ اوور اینڈ آل۔" اسی طرح مشینی آواز میں جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ اس آدمی نے جس نے اپنا نام دی۔ کے تھرٹین کہا تھا۔ ٹرانسمیٹر اٹھا کر واپس دراز میں ڈال دیا۔ اور پھر وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"بیگ وہیں کار میں چھوڑ آئے ہو۔" اچانک دی۔ کے تھرٹین نے دوسرے آدمی سے پوچھا۔

"ہاں ۔ دی کے ٹو کے بعد اسے ٹھکانے لگاؤں گا۔" دی ۔ کے فورٹین نے جواب دیا۔ اور پہلے نے سر ہلا دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجی اور وہ دونوں چونک پڑے۔

"دی کے ٹو پہنچ گیا ہے۔" دی کے تھرٹین نے کہا اور دوسرے نے سر ہلا دیا۔

چند لمحوں بعد کسی کے بھاری قدموں سے سیڑھیاں اترنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

چند لمحوں بعد آنے والا نمودار ہوا۔ وہ ایک سخت چہرے اور سرکنڈوں کی طرح کھڑے بالوں والا نوجوان آدمی تھا۔ لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں سانپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔

"ہیلو فرینڈز" ـــــ آنے والے نے اپنی طرف سے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ ایسی تھی جیسے بھوکا بھیڑیا دانت نکوس رہا ہو۔

"ہیلو باس۔" ان دونوں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کام میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔" آنے والے نے کہا اور دیوار کے ساتھ نصب مشین کی طرف بڑھ گیا۔

"نو باس ـــــ آل از او کے۔" دی کے تھرٹین نے کہا اور دی کے ٹو نے سر ہلا دیا۔

"لائٹ آف کر دو۔" دی کے ٹو نے کہا اور دی۔ کے فورٹین تیزی سے ایک سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اور چند لمحوں بعد چٹ کی آواز کے ساتھ تہہ خانہ انتہائی گہری تاریکی میں ڈوب گیا۔

تاریکی اس قدر گہری ہوگئی تھی کہ ان دونوں کو ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دونوں قطعی اندھے ہوگئے ہوں۔ لیکن چند لمحوں بعد ٹھک کی آواز سامنے والی دیوار کے قریب سے سنائی دی اور پھر ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ بھی سنائی دینے لگی۔ وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔

"لائٹ آن کر دو"۔ اندھیرے میں وی کے ٹو کی آواز سنائی دی۔ اور سوئچ بورڈ کے قریب کھڑے دی کے فورٹین نے بٹن آن کر دیا۔ چٹ کی آواز کے ساتھ ہی تہہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ گہرے اندھیرے کے بعد یکلخت تیز روشنی کی وجہ سے ایک لمحے تک تو ان دونوں کو کچھ نظر نہ آیا لیکن پھر آہستہ آہستہ ہر چیز ان کی نظروں کے سامنے واضح ہوتی چلی گئی۔ اور وہ دونوں حیرت سے سامنے والی دیوار کو دیکھنے لگے جو پہلے تو بالکل سپاٹ نظر آرہی تھی۔ لیکن اب وہاں دیوار کی لمبائی تک ایک عجیب وغریب مستطیل مشین نظر آرہی تھی۔ جس پر بے شمار چھوٹے بڑے بلب موجود تھے۔ اور اسی طرح چھوٹے بڑے بے شمار ڈائل بھی تھے۔

مشین کے درمیان ایک بڑی سی سکرین موجود تھی جو تاریک تھی۔ دی کے ٹو اس مشین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ اور مشین میں سے ہلکی گونج پیدا ہوئی۔ اور اس طرح اس پر چھوٹے چھوٹے لاتعداد رنگ برنگے بلب جلنے بجھنے لگے۔ جیسے کسی شادی کے موقع پر لائٹنگ بورڈ بنائے جاتے ہیں جن پر رنگین بلب ایک خاص ترتیب سے جلتے بجھتے ہیں۔ تو اس سے دیکھنے والوں کے سامنے روشنی کی کوئی تصویر سی بن جاتی ہے۔

"دی۔ کے تھرٹین ———" دی۔ کے ٹو نے کہا۔ اور دی۔ کے

تھرٹین تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"دی۔ ڈی میزائل تم نے اٹھایا ہوا تھا یا فورٹین نے"۔ دی۔ کے ٹو نے پوچھا۔

"فورٹین نے جناب"۔ تھرٹین نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اِدھر دائیں طرف والے خانے میں اپنے سیدھے ہاتھ کی دونوں انگلیاں ڈال دو"۔ وی۔ کے ٹو نے کہا اور دی کے تھرٹین نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر سکرین کے بائیں طرف بنے ہوئے ایک پتلے سے خانے میں اپنے سیدھے ہاتھ کی دونوں انگلیاں ڈال دیں۔ اب دونوں انگلیاں اس خانے میں غائب ہوگئیں۔

"ٹھیک ہے۔ باہر نکال لو۔ اور فورٹین تم بھی آؤ"۔ وی کے ٹو نے کہا اور دی کے تھرٹین نے انگلیاں باہر نکال لیں اور خود پیچھے ہٹ گیا ...فورٹین نے اس کی پیروی کی۔ لیکن اس نے اپنی انگلیاں سکرین کے دائیں ...رف بنے ہوئے ویسے ہی خانے میں ڈالیں اور پھر دی کے ٹو کے کہنے پر ...وہ بھی انگلیاں نکال کر پیچھے ہٹ گیا۔

دی کے ٹو نے سکرین کے نیچے موجود مختلف بٹنوں کو ایک خاص ترتیب ...سے پریس کیا تو سکرین ایک جھماکے سے روشن ہوگئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ...شین پر موجود تمام ڈائلوں میں سوئیاں تیزی سے حرکت میں آگئیں۔

مشین کی گونج میں بھی اضافہ ہوگیا۔ سکرین پر پہلے تو آڑھی ترچھی لکیریں ...ودار ہوتی رہیں۔ پھر ایک جھماکے سے اس پر ایک نقطہ ابھر آیا۔ یہ منظر جنگل ...کے اس حصے کا تھا جس حصے میں دی کے تھرٹین اور دی کے فورٹین وہ کیپسول نما میزائل دفن کر آئے تھے۔

"او ۔ کے ۔" ڈی کے ٹو کے منہ سے مطمئن سی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس نے سکرین کے بالکل نیچے موجود ایک سرخ رنگ کے ہینڈل کو ایک جھٹکے سے نیچے کر دیا۔

دوسرے لمحے سکرین پر ہلکی سی دھند نمودار ہونے لگی۔ آہستہ آ
دھند میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور سکرین پر موجود منظر دھندلا ہوتا گیا۔ لیکن اب صرف چند لمحوں کے لئے ہوا۔ اس کے بعد منظر ایک بار پھر واضح ہونے لگا اور جب منظر پوری طرح واضح ہو گیا تو یکلخت سکرین تاریک ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی مشین کے جلتے بجھتے بلب بھی ساکت ہو گئے اور مشین بھی خاموش ہو گئی۔

"لائٹ آف کر دو۔" ڈی کے ٹو نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے اور وی کے فورٹین تیزی سے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور دوسرے چٹ کی آواز کے ساتھ ہی تہہ خانہ ایک بار پھر گہری تاریکی میں ڈوب گیا۔

دیوار کی طرف سے کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں اُبھریں اور پھر ٹھک کی آواز پیدا ہو کر خاموشی طاری ہو گئی۔

"لائٹ آن کر دو۔" ڈی کے ٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی چٹ کی آواز کے ساتھ ہی دوبارہ روشنی ہو گئی۔ لیکن اب وہاں مشین کی بجائے سپاٹ دیوار تھی۔

"تم دونوں نے واقعی مشن کے لئے بڑا قابل قدر کام کیا ہے اور چیف باس تم دونوں سے بید خوش ہے۔"

ڈی۔ کے ٹو نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس بار بھی اس کی مسکراہٹ ایسی ہی تھی جیسے بھوکا بھیڑیا دانت نکوس رہا ہو۔ اس کی آنکھو

میں موجود چمک اور بھی تیز ہو گئی تھی۔

"ہم چیف باس کے مشکور ہیں۔" ان دونوں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے۔ اب تمہارا انعام لینے کا وقت آ گیا ہے۔" ڈی کے ٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا کوٹ کی جیب میں موجود ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے باہر آیا۔

اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگے ریوالور کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے اور وہ دونوں بری طرح چیختے ہوئے پشت کے بل فرش پر جا گرے۔ اور چند لمحے تڑپنے کے بعد دونوں ساکت ہو گئے۔

"ڈی۔ کے یہی انعام دیا کرتا ہے درستو۔" ڈی کے ٹو نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے وہ مشین والی دیوار کی مخالف دیوار کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے دیوار کی جڑ میں زور سے پیر مارا تو دیوار وہاں سے کٹ کر دونوں سائیڈوں میں ہٹ گئی۔ اب دیوار کے اندر ایک بڑی سی برقی بھٹی نظر آ رہی تھی۔ اس نے اس کے سوئچ آن کئے تو بھٹی جل اٹھی۔

ڈی۔ کے ٹو واپس مڑا اور اس نے پہلے وی۔ کے تھرٹین کی لاش کو گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ کیا اور پھر جھک کر اسے اُٹھایا۔ اور بڑی سی بھٹی میں جھونک دیا۔ اس کے بعد یہی کارروائی اس نے وی۔ کے فورٹین کی لاش کے ساتھ کی۔ دونوں کی لاشیں بھٹی کے اندر جا کر غائب ہو گئیں۔ جہاں اب عام آگ سے کہیں زیادہ حرارت نکل رہی تھی۔ اور کمرے میں انسانی گوشت جلنے کی تیز سڑاند پھیل گئی۔ ڈی۔ کے ٹو نے جلدی سے بھٹی کے بٹن بند کئے اور

پھر دیوار برابر کر کے وہ اطمینان بھرے انداز میں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔
سیڑھیوں کے ساتھ ہی ایک اور سوئچ بورڈ موجود تھا۔
اس نے اس کا ایک بٹن آف کر دیا تو تہہ خانے میں اندھیرا سا چھا گیا۔
اور وہ کے ٹو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر والے کمرے میں آیا۔ اس نے سوئچ بورڈ کے نچلے حصے کو دبا کر فرش برابر کیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اسی کار میں بیٹھا کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکل رہا تھا۔
جس کار میں وہ دونوں آئے تھے۔

کار باہر نکال کر اس نے ستون کی اینٹ دبا کر پھاٹک بند کیا اور دوسرے لمحے کار میں بیٹھ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ کار کالونی کی سنسان سڑک پر دوڑتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ لیکن کالونی کے اختتام سے پہلے اس نے کار ایک گلی میں موڑ دی۔

کار ایک چھوٹی سی کوٹھی کے سامنے روک کر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹائم بم نکالا۔ اس پر مخصوص وقت فکس کر کے اس نے ٹائم بم کو ڈیش بورڈ کے اندر رکھ دیا۔ ڈیش بورڈ کو بند کر کے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آیا۔

گلی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس مڑا اور گلی سے باہر آ کر وہ سڑک پر پیدل چلتا ہوا ایک اور گلی میں مڑ گیا۔ یہاں بھی ایک کار موجود تھی۔ وہ کار میں بیٹھا اور پھر کار کو بیک کر کے گلی سے باہر لے آیا اور باہر آ کر اسے گھمایا اور تیزی سے کالونی سے باہر جانے والی سڑک کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسے معلوم تھا کہ ایک گھنٹے بعد ٹائم بم پھٹ جائے گا اور کار کے

پرزے فضا میں بکھر جائیں گے۔ اس طرح ڈی تھرٹین اور ڈی فورٹین کے تمام آثار ختم ہو جائیں گے۔ اسے معلوم تھا کہ کار چوری کی ہے اور نجانے انہوں نے یہ کار کہاں سے اڑائی ہو گی۔ لیکن اب بہرحال یہ کار ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ انتہائی طاقت ور ٹائم بم پھٹنے کے بعد کار کا ڈھانچہ اس طرح گل جائے گا کہ وہ بس لوہے کا ایک ڈھیر ہی محسوس ہو گا۔ کار کی شناخت کا کوئی نشان باقی نہ رہے گا۔ اور یہی وہ چاہتا بھی تھا۔

سر نعمت علی اپنے دفتر میں دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھامے انتہائی پریشانی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا اور چہرے پر انتہائی شکستگی کے آثار نمایاں تھے۔ ان کے سامنے میز پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا اور وہ ایک ٹک اس کاغذ کو گھورے جا رہے تھے۔ کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔

سر نعمت علی نے ایک طویل سانس لے کر ایک ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس ——— " سر نعمت علی نے بھاری لہجے میں کہا۔

" سر چیف ریکارڈ کیپر انجم بول رہا ہوں۔ آپ کل شام فیلڈ میں گئے ہوئے تھے کہ سیکرٹری محکمہ جنگلات جناب منہاس صاحب کا فون آیا کہ اس پُر اسرار بیماری کے بارے میں تفصیلی ریکارڈ فوری طور پر ان کی کوٹھی میں پہنچایا جائے آپ سے چونکہ رابطہ نہ ہو رہا تھا اور انہوں نے حکم دیا تھا کہ ابھی اور اسی

وقت ریکارڈ پہنچایا جائے چنانچہ میں حکم کی تعمیل میں فوری طور پر ریکارڈ لے کر خود ان کی کوٹھی گیا۔ اور انہیں ریکارڈ دے کر بک پر ان کے سائن لے لئے۔ میں نے سوچا کہ آپ نجانے کس وقت راؤنڈ کے بعد کوٹھی تشریف لے آئے ہوں گے۔ اس لئے اب صبح آپ کو اطلاع دے رہا ہوں" چیف ریکارڈ کیپر نے کہا۔

" رپورٹ تو پہلے بھی انہیں بھیجی جا چکی ہے" سر نعمت علی نے کہا۔

" وہ رپورٹ تو انہیں مل چکی ہے لیکن وہ پورا ریکارڈ دیکھنا چاہتے تھے تمام ماہرین کی رپورٹس اور خاص طور پر وہ رپورٹس جو بیرون ملک لیبارٹریوں نے تجزیہ کے بعد بھیجی تھیں۔" چیف ریکارڈ کیپر نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ اطلاع کا شکریہ" سر نعمت علی نے کہا اور ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر میز پر پڑا ہوا کاغذ اٹھا کر پڑھنے لگے۔

یہ اس پُر اسرار بیماری کے نئے شکار کی رپورٹ تھی۔ آج صبح جنگل کا ایک تندرست مند حصہ اس بیماری کا شکار پایا گیا تھا۔ اور اب تو جنگل کے بہت کم حصے اس بیماری کی زد سے بچے ہوئے رہ گئے تھے۔ اور جس تیزی سے یہ بیماری پھیلتی جا رہی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ بعد پورا روشن جنگل ختم ہو جائے گا۔

سر نعمت علی نے اس پُر اسرار بیماری کی شناخت، اس کی وجوہات اور اس کے سدباب کے لئے نہ صرف خود ٹکریں ماری تھیں بلکہ انہوں نے فون پر پوری دنیا میں موجود فارسٹری کے معروف ترین ماہرین سے تفصیلی بحث کی تھی۔ لیکن یہ عجیب وغریب اور پُر اسرار بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آئی تھی اور نہ ہی پہلے اس بیماری کے بارے میں کوئی جانتا تھا۔ بیرونی ممالک سے

بیماری زدہ لکڑی کا ہنگامی طور پر تجزیہ بھی کرایا گیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔
سب لیبارٹریوں سے یہی رپورٹ ملی کہ کسی پُراسرار بیماری کی وجہ سے لکڑی کا اندرونی حصہ اپنی سختی کھو بیٹھا ہے اور ربڑ یا فوم کی طرح نرم ہو چکا ہے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہ بیماری کسی ایک قسم تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اب تو جنگل میں موجود تقریباً ہر قسم کی لکڑی اس کی زد میں آ چکی تھی۔ کسی وائرس یا کسی کیڑے کا بھی کوئی وجود نہ ملا تھا۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ماہرین نے بھی اپنے طور پر کوششیں کی تھیں لیکن نتیجہ ہر بار صفر ہی نکلا تھا۔ سر نعمت علی کو پوری طرح احساس تھا کہ روشن جنگل کی اس تباہی سے ملکی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ ملک خوفناک معاشی بحران کی لپیٹ میں آ رہا ہے لیکن وہ مجبور اور بے بس ہو چکے تھے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔

جب سے اس بیماری کا سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ رات کو جب بھی سوتے انہیں خواب میں بھی تباہیاں ہی نظر آتی تھیں۔ اور اب تو ان کی نیند بھی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ ان کا صحت مند اور دمکتا چہرہ اب بری طرح مرجھا چکا تھا اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی بے حد بوڑھے ہو گئے ہوں۔

لیکن ایک عجیب سی بے بسی تھی جس سے وہ دوچار تھے۔ ایسی بے بسی جس کا کوئی حل نظر نہ آ رہا تھا۔ انہیں اس پورے جنگل کی تباہی سے زیادہ ایک اور بات کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ گولڈن رینج نامی درختوں والا حصہ ابھی تک اس بیماری سے محفوظ تھا۔ لیکن کب تک۔ اور یہ درخت ایسے تھے جس پر ان کی زندگی کے گذشتہ بیس سالوں کی محنت خرچ ہوئی تھی۔ یہ درخت انہوں نے کئی درختوں کی کراسنگ کے بعد دریافت کیا تھا۔ اور یہ ایسی انقلابی

دریافت تھی کہ انہیں یقین تھا کہ جب اس درخت کا عملی فائدہ دنیا کے سامنے آیا تو ان کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہو جائے گا۔

گولڈن رینج نامی درخت کی لکڑی میں ایک عجیب وغریب خاصیت کا پتہ انہوں نے چلایا تھا کہ اس کی لکڑی گیلی ریت اور مٹی جسے عرف عام میں گارا کہا جاتا ہے اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح انسان خوراک کھا جاتا ہے۔ بظاہر تو یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کوئی فائدہ ہوتا نظر آئے لیکن سر نعمت علی جانتے تھے کہ یہ کتنی انقلابی دریافت ہے۔

پاکیشیا میں بجلی پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ مٹی کے عظیم ڈیم بنائے گئے تھے جن میں اس وقت سب سے بڑا آربیلا ڈیم ہے۔ یہ ڈیم دنیا بھر میں مٹی سے تیار کردہ سب سے بڑا ڈیم ہے۔ اس ڈیم کی وسعت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس ڈیم کی کل لمبائی ایک سو سات میل اونچائی چار سو پچاس فٹ اور نیچے سے چوڑائی دو ہزار دو سو فٹ اور اوپر سے چوڑائی چالیس فٹ ہے۔

اس ڈیم کے لئے دو سو ملین مکعب گز مٹی استعمال ہوئی تھی۔ اس ڈیم کے پیچھے جھیل کی لمبائی پچاس میل جبکہ اوسط چوڑائی تقریباً دو میل ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عظیم جھیل ایک سو مربع میل رقبے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس جھیل میں گیارہ اعشاریہ تین ملین ایکڑ فٹ پانی کی گنجائش ہے۔ گیارہ اعشاریہ تین ملین ایکڑ فٹ پانی کی مقدار کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ جھیل میں اتنی مقدار میں پانی کو اگر پورے پاکیشیا پر پھیلا دیا جائے تو یہ پانی پورے پاکیشیا کے رقبے کو تین چار انچ تک ڈبو دے گا۔

اس جھیل سے دو ہزار ایک سو میگا واٹ بجلی پیدا ہو رہی تھی جو پورے

پاکیشیا کی بجلی کی ضرورت کا ایک بڑا حصہ پورا کرتی ہے۔ لیکن ماہرین کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ بنا ہوا تھا کہ اس ڈیم کو شدید ترین خطرہ لاحق تھا اور وہ خطرہ مٹی اور ریت کے وہ ذرات جسے عرف عام میں گار کہتے ہیں کی صورت میں موجود تھا۔ گار کے ذرات دور دراز علاقوں سے پانی کے ساتھ بہہ کر اس عظیم جھیل میں جمع ہو رہے ہیں۔ جس سے جھیل میں پانی کی گنجائش رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔

اس گار کو روکنے کے لئے آبی انجنیروں نے گو جھیل سے پہلے پانی کے راستے میں تقریباً دس چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے تھے۔ یہ ڈیم گار کو جھیل میں داخل ہونے سے روکتے تھے لیکن پھر بھی گار کی کافی مقدار پانی کے ساتھ جھیل میں جمع ہو رہی تھی اور ماہرین کے اندازے کے مطابق اگر اس گار کو نہ روکا گیا تو جلد ہی یہ جھیل گار سے بھر جائے گی۔ اور اس طرح پاکیشیا کا یہ عظیم الشان منصوبہ بند ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہ پاکیشیا کے لئے انتہائی بدقسمتی ہو گی۔

گو دنیا بھر کے انجنیروں نے پاکیشیائی انجنیروں کے ساتھ مل کر اس گار کو حتمی طور پر روکنے کی بے حد سوچ بچار کی لیکن یہ بات عقل سے باہر ہو چکی تھی کہ اس گار کو کیسے روکا جائے۔ لیکن سر نعمت علی نے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا تھا۔

گولڈن رینج درخت کی لکڑی کے بڑے بڑے تختے اگر جھیل سے پہلے آنے والے پانی کے راستے میں دور تک اس طرح بچھا دیئے جاتے کہ پانی ان کے اوپر سے گزر کر جھیل میں داخل ہو تو گار کا ایک ذرہ بھی جھیل میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ ساری گار ان تختوں کے اوپر آتے ہی گیس بن کر پانی سے نکلے

گی اور فضا میں گم ہو جائے گی۔ اور پانی بالکل نتھرا ہوا اس طرح جھیل میں جائے گا جیسے وہ عام دریا کا پانی نہ ہو بلکہ ڈسٹلڈ واٹر ہو۔

اس لئے یہ انقلابی دریافت تھی کہ واقعی سر نعمت علی کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر ہو جاتا تھا۔ سر نعمت علی نے گولڈن رینج لکڑی کی اس خاصیت کا محدود پیمانے پر انتہائی کامیاب تجربہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن ڈیم کے اس مکمل منصوبے کے لئے بے پناہ لکڑی کی ضرورت تھی۔ اور جس طرح بھرپور انداز میں پانی جھیل سے پہلے والے راستے سے گزرتا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے مزید ریسرچ کر کے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ جیسے جیسے درخت کی عمر بڑھتی ہے اسی طرح اس کی لکڑی میں موجود اس خاصیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے

اس لحاظ سے ان کے نظریئے کے مطابق جب درخت کی عمر بیس سال ہو جائے تب اس کی لکڑی کی یہ خاصیت اپنے پورے عروج پر ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس ڈیم کو بچانے کی غرض سے گولڈن رینج کو ایک وسیع رقبے میں لگایا ہوا تھا۔

چونکہ گولڈن رینج درخت ایک لحاظ سے پاکیشیا کا مستقبل تھا۔ اس لئے سر نعمت علی نے اس جنگل کی حفاظت کے لئے بے پناہ انتظامات کئے تھے۔ اس وسیع جنگل کے گرد بیس فٹ اونچی پختہ چار دیواری بنائی گئی تھی۔ جس پر حکومت کے کروڑوں روپے خرچ آئے تھے۔ تاکہ کوئی بھی غیر متعلقہ آدمی اندر داخل نہ ہو سکے تاکہ وہ کسی ایک درخت کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس جنگل کی حفاظت اور اس کی دیکھ بھال کے لئے خصوصی تربیت یافتہ عملہ تعینات کیا گیا تھا۔ اور اس کے ایک ایک درخت کی اس طرح دیکھ بھال اور حفاظت کی جاتی تھی جیسے اولاد کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اس پر بھی ہر

سال کروڑوں روپے خرچ آتے تھے۔ لیکن سر نعمت علی بھی اور پاکیشیا کے اعلیٰ ترین حکام بھی مطمئن تھے کہ یہ سرمایہ ضائع نہیں جا رہا۔ بلکہ اس کا فائدہ پورے پاکیشیا کو تاحیات ملے گا۔

لیکن اب اس پُراسرار بیماری نے سر نعمت علی کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا گولڈن رینج کے پودے تقریباً اُنیس سال پہلے لگائے گئے تھے۔ اب وہ پوری طرح جوان ہونے والے تھے اور اب ان کی دیکھ بھال میں صرف ایک سال کا عرصہ باقی رہ گیا تھا تاکہ اس کے تختے بن کر اسے جھیل سے پہلے دریا کے راستے میں لگایا جا سکے۔ اس لکڑی میں سب سے بڑی خاصیت یہ تھی کہ اس کے ایک حصے میں تو یہ خاصیت تھی کہ وہ گارکو گیس میں تبدیل کر کے غائب کر دیتا تھا۔ لیکن اس کی دوسری سطح اس خاصیت کے بالکل اُلٹ تھی دوسرے لفظوں میں اس پر پانی اور مٹی کا کسی طرح بھی کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اور یہ اتنی بڑی خوبی تھی جس کا اندازہ نہ لگایا جا سکتا تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ یہ تختے طویل عرصے تک پانی میں رہنے کے باوجود ان کے نچلے حصوں پر نہ ہی نیچے موجود مٹی کا اثر ہوگا اور نہ پانی کا۔ اس طرح یہ تختے طویل ترین عرصے تک قائم رہیں گے اور کام کرتے رہیں گے اور انہیں جلد جلد تبدیل نہ کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر اب اس پُراسرار بیماری نے گولڈن رینج کو بھی ناکارہ کر دیا تو پھر کیا ہوگا۔ پھر نیا جنگل لگانے اور پھر بیس سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اور یہ ایک لحاظ سے ناممکن تھا کیونکہ بیس سال بعد تو جھیل اس قدر بھر چکی ہوگی کہ پھر وہ ایک لحاظ سے ناکارہ ہو چکی ہوگی او پھر اس سارے منصوبے کا کوئی عملی اور حقیقی فائدہ نہ ہوگا۔

گو انہوں نے گولڈن رینج جنگل کی حفاظت پہلے سے زیادہ سرگرمی

شروع کر دی تھی۔ لیکن حفاظت تو سارے جنگل کی ہو رہی تھی لیکن بیماری پھر بھی ہر دوسرے تیسرے روز جنگل کے کسی نہ کسی حصے کو تباہ کر دیتی تھی۔

ابھی سر نعمت علی بیٹھے یہی باتیں سوچ رہے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ اور سر نعمت علی نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ——— نعمت علی سپیکنگ" سر نعمت علی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سر نعمت علی! میں منہاس بول رہا ہوں، سیکرٹری وزارت جنگلات" دوسری طرف سے منہاس صاحب کی آواز سنائی دی۔

"یس سر" نعمت علی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ میں نے کل شام فوری طور پر اس پُراسرار بیماری کا مکمل ریکارڈ طلب کیا تھا" منہاس صاحب نے کہا

"جی ہاں۔ ابھی چیف ریکارڈ کیپر انجم نے بتایا ہے" سر نعمت علی نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ حیران تو ہوں گے کہ اس قدر ایمرجنسی میں کیوں ریکارڈ منگوایا گیا ہے۔" منہاس صاحب نے کہا۔

"سر! اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ آجکل تو میری حیرت والی حس ہی روشن جنگل کی طرح تباہ ہو چکی ہے۔ میں تو اس قدر پریشان ہو گیا ہوں کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا دماغ پھٹ جائے گا۔" سر نعمت علی واقعی پھٹ پڑے۔

"آپ کی پریشانی کو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں اور صرف آپ ہی پریشان نہیں ہیں۔ میں اور حکومت کے تمام اعلیٰ ترین عہدیدار بھی اس معاملے میں شدید پریشان ہیں۔ روشن جنگل ہمارے ملک کی معیشت کا اہم ترین ستون

ہے۔ پریشانی تو پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس بیماری کا سدِ باب' اس کا علاج نہ میں کر سکتا ہوں، نہ صدر مملکت۔ یہ کام تو آپ جیسے ماہرین کا ہے صدر صاحب نے مجھے خاص طور پر کہا ہے کہ آپ کو کہہ دیا جائے کہ چاہے پورے ملک کے وسائل ہی کیوں نہ خرچ ہو جائیں اس بیماری کے علاج کے لئے حتی المقدور کوشش کی جائے۔ اور آپ نے واقعی کوشش بھی کی ہے لیکن اب جب پوری دنیا میں موجود ماہرین بے بس ہو چکے ہیں تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے"۔ منہاس صاحب نے بڑے اداس سے لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے سر! میں سمجھتا ہوں لیکن واقعی انتہائی بے بسی ہے۔ مجھے تو اب فکر گولڈن رینج کی کھائے جا رہی ہے۔ اگر گولڈن رینج جنگل اس بیماری میں تباہ ہو گیا تو پورے ملک کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔" سر نعمت علی نے کہا

" ہاں —— صدر مملکت بھی اس سلسلے میں خاص طور پر پریشان ہیں کیونکہ نہ صرف یہ منصوبہ ملک کے مستقبل کے لئے انتہائی اہم ہے بلکہ اس پر ملک کی آئندہ ترقی کا بھی انحصار ہے اور اس پر اب تک ملک کے اربوں روپے بھی خرچ ہو چکے ہیں۔ سر نعمت علی! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک سال اور انتظار کرنے کی بجائے اس کی فوری کٹائی شروع کر دیں۔ تاکہ کم از کم یہ بھیانک خطرہ تو دور ہو سکے۔" منہاس صاحب نے کہا۔

" میں نے بھی یہی سوچا تھا سر —— لیکن سر گولڈن رینج کی جو خصوصیت ہمیں جس طاقت میں چاہیئے وہ ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ ایک سال بعد ہی پیدا ہوگی یوں سمجھئے کہ اب یہ خاصیت صرف دس فیصد ہے جبکہ اب ہر روز اس کی رینج تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ میں نے جو تجربات کئے ہیں اس سے یہی نتیجہ نکلا ہے کہ جب لکڑی کی عمر انیس سال ہوتی ہے اس کی خاصیت دس فیصد ہی رہتی

ہے لیکن انیس سال ہوتے ہی اس کی طاقت میں ناقابل یقین تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایک سال کے اندر یہ خاصیت دس فیصد سے بڑھ کر سو فیصد تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے۔ اسے سائنسی طور پر نہ گھٹایا جا سکتا ہے نہ بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور ہمیں سو فیصد نہ سہی، پچاس فیصد تو ہر صورت میں چاہیئے۔ میں نے کل ہی اس کے ایک ٹکڑے کا دوبارہ تجزیہ کیا ہے۔ اس وقت اس میں خاصیت پچیس فیصد ہے۔ اس لئے اب ان کا کاٹنا ایک لحاظ سے بیکار رہی ہے" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

" اور کے —— بہرحال میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ رودش جنگل کی تباہی کی رپورٹ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو تک بھی پہنچ گئی ہے اور ایکسٹو نے اس میں گہری دلچسپی لینی شروع کر دی ہے اور سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کو اس کا مکمل ریکارڈ فوری مہیا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سر سلطان نے مجھے فون کیا اور میں نے فوری طور پر ریکارڈ منگوا کر سر سلطان کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح یہ ریکارڈ ایکسٹو تک پہنچ گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے صدر مملکت صاحب نے مجھے فون کیا ہے کہ جناب ایکسٹو نے یہ کیس لے لیا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اطلاع کر دوں کہ اس کیس کے سلسلہ میں ایکسٹو سے مکمل تعاون کیا جائے۔ میں نے اسی لئے فون کیا ہے۔" منہاس صاحب نے کہا۔

" سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو —— یہ کیسا نام ہے اور پھر لکڑی کی اس بیماری کا سیکرٹ سروس سے کیا تعلق۔ جہاں تک میرا خیال ہے سیکرٹ سروس کا کام تو بین الاقوامی مجرموں کی سرکوبی ہے۔ لیکن لکڑی کی اس بیماری کا کسی جرم سے تو کم از کم کوئی تعلق نہیں ہو سکتا"، سر نعمت علی

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" سر نعمت علی! چونکہ آپ کا فیلڈ ایسا ہے کہ آپ کا کبھی سیکرٹ سروس وغیرہ سے واسطہ نہیں پڑا، اس لئے آپ کی حیرت بجا ہے لیکن آپ کی اطلاع کے لئے بتا دوں کہ ایکسٹو پاکیشیا کا اس قدر طاقت ور ترین انسان ہے کہ وہ اگر چاہے تو اپنی زبان سے صدر مملکت کو بھی ان کے عہدے سے برخواست کر سکتا ہے لیکن صدر مملکت کے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ جناب ایکسٹو کو ان کے عہدے سے معطل یا برخواست کر سکیں یا اس کے کام میں کسی طرح کی بھی مداخلت کر سکیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، جناب ایکسٹو کبھی کسی کے سامنے نہیں آئے۔ صدر مملکت کی خصوصی میٹنگ میں اگر ان کا آنا ضروری ہو تو ان کے چہرے پر نقاب ہوتا ہے۔ میں نے بھی ایسی دو میٹنگز میں شمولیت کی ہے۔ میں نے بھی ہمیشہ انہیں نقاب میں دیکھا ہے۔ ان کی ٹیم کے بارے میں بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ بس ان کی آواز اور ان کا حکم چلتا ہے یا پھر ان کا خاص نمائندہ خاص موقعوں پر کسی سے ملاقات کرتا ہے۔ سیکرٹ سروس ضابطے کے طور پر وزارت خارجہ کے تحت ہے لیکن سر سلطان بھی سیکرٹری وزارتِ خارجہ ہونے کے باوجود جناب ایکسٹو کو نہیں جانتے۔ ان کا رابطہ صرف فون پر ہوتا ہے اور ان سے بھی ملاقات ایکسٹو کے خصوصی نمائندے کی ہی ہوتی ہے اور سر سلطان کو بھی اُن کا حکم اسی طرح ماننا پڑتا ہے جیسے سر سلطان صدر مملکت کا حکم ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔" منہاس صاحب نے کہا اور سر نعمت علی کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں۔

" اوہ۔ اس قدر اختیارات۔ حیرت ہے۔" سر نعمت علی نے بے اختیار ہو کر کہا۔

" ابھی آپ نے ایک فقرہ کہا تھا کہ اس پُر اسرار بیماری نے آپ کی حیرت کی حس کو بھی تباہ کر دیا ہے۔ لیکن اب دیکھئے ایکسٹو کا نام آتے ہی آپ کی یہ حس دوبارہ درست ہو گئی ہے۔ اور ایکسٹو ایسا ہی آدمی ہے۔ انہوں نے ایسے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ کم از کم کسی انسان سے ان کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اور آپ حیران ہوں گے کہ صدر مملکت اس بات پر بے حد خوش ہیں کہ جناب ایکسٹو نے روشن جنگل کی تباہی کو ایک کیس کی صورت میں از خود لے لیا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ جناب ایکسٹو اس بیماری کا علاج ڈھونڈ لیں گے۔" منہاس صاحب نے کہا اور سر نعمت علی نہ چاہنے کے باوجود ہنس پڑے۔

" ٹھیک ہے جناب۔ اب بیماریوں کا علاج سیکرٹ سروس ہی کرے گی۔ ہم سائنسدان اور ماہرین تو واقعی بیکار ہو چکے ہیں۔" سر نعمت علی نے طنزیہ لہجے ں جواب دیا۔

" میں آپ کی بات پوری طرح سمجھتا ہوں اور مجھے آپ کے جذبات کا پوری رح احساس ہے۔ میں نے خود بھی بات صدر مملکت اور سر سلطان صاحب سے ہی تھی۔ لیکن مجھے انہوں نے یہی جواب دیا ہے کہ جب ایکسٹو خود ہی اسے یس سمجھ کر لے رہا ہے تو انہیں ایسا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اگر ہ کوشش کرتا ہے تو اسے کرنے دیں۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔" منہاس صاحب نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے جناب ——— ظاہر ہے با اختیار عہدے دار جو چاہے رسکتا ہے۔ بہرحال میں ان سے مکمل تعاون کروں گا۔" سر نعمت علی نے ہا اور منہاس صاحب نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔

"ہونہہ —— اب یہ جاسوس درختوں کی بیماری کا علاج کریں گے
نانسنس" سر نعمت علی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
ان کے چہرے پر شدید کبیدگی کے آثار نمایاں تھے، لیکن ظاہر ہے
وہ خود بھی تو کچھ نہ کر سکتے تھے اور یہی بے بسی انہیں مارے ڈال رہی
تھی ——

"یہ لیجئے کافی" بلیک زیرو نے عمران کے سامنے موجود میز پر کافی کا
پ رکھتے ہوئے کہا۔
"شکریہ طاہر" —— عمران نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ وہ اپنے سامنے ایک
ئل کھولے اس کے مطالعے میں مصروف تھا اس کے اردگرد کتابیں اور فائلیں
ہالات بکھری ہوئی تھی جیسے صدیوں سے وہ ان کتابوں اور فائلوں میں سر
بار رہا ہو۔

اس وقت عمران دانش منزل کی لائبریری میں موجود تھا۔ اور اس کے
منے فائلوں کی صورت میں وہ سرکاری ریکارڈ موجود تھا جو اس نے سر سلطان
مدد سے سیکرٹری وزارت جنگلات کے ذریعے روشن جنگل سے منگوایا تھا۔
جب سے یہ ریکارڈ دانش منزل پہنچا تھا، عمران انتہائی باریک بینی سے
مل اس کے مطالعے اور تجزیئے میں مصروف تھا۔ درمیان میں اس نے
ے زیرو کو کہہ کر پاکیشیا میں موجود نیشنل لائبریری کو خصوصی طور پر کھلوا کر

اس میں موجود فارسٹری کے بارے میں جتنی بھی کتب جس زبان میں موجود تھیں ساری منگوا لی تھیں۔ اسے ان فائلوں اور کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے پو رات گزر گئی تھی اور بلیک زیرو بھی اس کی وجہ سے نہ سو سکا تھا۔ اس کے ذمہ یہی ڈیوٹی رہ گئی تھی کہ وہ عمران کو چائے یا کافی تیار کر سرو کرتا رہے۔ اب صبح کے نو بج چکے تھے لیکن عمران ابھی تک اپنے کام اس طرح منہمک تھا ـــــ جیسے وہ باقی ساری عمر اس کام میں وقف کر دینے حتمی فیصلہ کر چکا ہو۔ بلیک زیرو ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" اگر آپ کہیں تو میں ناشتہ تیار کروا لاؤں "۔ بلیک زیرو نے کہا

" نہیں۔ مسلسل چائے اور کافی پی پی کر ناشتے کی خواہش ہی محسوس ہو رہی "۔ عمران نے فائل کے مطالعے کے ساتھ ساتھ کافی کے گھونٹ ہوئے کہا۔ اس کی نظریں مسلسل فائل کے اوراق پر ہی جمی ہوئی تھیں بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اٹھا اور لائبریری سے باہر آ گیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد عمران نے فائل بند کی اور ایک طویل سانس ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک نظر اردگرد بکھری ہوئی کتابوں اور فائلوں ڈالی اور پھر کندھے اچکاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ آپریشن روم میں پہنچ کر وہ پہلے باتھ روم میں گیا اور پھر تھوڑی جب وہ باہر آیا۔ تو وہ غسل کر کے لباس بدل چکا تھا۔ اب اس کے چہ تھکاوٹ کی بجائے بشاشت موجود تھی۔

" آپ کے چہرے کی بشاشت بتا رہی ہے کہ آپ کسی نتیجے پر گئے ہیں "۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ہاں ـــــ اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سارا کھیل کـ

رق کا ہے۔ وہ ہمارے روشن جنگل کو تاریک بنانے پر تلی ہوئی ہے "۔ عمران کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ ساری رات محنت کا کوئی فائدہ نہیں ہوا "۔ ـک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ہاں بلیک زیرو ـــــ واقعی باوجود شدید محنت کے کوئی مفید بات ـصل نہیں ہوئی۔ اگر یہ کوئی بیماری ہے تو پھر یہ بیماری واقعی پراسرار ہے ـے تک دنیا بھر میں کسی بھی جنگل کو اس بیماری یا اس سے ملتی جلتی کسی بیماری ـے واسطہ نہیں پڑا۔ بس ایک بات ایسی ہے جو میرے اس نظریئے کو تقویت ـباتی ہے کہ رپورٹوں کے مطابق سوائے روشن جنگل کے پورے پاکیشیا موجود کسی اور چھوٹے بڑے جنگل میں اس بیماری کے بارے میں کوئی معمولی ـر رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روشن جنگل میں کوئی ـی بات ہے جس کے لئے یہ اس پراسرار بیماری کا ہدف بن گیا ہے۔ لیکن ـا کوئی بات اب تک سامنے نہیں آئی۔

روشن جنگل صرف وسعت کے لحاظ سے پاکیشیا کا وسیع ترین جنگل ہے ـہ اس جنگل میں بھی وہی درخت ہیں جو دوسرے جنگلوں میں ہیں۔ خاص طور ـدارالحکومت میں ایک اور چھوٹا جنگل بھی موجود ہے۔ جسے عرف عام میں سبز ـل بھی کہا جاتا ہے۔ وہاں کوئی بیماری نہیں پھیلی۔ حالانکہ وہاں کی آب و ہوا ـالکل روشن جنگل جیسی ہے۔ بس یہی بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے "۔

عمران نے کہا اور پھر اس نے سامنے دیوار پر لگے ہوئے کلاک میں ـت دیکھتے ہوئے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل ـنے شروع کر دیئے۔

"یس —— پی اے ٹو ڈائریکٹر جنرل۔" دوسری طرف سے ایک مودبانہ سی آواز سنائی دی۔

"سر نعمت علی سے بات کراؤ —— چیف آف سیکرٹ سروس سپیکنگ" عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔ اس نے رات ہی سر سلطان سے کہہ دیا تھا کہ وہ سیکرٹری جنگلات کے ذریعے سر نعمت علی کو ایکسٹو کے متعلق بریف کر دیں۔ تاکہ سر نعمت علی ضرورت پڑنے پر پوری طرح تعاون کرے اس کا خیال تھا کہ شاید سر نعمت علی ایکسٹو کے نام سے واقف نہ ہو اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر ایسی ہدایت کر دی تھی۔

"یس سر —— ہولڈ آن کریں" دوسری طرف سے پہلے سے کہیں زیادہ مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو —— نعمت علی اٹنڈنگ" چند لمحوں بعد سر نعمت علی کی مخصوص آواز رسیور پر سنائی دی۔

"چیف آف سیکرٹ سروس ایکسٹو سپیکنگ" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر —— سیکرٹری وزارت جنگلات منہاس صاحب نے ابھی مجھے آپ کے متعلق تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ میں ہر تعاون کے لئے تیار ہوں" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"شکریہ —— کیا آپ مجھے اس پوائنٹ پر کلیئر کر سکیں گے کہ روشن جنگل اور پاکیشیا ہی میں موجود دوسرے چھوٹے جنگل جسے سبز جنگل کہا جاتا ہے کے درمیان آب و ہوا، موسمی حالات یا طبعی حالات میں کوئی نمایاں فرق ہے" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"نو سر —— کوئی فرق موجود نہیں ہے۔" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"کیا سبز جنگل اور روشن جنگل میں ایک ہی قسم کے درخت موجود ہیں یا درختوں کی کوئی ایسی قسم ہے جو سبز جنگل میں موجود نہ ہو اور روشن جنگل میں موجود ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں —— تقریباً دس اقسام ایسی ہیں جو روشن جنگل میں تو موجود ہیں لیکن سبز جنگل میں موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ سبز جنگل انتہائی کم رقبے پر ہے۔ وہاں زیادہ اقسام نہیں لگائی گئیں۔" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"روشن جنگل میں موجود یہ دس اقسام کیا ساری کی ساری اس پراسرار بیماری کا شکار ہو چکی ہیں یا کوئی قسم ایسی ہے جو اس پراسرار بیماری کی زد میں آئی ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں —— ایک قسم ایسی ہے جو ابھی تک محفوظ ہے ویسے آٹھ ایسی اقسام بھی محفوظ ہیں جو سبز جنگل میں بھی موجود ہیں۔" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"وہ کون سی قسم ہے" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"گولڈن ریج" سر نعمت علی نے مختصر سا جواب دیا۔ ان کا لہجہ بتا رہا تھا وہ جواب بڑی مجبوری کے عالم میں دے رہے ہیں۔

"گولڈن ریج —— کیا یہ عمارتی لکڑی کی کوئی نئی قسم ہے" عمران نے چونک کر پوچھا۔ کیونکہ اس نے رات بھر فارسٹری پر جتنی بھی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا ان میں گولڈن ریج کا نام کہیں بھی نہ آیا تھا۔

"اسے میری ذاتی ایجاد سمجھ لیں۔ میں نے طویل عرصے تک مختلف اقسام کی کراسنگ کے بعد یہ قسم دریافت کی ہے۔ اور فی الحال یہ قسم عمارتی لکڑی کے طور پر تو کام میں لانے کا نہیں سوچا گیا۔ اس وقت تو اس کی اہمیت کا

دائرہ کار اور ہے اور وہ عمارتوں سے کہیں زیادہ اہم ہے" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"کیا دائرہ کار ہے۔ تفصیل سے بتائیں" عمران نے چونک کر پوچھا۔ کیونکہ یہ اس کے لئے واقعی ایک نئی بات تھی کہ تعمیرات سے ہٹ کر کسی لکڑی کا کوئی اور دائرہ کار بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ جلانے کے لئے صرف ناکارہ لکڑی استعمال کی جاتی ہے ایسی لکڑی جس پر سر نعمت علی جیسے معروف ماہر نے طویل عرصے تک کام کیا ہے۔ وہ ظاہر ہے جلانے کے کام تو نہیں آسکتی۔

اور جواب میں سر نعمت علی نے گولڈن رینج کی مخصوص خاصیت اور آر بیلا ڈیم میں اس کے استعمال کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کیں تو عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ وڈ فیلڈ میں بھی اس قدر حیرت انگیز بلکہ انقلاب انگیز ایجاد ہو سکتی ہے۔ یہ ایجاد تو سائنس کے میدان میں ہونے والی اہم ترین ایجادات سے بھی کہیں زیادہ اہم تھی۔

"تو اس کی کٹائی ایک سال بعد ہوگی۔ کیا آپ نے اس کی حفاظت کے لئے کوئی خصوصی انتظام کیا ہے" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔ اور جواب میں سر نعمت علی نے حفاظت کے انتظامات کی تفصیل بتانی شروع کر دی۔

"سر نعمت علی! کیا آپ کو کوئی ایسی رپورٹ ملی ہے کہ رات کے وقت جنگل کے کسی بھی حصے میں پُر اسرار سرگرمیاں دیکھی گئی ہوں" عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"نہیں جناب ـــــ اب تک تو ایسی کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ حالانکہ جب سے یہ بیماری شروع ہوئی ہے، میں نے ویسے ہی رات کو ہنگامی گشت کے

انتظامات بھی شروع کر رکھے ہیں" سر نعمت علی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں آپ کے جنگل کا اپنے نقطہ نظر سے تفصیلی سروے کرانا چاہتا ہوں۔ خاص طور پر بیماری سے متاثرہ حصوں کا۔ اور اس کے لئے میں اپنا خصوصی نمائندہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں جس کا نام علی عمران ہے اور شاید جسے آپ ذاتی طور پر بھی جانتے ہوں۔ کیونکہ وہ ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سر رحمان کا لڑکا ہے۔ آپ نے اسے ہر ممکن تعاون مہیا کرنا ہے" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"علی عمران ـــــ سر رحمان کا لڑکا ـــــ وہ مسخرہ سا نوجوان۔ آپ اسی کی بات کر رہے ہیں" سر نعمت علی کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔ اور عمران ان کی حیرت سن کر مسکرا دیا۔

"ہاں، وہی مسخرہ نوجوان۔ وہ میرا خصوصی نمائندہ ہے اور اسے وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو مجھے حاصل ہیں اور میرے اختیارات کے متعلق سیکرٹری وزارت جنگلات نے آپ کو بریف کر دیا ہوگا۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ اس سے مکمل تعاون کریں گے۔ وہ کسی بھی وقت آپ سے رابطہ کرے گا۔ گڈ بائی" عمران نے سخت لہجے میں کہا اور پھر بغیر دوسری طرف سے جواب سنے اس نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ سر نعمت علی سے مل چکے ہیں" بلیک زیرو نے ـــ مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ اس کی بیٹی نشاط ثریا کی سہیلی ہے۔ وہ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ اس کی سالگرہ پر میں ثریا کو لے کر گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سالگرہ پر جانے کی وجہ سے ہی مجھے روشن جنگل کی صحیح اہمیت کا احساس ہوا تھا۔

اسی لئے میں ہوٹل فائیو سٹار میں دو تاجروں کے درمیان ہونے والی باتیں سن کر چونکا تھا۔ ورنہ شاید میں اس طرف زندگی بھر بھی توجہ نہ دیتا۔" عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔

"ویسے عمران صاحب ـــــ گولڈن رینج کے بارے میں سر نعمت علی نے جو تفصیلات بتائی ہیں اس سے تو یہ معاملہ بے حد سیریس ہو گیا ہے۔ اگر گولڈن رینج بھی اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے اربیلا ڈیم کا مستقبل قطعی غیر یقینی ہو جاتا ہے اور یہ نقصان شاید پاکیشیا کے لئے اس صدی کا سب سے بڑا نقصان ہو گا" بلیک زیرو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ـــــ اور اس بات نے مجھے نہ صرف چونکا دیا ہے بلکہ اب میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ پُر اسرار بیماری دراصل اسی گولڈن رینج کی تباہی کے لئے روشن جنگل میں وارد کی گئی ہے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب اگر ایسا ہوتا تو پھر ان کا پہلا نشانہ لازماً گولڈن رینج والا حصہ ہوتا۔ جبکہ گولڈن رینج ابھی تک محفوظ ہے اور باقی جنگل مسلسل تباہ ہوتا جا رہا ہے۔

"ہو سکتا ہے اس میں کوئی خاص راز ہے جس کا ہم ابھی تک ادراک نہ کر سکے ہوں لیکن اب چاہے یہ واقعی کوئی بیماری ہی کیوں نہ ہو ہمیں ہر صورت میں اس گولڈن رینج کو بچانا ہو گا۔ یہ اس پورے جنگل سے مجموعی طور پر زیادہ اہم ہے" عمران نے کہا۔ اور پھر اس نے ٹیلیفون کا رسیور اُٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو ـــــ" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــــ" جولیا نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ایک حلیہ نوٹ کرو" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے ڈان فلاچر کا حلیہ تفصیل سے بتا دیا۔

"یس سر" جولیا نے جواب دیا۔

"اس حلیئے کا آدمی جس کا نام ڈان فلاچر ہے۔ دارالحکومت سے دو سو کلومیٹر دور ریڈ روزوالا میں بننے والے فلاں کیسنو میں رہ رہا ہے۔ وہاں اس نے بھاری جوا جیتا جس کی وجہ سے ایک روز کے لئے اسے مہمان خصوصی بھی بنایا گیا۔ اس کے بعد ڈان فلاچر روشن جنگل کے ڈائریکٹر جنرل سر نعمت علی کا مہمان رہا۔ تقریباً ڈیڑھ ہفتے تک مہمان رہنے کے بعد وہ واپس چلا گیا اور کہا بھی جاتا ہے کہ وہ واپس ایکریمیا چلا گیا ہے۔ تم اپنی ٹیم کو حرکت میں لے آؤ اور کیسنو میں اس کی رہائش کے دوران اسے ملنے والے فون یا اس کے کئے ہوئے فون کی پڑتال کرو۔ کیسنو میں ماڈرن فون ایکسچینج موجود ہے۔ اس کے علاوہ کیسنو میں اس سے ملنے والے افراد کے بارے میں تفصیلات تم نے جمع کرنی ہیں۔ اور خاص طور پر کیسنو میں اس کے کاغذات کے متعلق جو کچھ اندراجات ہیں اس کی تفصیلات بھی۔ اس کے بعد تم نے ایئر پورٹ میں فلائنگ ریکارڈ کمپیوٹر سے اس کی واپسی کی تفصیلات جمع کرنی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پوری ٹیم کو دارالحکومت میں پھیلا دو کہ وہ اس بات کی چیکنگ کریں کہ کیا ڈان فلاچر روشن جنگل سے واپسی کے بعد کسی ہوٹل میں تو نہیں ٹھہرا۔ اور اگر ٹھہرا ہے تو اس کے ملاقاتیوں اور اس کے نام آنے والی فون کالز کی تفصیلات سب کچھ تم نے معلوم کر کے مجھے رپورٹ دینی ہے" عمران نے پوری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"یس سر ـــــ" جولیا نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

آپ خود ایئر پورٹ ٹیلی فون کر کے اس کی واپسی کی معلومات معلوم کر سکتے ہیں۔ وہاں کمپیوٹر میں مکمل ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ ایک کیس میں آپ نے خود معلومات حاصل کی تھیں" بلیک زیرو نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن سارے کام اگر فون پر ہی ہو جائیں تو سیکرٹ سروس والوں کو مفت کی تنخواہ دیتا رہوں۔ کچھ بھاگ دوڑ انہیں بھی تو کرنی چاہیے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

عمران چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے ایک بار پھر رسیور اُٹھایا اور ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ـــ ٹائیگر سپیکنگ" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر ـــ! انڈر ورلڈ میں کوئی نئی خبر" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا، انڈر ورلڈ میں نئی خبریں تو چلتی ہی رہتی ہیں۔ آپ کس قسم کی خبر کی بات کر رہے ہیں" ٹائیگر نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کسی ایسی پارٹی کی خبر، جو پہلی بار سامنے آئی ہو اور اس نے کوئی بڑا کام شروع کیا ہو" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اب میں سمجھ گیا ہوں۔ نہیں جناب گذشتہ دو ماہ سے ایسی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں تو خود ایسی خبروں کی تاک میں رہتا ہوں" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مزید پڑتال کرو اور اگر ایسی کوئی خبر ہو تو مجھے فوراً بتاؤ۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"آپ میرے خیال میں اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب روشن جنگل تاریک ہوتا جا رہا ہو تو اندھیرے میں ہی شکار کھیلا جا سکتا ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔ اس بار اس کی انگلیاں زیادہ تیزی سے چل رہی تھیں۔

"رانا ہاؤس" ـــ دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران بول رہا ہوں جوزف ـــ میں نے سنا ہے جنگل ایک مخصوص آواز میں روتا ہے اور تم وہ آواز سُن سکتے ہو" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ باس ـــ آپ نے واقعی درست سُنا ہے۔ روتا بھی ہے اور ہنستا بھی ہے۔ اور میں جنگل کا شہزادہ نہ صرف اس کے رونے اور ہنسنے کی آوازیں سُن سکتا ہوں بلکہ جنگل مجھے یہ بھی بتا دیتا ہے کہ وہ کیوں رو رہا ہے اور کیوں ہنس رہا ہے" جوزف نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور عمران مُسکرا دیا۔

"اچھا پھر آج آزما لیتے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر میں تسلیم کر لوں گا کہ تم جنگل کے شہزادے ہو۔ ورنہ میں یہی سمجھوں گا کہ تمہارا قبیلہ تمہیں ماشی جھیل کے سرکنڈوں کی صفائی کے دوران اُٹھا لائے ہوں گے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بے شک آزما لیں باس ـــ جوزف دی گریٹ میں خالص شاہی خون دوڑ رہا ہے" جوزف نے پھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"پتہ چل جائے گا کہ شاہی خون دوڑ رہا ہے یا جنگل کے جمعداروں کا

خون دوڑ رہا ہے۔ اور تم ہم پر خواہ مخواہ رعب ڈالتے رہتے ہو۔ جوانا کو لے کر میرے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رسیور رکھ دیا۔

"یہ جنگل کے رونے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم میں شاہی خون ہو اور چلو دوڑ نہ رہا ہو خالی چل رہا ہو تو تمہیں رونے کی آواز سنائی دے سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بلیک زیرو ہنس پڑا۔

"جولیا اور ٹائیگر کی طرف سے جو رپورٹیں آئیں وہ الیون بی ٹرانسمیٹر پر مجھ تک پہنچا دینا۔ میں الیون بی ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤں گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہاں مجھے کچھ دن لگ جائیں۔" عمران نے کہا اور پھر اُٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی ڈان فلاچر چونک پڑا۔ دروازے پر ایک سخت چہرے والا نوجوان کھڑا تھا۔

"اوہ بارجر تم ــــــ کم ان۔" ڈان فلاچر نے چونک کر کہا اور بارجر مؤدبانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔

"کیا رپورٹ ہے۔" ڈان فلاچر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"ٹارگٹ کامیاب ہو گیا ہے باس ــــــ نمبر تھرٹین اور نمبر فورٹین رتی بھٹی میں پہنچ چکے ہیں۔" بارجر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے نمبر تھرٹین اور فورٹین انسانوں کی بجائے کوئی حقیر سی مخلوق ہو۔

"ہونہہ ــــــ اس کا مطلب ہے۔ اب ہم مین ٹارگٹ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ بیٹھو۔" ڈان فلاچر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بارجر میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہمارے گروپ کے تمام افراد اس مشن میں کام آ چکے ہیں۔ اس لئے

اب مین مشن پر تم نے خود کام کرنا ہے۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

"یس باس ——— لیکن باس ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر اس بار ہم اپنے آدمی کیوں ضائع کرتے جا رہے ہیں۔" بارجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ وی ڈی ابھی اس سٹیج تک نہ پہنچی تھی کہ اسے استعمال میں لایا جا سکتا۔ لیکن ہمیں آفر اتنی بڑی ہوئی ہے کہ ہم اس آفر سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً ہمیں وی ڈی استعمال کرنی پڑی۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ وی۔ ڈی کی رینج نہ صرف انتہائی کم ہے بلکہ وی ڈی جس جگہ نصب ہوتی ہے۔ وہاں ہوا میں اس کے مخصوص ذرات پھیل جاتے ہیں۔ اور یہ ذرات وی ڈی کو استعمال کرنے والوں کے جسم اور لباس میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور تمہیں معلوم نہیں ہے کہ چوبیس گھنٹوں تک اگر وی ڈی کے ذرات انسانی کھال کے ساتھ چپکے رہیں تو ان میں خود بخود چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر وی ڈی استعمال کرنے والوں کو فوری طور پر برقی بھٹی میں نہ ڈال دیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ رات کو ان کے جسم اس طرح چمکنے لگ جائیں گے جیسے انہوں نے اپنے جسموں پر فاسفورس کا پلینٹ کر دیا ہو۔ اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اس لئے مجبوراً ان کو استعمال کرنے والوں کا خاتمہ کرنا پڑتا ہے۔" ڈان فلاچر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر کرائے کے آدمی بھی حاصل کئے جا سکتے تھے۔" بارجر نے کہا۔

"نہیں ——— یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ کرائے کے آدمیوں

مشن کسی بھی وقت لیک آؤٹ ہو سکتا ہے۔ اور آج تک وڈ کنگ کی پوری دنیا میں کامیابی کا راز اسی بات میں ہے کہ وڈ کنگ نے ——— کرائے کے آدمیوں کو کبھی استعمال نہیں کیا۔ ہماری تنظیم اس مشن سے جس قدر سرمایہ حاصل کر رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک درجن افراد کی قربانی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہم اس رقم سے مزید افراد حاصل بھی کر سکتے ہیں اور ٹرینڈ بھی کر سکتے ہیں۔ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ وڈ کنگ تنظیم عام جرائم میں ملوث نہیں رہتی۔ اس کے تمام تر جرائم کا تعلق جنگلات سے ہے۔ اس لئے اس تنظیم کا مشن صرف جنگلات کے لئے خصوصی طور پر تربیت یافتہ افراد ہی کامیابی سے مکمل کر سکتے ہیں اور تم نے دیکھا کہ چھ گروپس نے یہ کام کیا ہے لیکن کسی بھی گروپ کی طرف سے ایک فیصد کوتاہی بھی سامنے نہیں آئی۔ اس کی واحد وجہ وہ مخصوص تربیت ہے۔ کرائے کا آدمی مخصوص تربیت نہ ہونے کی وجہ سے کہیں نہ کہیں لازماً کوتاہی کر جاتا اور اس کی یہ کوتاہی اس عظیم مشن کی مکمل تباہی بن جاتی۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ——— لیکن اب ——— مین مشن پر کام کرنے کے بعد ظاہر ہے مجھے بھی مرنا پڑے گا۔" بارجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اور ڈان فلاچر ہنس پڑا۔

"تم میرے اور اپنے تعلقات کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اس کے بعد بھی ایسی بات سوچ رہے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اتنا احمق ہوں کہ وڈ کنگ کے رائٹ ہینڈ کو خود اپنے ہاتھوں ضائع کر دوں۔ تم صرف فیلڈ میں کام کرتے ہو۔ اس لئے تمہیں وی ڈی کے متعلق علم نہیں ہے۔ بولو کیا جانتے ہو وی ڈی کے متعلق۔" ڈان فلاچر نے کہا

" باس ——— میں تو اتنا جانتا ہوں کہ وی ۔ ڈی کیپسول میں ایسی ریز
ہند ہیں جو جب چارج ہوتی ہیں تو ایک مخصوص رینج میں موجود ہر قسم کی لکڑی
کو ربڑ کی طرح نرم کر دیتی ہیں اور یہ نرمی دوبارہ کسی طرح بھی سختی میں تبدیل
نہیں کی جا سکتی " بارجر نے کہا۔

" سنو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ ان ریز کی دریافت بھی ایک اتفاق پر مبنی ہے ٹاپ
فارسٹ ریسرچ میں سخت ترین لکڑی کو نرم کرنے کی غرض سے گذشتہ دو
سالوں سے ایک مخصوص ریسرچ جاری تھی ۔ اور یہ ریسرچ پروفیسر مارٹن کر رہے
تھے ۔ کیونکہ شاہ بلوط کی لکڑی ٹشکا کی آب و ہوا میں اس قدر سخت ہو جاتی
تھی کہ وہ اکثر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی تھی ۔ اور تم جانتے ہو کہ ٹشکا میں شا
بلوط کی سب سے زیادہ مانگ ہے ۔ وہاں شاہ بلوط کی لکڑی سونے سے بھی
زیادہ قیمتی بن جاتی ہے لیکن اس کی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے شاہ بلوط کی مارکی
ختم ہوتی جا رہی تھی ۔ چنانچہ میں نے پروفیسر مارٹن کے سامنے جب یہ مسئلہ
پیش کیا تو پروفیسر مارٹن نے سخت لکڑی کو نرم کرنے پر ریسرچ شروع کر دی
اس کے لئے پہلے تو وہ مختلف قسموں کی تجربات کرتے رہے ۔ لیکن انہیں مسلسل
ناکامی ہوئی تو انہوں نے مختلف قسم کی سائنسی ریز پر تجربات شروع کر دیئے
پروفیسر مارٹن ایک معروف سائنسدان بھی ہیں ۔ اور پھر ایک مخصوص
کے ذریعے جب انہوں نے تجربات شروع کئے تو یہ بات سامنے آئی کہ ان
لکڑی تو نرم ہو جاتی ہے لیکن اس کا ایک مخصوص حصہ اور دوسری بات
یہ اتنی نرم ہو جاتی ہے کہ یہ بالکل ہی بیکار ہو جاتی ہے
انہوں نے اس کی نرمی کو کنٹرول کرنا چاہا لیکن وہ ناکام رہے چنانچہ ا
نے ان ریز پر تجربات بند کر دیئے لیکن ایک بار انہوں نے مجھ سے اس کا
کیا تو میں چونک پڑا ۔ میرے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ اگر ان ریز کو وسیع

پر استعمال کیا جائے تو اس سے دشمنوں کے جنگلات کو ناکارہ بنایا جا سکتا ہے
اس طرح ہمارے جنگلات سونے کی کانوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں ۔ اب تک تو
ہماری تنظیم حریفوں کے جنگلات کو آگ لگا کر یا کاٹ کر یا مختلف بیماریوں کا شکار
بنا کر ہی نقصان پہنچاتی رہتی تھی ۔
لیکن یہ سب طریقے نہ صرف فرسودہ تھے بلکہ ان کا فوری طور پر سدِ باب
بھی کر لیا جاتا تھا جبکہ اس طریقے سے پہنچنے والے نقصان کا سدِ باب نہ کیا جا
سکتا تھا چنانچہ میں نے پروفیسر مارٹن سے اس آئیڈیئے پر بات کی تو پروفیسر مارٹن
نے مجھ سے اختلاف کیا ۔

وہ صرف اور صرف سائنسدان تھے ۔ وہ جُرم کے لفظ سے بھی الرجک
تھے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھے صرف جنگلات کا مالک ہی سمجھتے تھے ۔ انہیں یہ
معلوم ہی نہ تھا کہ میں ایک ایسی تنظیم کا چیف بھی ہوں جو حریفوں کے جنگلات تباہ
کرنے کا کام کرتی ہے ۔ اور میری بے پناہ کامیابی اور دولت مندی کا اصل راز
بھی اسی میں تھا ۔ ورنہ خالی لکڑی بیچ بیچ کر میں اس سٹیج پر ساری عمر نہ پہنچ سکتا
کہ وڈ کنگ کہلاتا ۔ اور دنیا میں سب سے امیر آدمی بن سکتا ۔
چنانچہ میں نے بظاہر تو اس کا خیال چھوڑ دیا لیکن میں جانتا تھا کہ پروفیسر مارٹن
کی ایک کمزوری ایسی ہے جس کو استعمال میں لا کر اسے مجبور کیا جا سکتا ہے اور وہ
کمزوری اس کی اکلوتی بیٹی مارگریٹ تھی جس سے پروفیسر جنون کی حد تک محبت کرتا
تھا میں نے اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا ۔ اور پھر میں نے مارگریٹ کی چیخوں کا ٹیپ
پروفیسر کو سنا کر اسے مجبور کر دیا کہ وہ اس پورے فارمولے کو نہ صرف سامنے
لائے بلکہ اس کو قابل استعمال بھی بنا سکے ۔
پروفیسر اپنی بیٹی کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور جب اس کی بیٹی اسے واپس مل

گئی تو میں نے اسے آگاہ کر دیا کہ اب اگر اس نے یہ کام مکمل نہ کیا تو پھر اُسے
اس کی بیٹی کی لاش ہی ملے گی۔

اس کے ساتھ ہی میں نے پروفیسر مارٹن کو ایک لحاظ سے نظر بند کر دیا
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پروفیسر مارٹن کو مجبوراً میرے آئیڈیے پر کام کرنا پڑا۔ اور ا
نتیجے میں ان ریز پر مشتمل یہ کیپسول ایجاد ہوا۔ اور اس کی چارجنگ مشین بھی سامنے آگئی

ان ریز کا سائنسی نام تو مابران ہے لیکن میں نے ان کا نام وُڈ ڈسٹرکم
رکھا یعنی لکڑی کی تباہی اور مخفف نام ہوا وی ڈی۔ پھر چارجنگ مشین پر ن
کام میں نے ایک اور معروف سائنسدان سے کرایا جو جدید دفاعی اسلحہ بنانے
ماہر تھا۔ اس طرح وائرلیس آپریٹنگ چارجنگ مشین مکمل ہوگئی۔ لیکن وی ڈ
کی رینج بہت کم تھی۔

میں اسے بڑھانا چاہتا تھا لیکن ابھی یہ کام ہو ہی رہا تھا کہ مجھے اس
جدید دفاعی اسلحے کے ماہر پروفیسر ٹارجنگ کے ذریعے پاکیشیا کے ہمسایہ ملک
کافرستان سے ایک آفر موصول ہوئی۔ پروفیسر ٹارجنگ وی۔ ڈی کی اہمیت
اور کارکردگی سے واقف ہوگیا تھا۔ وہ چونکہ انتہائی حساس اور جدید اس
کا فارمولا مختلف ملکوں کو فراہم کرتا رہتا تھا۔ اس لئے اس کے ایسے ملک
کے انتہائی اعلیٰ حکام سے رابطہ موجود تھا۔ اور پھر شاید اس نے کسی مخف
وی ڈی کی کارکردگی کا ذکر کر دیا جو کافرستانی حکام تک پہنچ گیا۔ اور کاف
میں کسی شاطر ذہن نے پاکیشا کی تباہی کا ایک انتہائی شاطرانہ منصوبہ ب
اور پھر شاید اس پر پیپر ورک ہوا ہوگا۔ اور حکومت نے خفیہ طور پر اس
کی منظوری دے دی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر ٹارجنگ کے ذریعے مجھے

ی گئی۔ پہلے تو میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں یورپ سے باہر کوئی کام نہ کرنا
ہتا تھا۔

لیکن پھر آفر اس قدر بڑھ گئی کہ مجبوراً مجھے رضامند ہونا پڑا۔ لیکن میں
روفیسر ٹارجنگ کا کانٹا درمیان سے نکالنا چاہتا تھا کیونکہ پروفیسر ٹارجنگ
نتہائی حریص آدمی تھا۔ وہ اس مشن میں آدھے کا حصہ دار بننا چاہتا تھا۔
نانچہ میں نے اپنے ذرائع سے اس منصوبے کے روحِ رواں تک اپروچ
اصل کی اور اس کے بعد ہمارے درمیان معاہدہ ہو گیا اور میں نے پروفیسر
ارجنگ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا اور اس کے بعد میں نے اس منصوبے
کام شروع کر دیا۔

لیکن اصل مشن روشن جنگل میں موجود درختوں کی ایک بالکل نئی قسم
ولڈن رینج کی تباہی تھی۔ کیونکہ مجھے اس کی لکڑی کی جو خصوصیت بتائی گئی تھی
ر پاکیشیا والوں نے اپنے مٹی کے ڈیم کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنے کے لئے
سے جس طرح استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔ اس نے مجھے بے حد متاثر
یا تھا۔ چنانچہ میں اس درخت کا پودا بھی اپنے لئے حاصل کرنا چاہتا تھا اور
سے تباہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں روشن جنگل پہنچ گیا۔ لیکن وہاں جا کر
ں نے گولڈن رینج کے جو حفاظتی انتظامات دیکھے۔ اس سے میں اس نتیجے
پہنچا کہ عام طریقے سے یعنی وی ڈی کیپسول جنگل کے اندر زمین میں دفن کر
ے اسے ڈی چارج کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ میں نے بہت غور و فکر کے
بالکل نئی پلاننگ کی۔

مجھے معلوم تھا کہ وی ڈی ریز ایک دوسرے سے مل کر طاقت ور ہوتی
اور وہ فضا میں ایک ہفتے تک قائم رہتی ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک رینج فکسڈ

کی کہ میں نے گولڈن رینج کے چاروں طرف وی ڈی کو پھیلانا شروع کر دیا۔ اس طرح ایک لحاظ سے مجھے پورا روشن جنگل تباہ کرنا پڑا۔ اور اپنے خصوصی تربیت یافتہ بارہ آدمی بھی ضائع کرنے پڑے۔ لیکن اب گولڈن رینج کے گر وی۔ ڈی ریز کا ایک انتہائی طاقت ور حلقہ وجود میں آ گیا ہے

اب گولڈن رینج جنگل کے اندر مجھے وی ڈی کیپسول فکس کرنے کی ضرورت نہیں رہی بلکہ اب اس کے لئے صرف اے ایس طریقہ استعمال ہوگا یعنی گولڈن رینج کے پورے علاقے سے یکلخت ہوا کو غائب کر دیا جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چاروں طرف فضا میں ایک مخصوص رینج میں موجود وی ڈی ریز بھی ساتھ ہی گولڈن رینج کی فضا میں پہنچ جائیں گی۔ اور پھر آٹھ گھنٹوں کے اندر سورج کی گرمی سے یہ طاقت ور ریز خود بخود چارج ہو جائیں گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بغیر وی ڈی کیپسول فکس کئے گولڈن رینج کا جنگل اس تباہی کا شکار ہو جائے گا۔ اس طرح ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا۔ میں نے یہ ساری تفصیل تمہیں اس لئے بتائی ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس مشن کو جب تم مکمل کر دو گے تو تمہیں دوسرے کارکنوں کی طرح مرنا نہیں پڑے گا" ڈان فلاچر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" اوہ باس —— آپ نے واقعی میرا خوف دور کر دیا ہے۔ میں اس کے لئے آپ کا بے حد مشکور ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میرے دل میں آپ کا مقام اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے میرے اطمینان کے لئے یہ سارا راز آشکار کر دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ میں آپ کو اب تک ایک ایسا آدمی سمجھتا رہا ہوں جو رقم کی خاطر دشمنوں کے جنگل تباہ کر دیتا ہے لیکن اب مجھے احساس ہوا ہے کہ آپ انتہائی ذہانت سے اس قدر گہری

منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی انتہائی ذہانت کی دلیل ہے اور مجھے فخر ہے کہ میرا باس اس قدر ذہین آدمی ہے" بارجر نے انتہائی عقیدتمندانہ لہجے میں کہا۔ وہ واقعی ڈان فلاچر کی ذہانت سے بے حد مرعوب نظر آ رہا تھا۔

" تم میرے رائٹ ہینڈ ہو بارجر اور تم نے جس طرح ڈوڈ کنگ تنظیم کو عملی طور پر سنبھالا ہوا ہے۔ میں اس کے لئے تمہارا بے حد مداح ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں وڈ کنگ میں پچیس فیصد کا باقاعدہ حصہ دار بھی بنایا ہوا ہے اور تمہیں اپنا داماد بھی بنایا ہوا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میرا کوئی لڑکا نہیں۔ صرف ایک ہی لڑکی ہے اور وہ تمہاری بیوی ہے۔ اس طرح میرے بعد میری تمام جائیداد اور پوری دنیا کے بڑے بڑے بنکوں میں موجود تمام نقد رقم اور پوری دنیا کی کمپنیوں میں بڑے بڑے شیئرز کے مالک بھی تم ہو گے۔ ایک لحاظ سے تم مستقبل کے ڈوڈ کنگ ہو۔ اس لئے میں تمہیں کیسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔" ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ عظیم انسان ہیں باس میں مقدس کتاب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی ہمیشہ عزت کروں گا۔ گو مجھے معلوم ہے کہ میری بیوی راکیل مجھے پسند نہیں کرتی لیکن میں اُسے ہمیشہ خوش رکھوں گا۔" بارجر نے بے اختیار اُٹھ کر ڈان فلاچر کے پیر پکڑتے ہوئے کہا۔ اور ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے اسے اٹھایا اور گلے سے لگا لیا۔

" تم میرے داماد ہی نہیں میرے بیٹے بھی ہو بارجر۔ اب بیٹھو تاکہ ہم مین مشن کی پلاننگ مکمل کر لیں اور مشن مکمل کرنے کے بعد یہاں سے کامیاب کامران واپس روانہ ہو جائیں" ڈان فلاچر نے کہا اور بارجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب غور سے مین مشن کی پلاننگ سنو۔ اب اس مین مشن کی کامیابی کا انحصار تمہاری صلاحیتوں پر ہے۔ تم نے سر نعمت علی کے بیٹے نعیم کی جگہ لینی ہے۔ میں نے نعیم کے مختلف ایکشنز کی ایک خفیہ کیمرے سے فلم بھی بنائی ہوئی ہے اور اس کی گفتگو کا ٹیپ بھی میرے پاس موجود ہے۔ اور مجھے تمہاری اس صلاحیت کا بخوبی علم ہے کہ تم آوازوں کو نقل کرنے کے ماہر ہو میں نے وہاں روشن جنگل جا کر جائزہ لیا تو اس مشن کی پوری پلاننگ بھی کر لی تھی اور میں نے دیکھ لیا تھا کہ سر نعمت علی کا لڑکا نعیم نہ صرف تمہاری قدو قامت اور جسمانی ساخت کا مالک ہے۔ بلکہ اس کے چہرے کے نقوش بھی ایسے ہیں کہ تم اس کا میک اپ انتہائی آسانی اور خوبی سے کر سکتے ہو۔ اب رہ گیا مقامی زبان کا مسئلہ۔ تو اس کے لئے میں نے تمہیں ان سارے دنوں میں مقامی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس پر محنت کی ہے اور اب بہرحال تم گزارہ کر لیتے ہو۔ اس لئے تم ایک مختصر عرصے کے لئے نعیم کا روپ کامیابی سے دھار سکتے ہو۔

تم نے اب صرف اتنا کرنا ہے کہ روشن جنگل جا کر رات کے وقت نعیم کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اغوا کرنا ہے اور پھر اس کی جگہ لینی ہے۔ نعیم ہر صبح جوگنگ کے لئے جاتا ہے اور جنگل میں ہی دور تک جاتا ہے۔ تقریباً دو گھنٹوں تک وہ جوگنگ کرتا ہے۔ تم نے جوگنگ کرتے ہوئے گولڈن رینج پورشن کی طرف جانا ہے۔ اس پورشن کے گرد اونچی دیوار ہے اور وہاں اتنے سخت حفاظتی انتظامات ہیں کہ اندر سوائے خاص افراد کے کسی کو نہیں جانے دیا جاتا۔ حتیٰ کہ سر نعمت علی نے مجھے پورا جنگل دکھا دیا لیکن باوجود اصرار کے انہوں نے مجھے گولڈن رینج پورشن میں داخل نہیں ہونے دیا۔ بہرحال

تمہیں اندر جانے کی ضرورت نہیں۔ تم جوگنگ کرتے ہوئے اس کے گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جاؤ گے۔ تمہاری جیب میں اے۔ ایس چارجز موجود ہو گا۔ تم موقع دیکھ کر اے ایس چارجر کو اچھال کر اس چار دیواری کے اندر پوری قوت سے پھینک دو گے۔ اور پھر دس منٹ کے وقفے کے بعد تم اس کا ڈی چارجنگ بٹن آن کر دو گے۔

بس تمہارا کام ختم۔ اس کے بعد جس طرح بھی موقع دیکھو تم نے وہاں سے فوراً روانہ ہو جانا ہے۔ اس طرح کہ کسی کو شک نہ پڑ سکے۔ اے۔ ایس چارجر جیسے ہی چارج ہو گا۔ صرف چند منٹ کے لئے وہاں تیز آندھی کی صورت پیدا ہو گی اور اس کے بعد سکون ہو جائے گا لیکن پھر سارا دن سورج کی تیز روشنی کی حرارت کی وجہ سے دی ڈی ریز خود بخود چارج ہو جائیں گی اور ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

" اوہ باس ——— یہ تو بے حد آسان کام ہے۔ میں اسے بخوبی سرانجام دے لوں گا۔" بارجر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اس کام کو آسان بنانے کی غرض سے تو مجھے اتنی محنت بھی کرنی پڑی ہے دو بارہ آدمی بھی ضائع کرنے پڑے ہیں ——— آؤ اب میں تمہیں نقشے کی رو سے پوری تفصیل سمجھا دوں اور تم نعیم کی فلم بھی دیکھ لو اور اس کی آواز کا ٹیپ بھی سن لو۔ تاکہ جب میں مطمئن ہو جاؤں تو تمہیں مشن پر روانہ کر سکوں۔" ڈان فلاچر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور بارجر بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ڈان فلاچر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے عقبی دیوار میں موجود ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے کار سر نعمت علی کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے پورچ میں روکی اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔

جوزف اور جوانا بھی جو عقبی سیٹ پر موجود تھے، نیچے اُتر آئے۔ اور پھر وہ دونوں عمران کی پیروی کرتے ہوئے سر نعمت علی کے مخصوص دفتر کی طرف بڑھ گئے۔

اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ سر نعمت علی کے سامنے موجود تھے۔

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے بڑے فصیح و بلیغ عربی لہجے میں سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام —— آیئے تشریف رکھیئے"۔ سر نعمت علی نے تو توقع کے خلاف انتہائی خشک لہجے میں کہا اور نہ ہی وہ مصافحے کے لئے اُٹھے اور نہ ہی ان کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ تھی۔

"تشریف —— اوہ سوری! وہ تو میں خریدنا ہی بھول گیا۔ اب مجھے

کیا معلوم تھا کہ آپ کو تشریف کی اتنی شدید ضرورت تھی، ورنہ میں دو چار تولے خرید لیتا۔" عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا جیسے تشریف نہ خرید کر اس نے بہت بڑی حماقت کی ہو۔

"آپ چیف آف سیکرٹ سروس کے نمائندے ہیں اور سرکاری وزٹ کے لئے آئے ہیں اس لئے آپ کو سنجیدہ رہنا چاہیئے۔ اور یہ بھی سُن لیں کہ میں دفتر میں کوئی غیر سنجیدہ بات سُننے کا قائل نہیں ہوں"۔ سر نعمت علی نے انتہائی سرد اور خشک لہجے میں کہا۔

"لِسٹ ہے آپ کے پاس —— ذرا دکھایئے"۔ عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لِسٹ —— کون سی لِسٹ؟" سر نعمت علی نے حیرت سے چونک کر پوچھا۔

"سنجیدہ اور غیر سنجیدہ باتوں کی تاکہ میں یاد کر لوں کہ کون کون سی باتیں سنجیدہ ہوتی ہیں اور کون کون سی غیر سنجیدہ"۔ عمران نے جواب دیا۔ اور سر نعمت علی نے جواب دینے کی بجائے ہونٹ بھینچ لئے۔ ان کے چہرے پر غصہ اور جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"اچھا تو لِسٹ آپ کے ذہن میں محفوظ ہے۔ ٹھیک ہے سوچ لیجئے تب تک میں تعارف کرا دوں۔ یہ بلیک ٹارزن جوزف صاحب ہیں جن کا کہنا ہے کہ وہ جنگل کے شہزادے ہیں اور یہ ہیں جوانا جو جنگلی درندوں سے لڑنے کے ماہر ہیں۔ میں اِن دونوں کو اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے جنگل سے بے حد ڈر لگتا ہے۔ نانی اماں جب جنگل میں بغیر سر کے بھوت کی کہانی سناتی تھیں تو میں خوف سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا اور اسی

خوف کی وجہ سے میں ان دونوں کو ساتھ لے آیا ہوں لیکن اب مجھے کیا معلوم تھا کہ زمانہ نانی اماں کے دور سے کافی ترقی کر چکا ہے۔ اب تو سرکاری اور غیر سرکاری دونوں اکٹھے سر جنگل میں موجود رہتے ہیں"۔ عمران کی زبان میرٹھ کی قینچی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چلنے لگی۔

" شٹ اپ ـــــ یونان سنس ـــــ تمہیں تمیز ہی نہیں ہے بات کرنے کی"۔ سر نعمت علی اس بار واقعی پھٹ پڑے۔ غصے کی شدت سے ان کی آنکھوں میں چراغ سے جلنے لگے۔ کیونکہ وہ عمران کے دوسروں والے طنز کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔

" اوہ۔ یعنی دو باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا۔ سنجیدہ اور تمیز دار بھی۔ یہ تو بڑا مشکل کام ہے سر نعمت علی۔ ویسے مجھے اس وقت بڑی ہنسی آتی ہے جب میں کسی آدھے تیتر اور آدھے بٹیر کو دیکھتا ہوں۔ مم ـــ مم ـــ میرا مطلب ہے آدھی انگریزی اور آدھی اردو سنتا ہوں۔ شٹ اپ کی اردو ہے خاموش رہو یُو کو اردو میں تم اور نان سنس کو احمق کہتے ہیں۔ اس لئے خاموش رہو تم احمق یہ ہوا ترجمہ۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں جناب ڈائریکٹر جنرل فارسٹ، اوہ اردو میں کیا کہتے ہیں مہتمم اعلیٰ جنگلات۔ ویسے ایک بات ہے۔ مہتمم سے مجھے مہتر یاد آجاتا ہے اور مہتر کو انگریزی میں سویپر کہتے ہیں۔ ویسے واقعی جنگل میں سویپر کی بڑی ضرورت پڑتی ہو گی۔" عمران بھلا کب باز آنے والا تھا۔ اس نے سر نعمت علی کو اور زیادہ چڑا دیا۔

" تت ـــــ تت۔ تم سے بات کرنا بھی میری توہین ہے۔ میں استعفےٰ دے سکتا ہوں لیکن تمہیں ایک لمحہ بھی مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ نکل جاؤ میرے دفتر سے۔ ابھی اور اسی وقت"۔ سر نعمت علی نے اس قدر غصیلے لہجے میں کہا کہ

نہ صرف ان کی آواز پھٹ گئی بلکہ ان کے منہ کے کونوں سے جھاگ کے بلبلے سے پیدا ہونے لگے۔

" یہ ٹھیک ہے ـــــ اب واقعی آپ نے پورا فقرہ اردو میں کہا ہے، لیکن ایک بات ہے۔ اردو میں ایسے فقرے سے وہ زور پیدا نہیں ہوتا، جو انگریزی میں ہے۔ یعنی یہ کیا بات ہوئی۔ نکل جاؤ۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی پنجرے میں پھنسا ہوا ہو اور اچانک دروازہ کھل جائے اور اُسے کہا جائے۔ نکل جاؤ۔ واہ جو مزہ گٹ آؤٹ کہنے میں ہے اس کا تو جواب ہی نہیں۔ ویسے سر نعمت علی صاحب! آخر آپ کو اتنا غصہ کس بات پر آ رہا ہے۔ میں نے آپ کا جنگل تباہ نہیں کیا۔

جس نے آپ کا جنگل تباہ کیا ہے اور کر رہا ہے، اُسے تو آپ نہ صرف مہمان بنا کر اپنے پاس رکھتے ہیں بلکہ اسے جنگل کی سیر بھی کراتے ہیں اور جو آپ کے جنگل کے تحفظ کے لئے حاضر ہوں انہیں آپ غصے سے چیختے ہوئے باہر نکل جانے کا حکم دیتے ہیں"۔ عمران کا لہجہ فقرے کے آخری حصے میں یکلخت بے حد سرد ہو گیا تھا۔

" کیا ـــــ کیا مطلب ـــــ کسے میں مہمان ٹھہراتا ہوں اور کون جنگل تباہ کر رہا ہے۔ جنگل تو بیماری سے تباہ ہو رہا ہے۔" سر نعمت علی عمران کی بات سُن کر بے اختیار چونک پڑے

" آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ یہاں آنے سے پہلے میں نے مس نشاط سے فون پر ان ساری جگہوں کی تفصیلات پوچھی تھیں جہاں وہ آپ کے مہمان ڈان فلاچر صاحب گئے تھے۔ اور جو سیکٹر ابھی تک اس بیماری سے بچے ہوئے ہیں۔ ان میں ڈان فلاچر صاحب ازراہِ کرم تشریف نہ لے گئے تھے۔

اور یہ بھی بتا دوں کہ مس نشاطہ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ باقاعدہ ہر سیکٹر کا نقشہ بھی بناتے رہے۔ خاص طور پر وہاں موجود رابطہ سڑکوں کی نشاندہی بھی اس نقشے میں شامل تھی۔ اور ایک خاص بات اور کہ ہر سیکٹر میں وہ جیپ سے اُتر کر پیدل اندر جاتے رہے اور وہ سپاٹ چیک کرتے رہے جو اس سیکٹر کے تقریباً درمیان میں ہو اور اسے وہ اپنے بنائے ہوئے نقشے پر باقاعدہ سُرخ بال پین سے دائرے کی صورت میں ظاہر کرتے رہے۔'' عمران کا لہجہ اور زیادہ سرد ہوتا چلا گیا۔

'' تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ مجھے بھی نشاطہ نے بتایا تھا میں نے ڈان فلاچر سے پوچھا تھا۔ اس نے نہ صرف مجھے وہ نقشہ دکھایا تھا بلکہ بتایا تھا کہ انہیں روشن جنگل کی منصوبہ بندی بے حد پسند آئی ہے اور وہ یہ نقشہ اس لئے بنا رہے ہیں تاکہ وہ فلاڈلفیا میں ایک نیا جنگل بالکل اسی ترتیب سے لگا سکیں۔''
سر نعمت علی نے جواب دیا لیکن اب ان کے لہجے میں غصے کا عنصر غائب ہو گیا تھا۔

'' اگر اس کا مقصد صرف یہی ہوتا تو پھر وہ روشن جنگل کے سرکاری نقشے کی کاپی بھی حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن بہرحال آپ جانتے ہیں کہ آپ کے نقشے میں ہر سیکٹر کے درمیانی حصے کی نشاندہی موجود نہ ہوگی۔'' عمران نے کہا۔

'' اوہ ـــــ واقعی اس بات کا تو مجھے خیال نہ آیا تھا لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ ڈان فلاچر نے جنگل تباہ کیا ہے۔ میری اس سے گفتگو ہوئی ہے۔ وہ جنگل کے بارے میں کافی کچھ جانتا ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ فارسٹ سائنٹسٹ ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ اور یہ بیماری تو ایسی ہے کہ پوری دُنیا کے سائنسدان اس پر متحیر ہو گئے ہیں۔ اور آخری بات یہ

کہ ڈان فلاچر تو واپس جا چکا ہے۔ اس بیماری کا آغاز اس کی واپسی کے تقریباً ایک ہفتے بعد ہوا ہے۔'' سر نعمت علی نے کہا۔

'' کیا آپ ایئر پورٹ پر اُسے سی آف کرنے گئے تھے۔'' عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

'' اوہ ـــــ نہیں۔ مجھے کیا ضرورت تھی ساتھ جانے کی۔ اس نے خود کہا تھا کہ وہ یہاں سے سیدھا ایئر پورٹ جائے گا۔ میں نے ازراہِ اخلاق اُسے مزید رکنے کے لئے کہا تھا لیکن اس نے مجھے واپسی کا ٹکٹ دکھایا تھا اس کی سیٹ بُک تھی۔'' سر نعمت علی نے کہا۔

'' اوہ ـــــ کیا واقعی آپ نے ٹکٹ دیکھا تھا۔ یاد کر کے بتلایئے اس پر کون سی تاریخ درج تھی۔'' عمران نے چونک کر پوچھا۔

'' میں نے خود دیکھی تھی۔ اور تاریخ ـــــ ہاں مجھے یاد ہے۔ نشاطہ کی سالگرہ کے چار دن بعد کی بات ہے۔ میرا مطلب ہے آٹھ تاریخ تھی اسی مہینے کی۔'' سر نعمت علی نے سوچتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

'' کیا میں آپ کا ڈائریکٹ فون استعمال کر سکتا ہوں۔'' عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

'' ہاں کر لو۔'' سر نعمت علی نے جواب دیا۔ اور عمران نے ایک طرف پڑے ہوئے ڈائریکٹ فون کا رسیور اُٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

'' یس ـــــ فلائٹ پروگرامنگ ریکارڈ آفس۔'' رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ عمران چونکہ پہلے ایک کیس میں اس نمبر پر بات کر چکا تھا۔ اس لئے یہ نمبر اس کے حافظے میں موجود تھا۔

"خصوصی نمائندہ چیف آف سیکرٹ سروس بول رہا ہوں۔ انچارج سے بات کراؤ۔" عمران کا لہجہ بے حد تحکمانہ ہو گیا تھا۔

"یس سر ــــ میں انچارج بول رہا ہوں جناب" دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اپنے کمپیوٹر پر چیک کر کے بتائیں کہ اس ماہ کی آٹھ تاریخ کو ایک آدمی ڈان فلاچر جس کی سیٹ الجیریا جانے والی کسی فلائٹ میں بک تھی، جا چکا ہے یا نہیں" عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"یس سر ــــ ایک منٹ سر" دوسری طرف سے انچارج نے کہا اور عمران خاموش ہو گیا۔

سر نعمت علی بھی حیرت بھرے انداز میں خاموش بیٹھے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اس وقت عمران کے چہرے پر اس بلا کی سنجیدگی تھی کہ جیسے وہ کبھی مسکرایا تک نہ ہو

"سر ــــ!" تقریباً پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد انچارج کی آواز سنائی دی۔

"یس ــــ" عمران نے اسی طرح سخت لہجے میں جواب دیا۔

"سر آٹھ تاریخ کو واقعی الجیریا جانے والی فلائٹ نمبر ٹی۔ کے ایک سو بارہ میں ڈان فلاچر کی سیٹ بک تھی۔ یہ ریٹرن ٹکٹ تھی۔ اس کی بکنگ ناراک سے کرائی گئی تھی۔ لیکن آٹھ تاریخ کی سیٹ کینسل کرا دی گئی۔ اور میں نے چیک کر لیا ہے۔ آج تک دوبارہ بکنگ نہیں کرائی گئی۔ اور نہ ہی ڈان فلاچر صاحب واپس گئے ہیں۔" انچارج نے جواب دیا۔

"شکریہ!" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اب فرمائیے جناب سر نعمت علی صاحب" عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے جواب دیا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ــــ ہو سکتا ہے اس کا پروگرام بدل گیا ہو اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا وہ میں نے بتا دیا ہے" سر نعمت نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"کیا آپ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ اس متاثرہ سیکٹر میں چلیں گے جسے سب سے پہلے یہ بیماری لگی تھی" عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ آئیے۔ میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کا سرکاری طور پر پابند ہوں" سر نعمت علی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ان کے ساتھ ہی دفتر سے باہر آ گئے۔

عمران تو جوزف اور جوانا کے ساتھ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا جبکہ سر نعمت علی ج میں کھڑی اپنی سرکاری جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں بعد عمران کی ار جیپ کے پیچھے چلتی ہوئی ہیڈ کوارٹر سے نکل کر جنگل کے اندرونی حصے کی ف جانے والی سڑک پر دوڑنے لگی۔

جوزف کافی دیر تک تو بڑی حیرت بھری نظروں سے سڑک کے دونوں راف میں پھیلے ہوئے جنگل کو دیکھتا رہا۔

"باس ــــ یہ جنگل ہے" آخر جوزف سے نہ رہا گیا تو بول پڑا۔

"کیوں ــــ تمہیں کیا نظر آ رہا ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"باس! اگر اسے تم جنگل کہتے ہو تو پھر افریقہ کے جنگلوں کو تو تم شاید ا کہو گے" جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بھئی درختوں کے مجموعے کو جنگل کہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بیماری

کی وجہ سے ان درختوں کے تنے گر چکے ہیں اور یہ ٹیڑھے میڑھے ہو گئے ہیں۔ چلو تم اسے ٹیڑھا اور گنجا جنگل کہہ لو۔ لیکن کم از کم جنگل سے تو انکار نہیں کر سکتے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یہ بات نہیں باس ——— نہ ہی ان میں جھاڑیاں ہیں، نہ ہی بیلیں نہ دلدلیں ہیں، نہ اژدہے، نہ درندے، نہ پرندے، نہ دوسرے جانور یہ کیسا جنگل ہے۔ اسے تو جنگل کہنا جنگل کی توہین ہو گی۔" جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" یہ مصنوعی جنگل ہے مسٹر جوزف۔ عمارتی لکڑی کے حصول کے لئے انسانوں کا لگایا ہوا جنگل۔ یہ قدرتی جنگل نہیں ہے۔" اس بار جوانا نے کہا۔

" مصنوعی جنگل ——— تو اب جنگل بھی مصنوعی ہونے لگے۔ کمال ہے کل کو تم مصنوعی درندے بھی بنانے لگو گے۔ ویسے باس۔ ایک بات بتا دوں یہ جنگل یا جو کچھ بھی ہے، مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے" جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" دھاڑیں مار کر رو رہا ہے یا سسکیاں بھر رہا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" اونچی آواز میں رو رہا ہے۔" جوزف نے بڑے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔

" آنسو بھی بہہ رہے ہوں گے اس کے۔ لیکن اب اتنا بڑا رومال کہاں سے آئے گا۔ تاکہ تم اس کے آنسو پونچھ سکو۔" عمران نے کہا۔ اس بار جوانا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

" باس! اس پر چاشا کی بد دعا پڑ گئی ہے۔ جنگل اونچی آواز میں

اسی وقت روتا ہے جب اس پر چاشا کی بد دعا پڑ جائے۔ اور باس چاشا کی بد دعا سب سے بڑی بد دعا ہے۔ جنگل تباہ ہو جاتا ہے۔" جوزف کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

" یہ چاشا کسی درندے کا نام ہے یا کسی کیڑے کا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" اوہ۔ نہیں باس ——— چاشا ہواؤں کا دیوتا ہے۔" جوزف نے ایسے لہجے میں کہا جیسے استاد کسی کند ذہن بچے کو سمجھا رہا ہو۔

" ہواؤں کا دیوتا ——— تمہارا مطلب ہے۔ یہاں آندھی آئی ہے جس سے پتے گرے ہیں اور درخت ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

" نہیں باس۔ اگر چاشا آندھی لے آتا تو جنگل خوش ہو کر قہقہے لگاتا۔ جنگل آندھی سے نہیں ڈرتا بلکہ آندھی سے تو جنگل کے بوڑھے اور ناپسندیدہ درخت گر جاتے ہیں لیکن نوجوان درختوں میں آندھی جوانی بھر دیتی ہے۔ یہ تو چاشا کی بد دعا ہے اور چاشا کی بد دعا کا مطلب ہے کہ ہوا زہریلی ہو جائے۔" جوزف نے کہا۔

" اوہ ——— اوہ۔ تو تمہارا مطلب ہے ہوا زہریلی ہو گئی ہے لیکن اگر ایسا ہوتا تو یہ زہر یہاں کے انسانوں پر اثر نہ کرتا۔" عمران اس طرح سنجیدگی سے بات کر رہا تھا کہ جوانا حیرت سے ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

" باس ——— چاشا نے جنگل کو بد دعا دی ہے۔ انسانوں کو نہیں۔" جوزف نے اس طرح منہ بناتے ہوئے کہا جیسے اسے عمران کی کم علمی پر رونا آ رہا ہو۔

" لیکن کس طرح معلوم ہو گا کہ چاشا نے بد دعا دی ہے اور جنگل کی ہوا

زہریلی ہوگئی ہے۔" عمران نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"میں جنگلوں کا شہزادہ ہوں باس! مجھے زہر کی بُو آرہی ہے۔ اور ہاں باس! اگر آپ میری بات کو پرکھنا چاہتے ہیں تو میں اس کا تجربہ کر سکتا ہوں۔ جب بھی چاشا بددعا دیتا ہے اور جنگل کی ہوا زہر سے بھر جاتی ہے اور جوشائی کا انڈہ پھٹ جاتا ہے۔" جوزف نے کہا۔

"جوشائی — تمہارا مطلب ہے سرخ تیتر۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں باس سرخ تیتر کہہ لو۔ ہم تو اُسے جوشائی ہی کہتے ہیں۔ مجھے یہ راز دنیا کے عظیم وِچ ڈاکٹر جابلی نے بتایا تھا۔" جوزف نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر — آپ کس چکر میں پڑ گئے۔ آپ تو ایسے سنجیدہ ہیں جیسے واقعی جوزف درست کہہ رہا ہو۔" جوانا نے بری طرح اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم جنگل کے معاملے میں جوزف کے علم کو چیلنج نہیں کر سکتے جوانا۔ جوزف واقعی جنگل کا شہزادہ ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ایک موڑ کاٹ کر آگے جانے والی جیپ کی رفتار نہ صرف آہستہ ہوگئی بلکہ اس کی عقبی بریک لائٹس بھی جل اُٹھیں۔ اور عمران نے بھی بریک پیڈل پر پیر رکھ دیا۔

جیپ اب رُک چکی تھی۔ عمران نے بھی کار روکی اور پھر وہ نیچے اُتر آیا۔ جوزف اور جوانا بھی نیچے اتر آئے۔ اور سر نعمت علی بھی جیپ سے نیچے اُتر آئے۔

"یہ ہے وہ سیکٹر جو سب سے پہلے اس بیماری کا شکار ہوا تھا۔" سر نعمت علی نے سامنے موجود ٹیڑھے میڑھے درختوں کے ذخیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہاں سُرخ تیتر پایا جاتا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"سُرخ تیتر —" سر نعمت علی نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں — سُرخ تیتر۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"گولڈن رینج ایریا میں سُرخ تیتر موجود ہیں — کیوں۔" سر نعمت علی نے ایسی نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے انہیں عمران کی ذہنی صحت پر شک پڑ گیا ہو۔

"آپ اس کے چند انڈے فوراً منگوا دیجئے تاکہ میں چیک کر سکوں کہ کیا واقعی روشن جنگل کو چاشا نے بددعا دی ہے۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور سر نعمت علی کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"کیا — کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔ یہ چاشا نے بددعا دی ہے۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔" سر نعمت علی کے لہجے میں ایک بار پھر غصہ عود کر آنے لگا۔

"آپ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکیں گے کیونکہ آپ صرف سائنسدان ہیں۔ وِچ ڈاکٹر نہیں۔ لیکن جو میں نے کہا ہے پلیز وہ آپ کر دیں۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا درختوں کے اس ذخیرے کے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ جوزف اور جوانا بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔

سر نعمت علی چند لمحے تو وہیں کھڑے ہونٹ کاٹتے رہے۔ پھر وہ اپنی جیپ کی طرف بڑھے۔ وہ جیپ میں بیٹھے اور جیپ تیزی سے واپس مُڑ کر دوڑتی ہوئی اسی راستے پر بڑھ گئی جہاں سے آئی تھی۔

"وہ بڈھا شاید جاپاشا کی بددعا سے ڈر کر بھاگ گیا ہے حالانکہ جاپاشا نے جنگل کو بددعا دی ہے، انسانوں کو نہیں" جوزف نے سرنعمت علی کو جیب میں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"وہ جوشائی کے انڈے لینے گیا ہوگا" عمران نے ایک درخت کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ ایک ایک درخت کو رُک کر غور سے دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھتا رہا۔ درخت بظاہر مکمل صحت مند اور توانا تھے۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ ان کا اندرونی حصہ ربڑ کی طرح نرم ہوگا اور اس نرمی نے اس درخت کو عمارتی لکڑی کے استعمال کے لئے ناقص اور بیکار بنا دیا تھا۔ اب یہاں جنگل میں آکر اسے صحیح معنوں میں اس وسیع جنگل کی اس طرح کی تباہی کا احساس ہو رہا تھا وہ دراصل درختوں پر کوئی ایسے نشانات تلاش کر رہا تھا جس سے کسی بیماری کا اندازہ لگایا جا سکتا۔ لیکن کہیں بھی ایک نشان نظر نہ آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران ایک جگہ پہنچ کر رک گیا۔ وہ وہیں کھڑے چاروں طرف گھوما۔

"یہ جگہ اس سیکڑ کی درمیانی جگہ ہو سکتی ہے" عمران نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جوزف —— تم یہاں کچھ محسوس کر رہے ہو" عمران نے پاس کھڑے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

جوزف چند لمحے اس طرح ناک اُٹھا اُٹھا کر سونگھتا رہا لیکن پھر اس کے چہرے پر ناامیدی کے آثار اُبھر آئے۔

"نہیں باس —— بس وہی جاپاشا کی بددعا اور جنگل کے رونے کی آواز" جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ جگہ ذرا صاف کرو" عمران نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں وہ کھڑا تھا۔ اور پھر خود ہی جھک کر اس نے وہاں سے پتے ہٹانے شروع کر دیئے۔ جوزف اور جوانا بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد ان تینوں نے مل کر کافی جگہ صاف کر دی۔

عمران اب اکڑوں بیٹھ کر اس جگہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ لیکن زمین ویسے ہی تھی جیسی کہ ہونی چاہیئے تھی۔ کسی قسم کی کھدائی یا کسی چیز کے دفن کرنے کے کوئی آثار وہاں موجود نہ تھے۔

عمران کافی دیر تک اس خالی جگہ کا معائنہ کرتا رہا۔ ایک دو جگہوں کو اس نے انگلیوں سے کھود کر بھی دیکھا۔ لیکن پھر ہاتھ جھٹکتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسی لمحے دور سے جیپ آکر رکتی دکھائی دی۔ اور پھر جیپ سے سرنعمت علی اترے اور تیز تیز قدم اُٹھاتے ان کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھ میں گتے کا ایک باکس تھا۔

"گولڈن رینج کی وجہ سے مجھے خود جانا پڑا ہے۔ سرنعمت علی نے انتہائی ... دار لہجے میں کہا۔

"شکریہ —— آپ کو تکلیف تو ہوئی لیکن اب کم از کم پتہ تو چل جائے گا کہ واقعی اس جنگل کو جاپاشا نے بددعا دی ہے یا نہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان سے باکس لے لیا۔

"لو بھئی جوزف —— جوشائی کے انڈے آگئے ہیں" عمران نے باکس کھولتے ہوئے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔ باکس میں کپاس کے اندر تین چار نیلے رنگ کے انڈے رکھے ہوئے تھے۔

"باس! ایک انڈہ مجھے دکھاؤ" جوزف نے کہا اور عمران نے باکس میں سے ایک انڈہ نکال کر جوزف کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

جوزف نے انڈہ ہتھیلی پر رکھا اور پھر یوں غور سے اسے دیکھنے لگا جیسے اسے شک ہو کہ انڈہ جعلی ہے۔

"ہاں باس —— یہ جوشائی کا ہی انڈہ ہے۔ لیکن اسے اب تک پھٹ جانا چاہیئے تھا۔" جوزف نے کہا۔

"کیا بکواس ہے —— کیا تم لوگ پاگل ہو گئے ہو" سر نعمت علی نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ پلیز تھوڑی دیر خاموش رہیں" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

جوزف کافی دیر تک انڈے کو ہتھیلی پر رکھے کھڑا رہا لیکن انڈہ اسی طرح صحیح سلامت تھا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر انڈہ ایک متاثرہ درخت کے دو شاخے کے درمیان پھنسا دیا اور پھر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن کافی دیر گزر جانے کے باوجود انڈا ویسے ہی صحیح سلامت پڑا تھا۔

"بولو وہ تمہارا عظیم وچ ڈاکٹر کہاں گیا۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"باس —— عظیم وچ ڈاکٹر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یہاں شاید بدۂ کا اثر کم ہو گیا ہے۔" جوزف نے ایسے لہجے میں کہا۔ جیسے اسے وچ ڈاک کی بات پر مکمل اعتماد ہو۔

"لیکن پھر" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ فقرہ مکمل کرتا۔ اچانک پٹاخ کی آواز کے ساتھ انڈہ اس طرح ٹوٹ گیا جیسے اس پر کسی نے پتھر دے مارا ہو۔ اور انڈہ ٹوٹتے ہی اس میں موجود مادہ درخت پر بہنے لگا۔

سر نعمت علی کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نمودار ہو گئے۔ وہ اس طرح ٹوٹے ہوئے انڈے کو دیکھ رہے تھے جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ واقعی انڈہ ٹوٹ گیا ہے۔

"اب بتاؤ باس —— عظیم وچ ڈاکٹر سچا ہے یا نہیں" جوزف نے بڑے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"مجھے تو پہلے بھی اس پر یقین تھا لیکن سر نعمت علی کو یقین نہیں تھا۔ ٹھہرو اب میں ایک اور تجربہ کرنا چاہتا ہوں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے باکس میں رکھا ہوا ایک اور انڈہ نکالا اور صاف کی ہوئی جگہ کو غور سے دیکھتے ہوئے اس نے ایک جگہ انڈے کو رکھ دیا۔ لیکن چند لمحوں تک جب انڈہ نہ ٹوٹا تو اس نے اسے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیا۔ اس طرح وہ بار بار جگہیں بدلتا رہا۔ لیکن ایک جگہ جیسے ہی اس نے انڈہ زمین پر رکھا پٹاخ کی آواز سے انڈہ ٹوٹ گیا۔

"یہ کیا جادو ہے —— یہ انڈہ کیسے ٹوٹ جاتا ہے" سر نعمت علی کے چہرے پر واقعی بوکھلاہٹ کے آثار تھے۔

عمران نے مسکراتے ہوئے باکس میں سے آخری انڈہ نکالا اور بوٹ سے اس نے انڈے کے چھلکے ایک طرف ہٹا دیئے کیونکہ انڈے کا مادہ زمین میں جذب ہو چکا تھا۔ اس لئے اب زمین پر صرف دھبہ ہی نظر آ رہا تھا۔

عمران نے تیسرا انڈہ عین اسی جگہ پر رکھا جہاں پہلے انڈہ رکھا تھا اور انڈہ رکھ کر اس نے ہاتھ واپس کھینچا ہی تھا کہ پٹاخ کی آواز کے ساتھ تیسرا انڈہ بھی ٹوٹ گیا۔

"حیرت ہے —— میں شاید پاگل ہو گیا ہوں" سر نعمت علی نے انتہائی

بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

" آپ کی جیب میں کوئی پھاوڑا وغیرہ ہوگا۔ میں اس جگہ کو کھودنا چاہتا ہوں"۔ عمران نے سرنعمت علی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" پھاوڑا تو سیکرٹ ہیڈ کوارٹر سے منگوانا پڑے گا۔ اگر چھوٹی سی جگہ کھودنی ہے تو میرے پاس ایک آلہ ہے۔" سرنعمت علی نے جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ باہر نکالا اور پھر بٹن دبا کر اس کا چمچے کی طرح کا پھل باہر نکال لیا۔ اس پھل کی دونوں سائیڈیں اور نوک بلیڈ کی طرح تیز تھیں۔

" ٹھیک ہے، مجھے دیجئے۔" عمران نے کہا اور سرنعمت علی نے وہ آلہ عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔

عمران نے انڈوں کا خالی باکس ایک طرف پھینکا اور خود جھک کر اس نے زمین پر اس آلے کی نوک سے ایک چھوٹا سا دائرہ بنایا اور پھر اس کے ہاتھ برق رفتاری سے چلنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ چاقو نما آلہ کسی سخت چیز سے ٹکرایا اور عمران نمایاں طور پر چونک پڑا۔ اس کے ہاتھ اور زیادہ تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک سیاہ رنگ کا میزائل زمین سے باہر نکال لیا۔ اس کے اوپر کے حصے پر ایک باریک سی جالی نظر آرہی تھی۔

" یہ کیا ـــــ کوئی بم ہے"۔ سرنعمت علی نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔

" یہ چاشا دیوتا کا منہ ہے۔ جس سے اس نے جنگل کو بددعا دی تھی"۔ عمران نے کہا اور پھر ـــ اس کیپسول کے جالی نما حصہ کو اس نے ناک سے لگا کر سونگھا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

" اوہ ـــ اوہ ـــ اس میں سے تو ٹورائیڈ کی بو آرہی ہے"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" ٹورائیڈ ـــ وہ کیا ہوتی ہے"۔ سرنعمت علی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ہونہہ ـــ تو اس کے اندر ٹورائیڈ کی تہہ جمائی گئی ہے اور ٹورائیڈ کی تہہ لگانے کا مطلب ہے کہ اس کے اندر مابرا ان ریز بند کی گئی تھیں"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا

" کچھ مجھے بھی تو بتاؤ کہ یہ کیا چکر ہے"۔ سرنعمت علی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" بتاتا ہوں ـــ آیئے ہمیں واپس ہیڈ کوارٹر جانا ہوگا۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور واپس اس طرف چل پڑا۔ جہاں جیپ اور اس کی کار موجود تھی۔ سرنعمت علی، جوزف اور جوانا بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ عمران کے ہاتھوں میں وہی کیپسول نما بم موجود تھا۔

" کچھ مجھے تو بتاؤ۔ ہوا کیا ہے"۔ سرنعمت علی نے کہا۔

" میں نے کہا تو ہے کہ بتاتا ہوں پہلے اپنا اندازہ تو یقین میں بدل لوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ کار کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے جوزف کو ڈرائیونگ کرنے کے لئے کہا۔ سرنعمت علی سر ہلاتے ہوئے اپنی جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ اب ان کے چہرے پر حیرت اور بوکھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ سرنعمت علی کے دفتر میں پہنچ کر عمران نے وہ کیپسول نما میزائل میز پر رکھا اور ڈائریکٹ فون کا رسیور

اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ——" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"سر داور سے بات کرائیں۔ میں علی عمران بول رہا ہوں" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر —— ہولڈ آن کریں" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد سر داور کی مخصوص آواز گونجی۔

"ہیلو عمران —— میں داور بول رہا ہوں۔ خیریت ہے کیسے فون کیا" سر داور نے پوچھا۔

"سر داور —— ایک اہم نوعیت کا مسئلہ درپیش ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ مابران ریز کو محفوظ کرنے کے لئے کس کے اندر بند کیا جاتا ہے" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مابران ریز کو محفوظ کرنے کے لئے —— میرا خیال ہے ٹورائیڈ سب سے بہتر رہے گا اس مقصد کے لئے۔ ویسے عام طور پر آرکاک میں محفوظ کی جاتی ہیں لیکن ٹورائیڈ سب سے بہتر رہے گا" سر داور نے کہا۔

"آپ کے پاس مابران ریز تو موجود ہوں گی کیونکہ یہ سٹیل روز بنانے کے لئے ضروری ہوتی ہیں" عمران نے کہا۔

"ہاں ہیں —— کیوں" سر داور نے جواب دیا۔

"آپ ایسا کریں کہ کوئی لکڑی لے کر اس پر یہ ریز ڈالیں اور پھر مجھے بتائیں کہ لکڑی پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے" عمران نے کہا۔

"لکڑی پر —— لیکن کیوں" سر داور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ براہ کرم سوالات نہ کریں۔ اس وقت انتہائی اہم مسئلہ درپیش ہے۔ میں بعد میں آپ کو تفصیل بتا دوں گا" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے —— دس منٹ بعد فون کرنا" سر داور نے کہا، اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"یہ تم جن ریز کی بات کر رہے ہو کیا وہ اس بیماری کا سبب ہیں؟" سر نعمت علی نے کہا۔

"ہاں۔ میرا اندازہ ہے۔ اور اگر میرا اندازہ درست نکلا تو پھر روشن جنگل کو تباہ کرنے کے لئے بہت گہری سازش کی گئی ہے۔ کوئی بین الاقوامی سازش۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"بین الاقوامی سازش —— اور وہ بھی جنگل کو تباہ کرنے کے لئے۔ یہ کیا بات ہوئی۔" سر نعمت علی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں —— اب ترقی یافتہ دور ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ جرم کا مطلب قتل و غارت ہو یا سازش کا مطلب صرف کسی بڑی شخصیت کو قتل یا ملک کے دفاعی نظام کو ختم کرنا ہو۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ روشن جنگل کی تباہی سے ملک کی معیشت کس طرح تباہ ہوتی جا رہی ہے اور اس کے کس قدر بھیانک نتائج نکلنے والے ہیں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے جنگل کی تباہی مجرموں کا اصل مقصد نہ تھی۔ یہ تو اس سازش کی صرف ظاہری صورت ہے۔ اصل سازش کچھ اور ہے" عمران نے کہا اور سر نعمت علی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔

پھر دس منٹ گزرنے کے بعد عمران نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور

سرداور کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ لیبارٹری ایکس چینج آپریٹر نے عمران کے کہنے پر فوراً سرداور سے رابطہ ملا دیا۔

" ہیلو عمران بیٹے ——— میں نے چیک کر لیا ہے۔ کوئی اثر نہیں لکڑی بالکل صحیح حالت میں ہے۔ ریز نے صرف لکڑی کو کراس ضرور کیا ہے لیکن کوئی اثر نہیں چھوڑا۔ لیکن میرے لئے یہ بھی ایک نیا تجربہ تھا۔ آج تک میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ مابران ریز کسی چیز کو کراس نہیں کر سکتیں کیونکہ سٹیل اور دوسری دھاتوں پر تجربات نے یہی بتایا ہے لیکن آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ لکڑی کو مابران ریز کراس کر جاتی ہیں۔ بہرحال لکڑی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔" سرداور نے کہا اور عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں اُبھر آئیں۔

" اچھا۔ اب آپ ایسا کریں کہ مابران ریز کو لورائیڈ کے ساتھ ڈی چارج کر کے انہیں لکڑی پر ڈالیں۔ پھر مجھے بتائیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔" عمران نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

" لورائیڈ کے ساتھ ڈی چارج کر کے ——— اچھا۔ لیکن یہ چکر کیا ہے۔" سرداور نے کہا۔

" گھن چکر تو سُنتے ہیں لیکن اب محاورہ بدل گیا ہے۔ اب گھن کی جگہ ڈڈا یعنی لکڑی نے لے لی ہے۔ آپ پلیز فوراً یہ کام کر دیں۔ اٹ از ویری سیریس" عمران نے کہا۔

" اوکے۔ پھر دس منٹ بعد فون کرنا۔ نجانے تم پر بیٹھے بٹھلائے کیا دورہ پڑ جاتا ہے۔ میں انتہائی اہم کام میں مصروف تھا۔" سرداور نے کہا

" یہ کام آپ کے کام سے بھی زیادہ اہم ہے سرداور۔ پورے پاکیشیا

کے دس کروڑ عوام کی معاش داؤ پر لگی ہوئی ہے۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا

" اوہ ——— اچھا میں ابھی بتاتا ہوں۔" اس بار سرداور نے کہا۔ اور عمران نے او۔ کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

عمران بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا جیسے وہ سخت مضطرب ہو رہا ہو۔ اور پھر دس منٹ گزرنے سے پہلے ہی اس نے رسیور اٹھایا اور سرداور سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا۔

" عمران بیٹے ——— انتہائی حیرت انگیز ری ایکشن ہوا ہے۔ میری سٹرینج اس بار مابران ریز لکڑی کے درمیانی حصے میں جا کر رُک گئی ہیں اور وہ حصہ کسی ربڑ کی طرح نرم ہو گیا ہے۔ لکڑی کی سختی ختم ہو گئی ہے جبکہ جس جگہ کو ریز کراس کر گئی ہیں، اس حصے پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اسی طرح سخت ہے۔" سرداور کی حیرت بھری آواز سُنائی دی۔ اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک اُبھر آئی۔

" اوہ ——— اوہ ——— ویری گڈ ——— میرا آئیڈیا بالکل درست ثابت ہوا۔ سرداور۔ آئی ایم ویری تھینک فل ٹو یو۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نقطہ نظر سے ان اثرات کو ختم کرنے کے لئے اور لکڑی کو دوبارہ واپس اصل حالت میں لانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔" عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ انٹی مابران ریز میں تو بے شمار رینج کی ریز محلول کرتی ہیں اور پھر لورائیڈ سے ڈی چارج ہونے کے بعد تو اس کی نوعیت ہی بدل گئی ہے۔ اس کے لئے تو کافی تجربات کی ضرورت ہے۔"

سرداور نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے اگر ڈاکان سکس تھری کو پلوشم ریز کے ساتھ ڈی چارج کر کے ڈالا جائے تو میرے خیال میں کام بن جائے گا" عمران نے کہا۔

"نہیں —— ڈاکان سکس تھری پلوشم کے ساتھ ڈی چارج ہو ہی نہیں سکتا۔ دونوں کی رینج میں ٹوئنٹی تھری ڈگری کا فرق ہے" سرداور نے کہا۔

"اگر ڈاکان سکس تھری کلوکیم ان ہنڈرڈ کو مکس کر دیا جائے۔ تب تو یہ فرق دور ہو سکتا ہے" عمران نے کہا۔

"ارے ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے میں چیک کرتا ہوں لیکن اس کے لئے تو کافی وقت چاہیئے۔ کافی لمبا پراسیس ہے" سرداور نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے اس پر کم از کم چار گھنٹے لگیں گے، لیکن آپ کام شروع تو کریں میں چار گھنٹوں بعد پھر فون کروں گا۔" عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"لیجئے سر نعمت علی، آپ کے روشن جنگل کی پُراسرار بیماری کا اسرار دور ہو گیا۔ مابران ریز کو ٹورائیڈ کے ساتھ ڈی چارج کر کے فضا میں پھیلا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے درختوں کے اندرونی حصے نرم پڑ گئے اور درخت ٹیڑھے میڑھے ہو گئے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری تو سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ یہ مابران ریز —— ٹورائیڈ" سر نعمت علی واقعی شدید حیرت زدہ تھے۔

"سر نعمت علی! میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ دنیا بہت ترقی کر چکی ہے آپ خواب میں بھی نہ سوچ سکتے تھے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور شاید مجھے بھی یہ بات نہ سوجھتی اگر جوزف چاشا دیوتا کی بات نہ کرتا۔ یہ جنگلوں کا کیڑا ہے۔ اس کی آدھی سے زیادہ عمر افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں وحشیوں کی طرح رہتے ہوئے گذری ہے۔ اس لئے اس کے اندر مخصوص حسیات پیدا ہو گئی ہیں۔

اس نے فضا میں پھیلی ہوئی مابران ریز کی مخصوص بُو تو سونگھ لی لیکن وہ اس کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے ان کے ذہن میں دیوتا کی بددعا کا چکر آیا۔ اور سُرخ تیتر کے انڈے میں واقعی یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ ہر قسم کی ریز کو فوراً جذب کر کے ان کے خلاف ری ایکشن کا اظہار کر دیتا ہے اور ری ایکشن کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ انڈا ٹوٹ جاتا ہے۔

چنانچہ مجھے اس کی بات سن کر یہ خیال آیا۔ کہ کہیں جنگل پر کوئی زہریلی دوا یا کوئی ریز وغیرہ تو نہیں پھیلائی گیئں۔ اور سرخ تیتر کے انڈے نے ٹوٹ کر اس کا ثبوت مہیا کر دیا۔ ریز کی قوت چونکہ فضا میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ کیونکہ یہ پہلا سیکٹر تھا جو تباہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ اس کو کافی وقت گزر گیا تھا۔ اس لئے فضا میں تو انڈا نہ ٹوٹا لیکن جب اسے درخت پر رکھا گیا تو لکڑی کے اندر موجود ریز کی معمولی سی مقدار نے جلد ہی انڈے کو توڑ دیا۔

میرے ذہن میں ڈان فلاچر کے سیکٹر کے درمیانی حصے کو نشان زدہ کرنے کی خلش موجود تھی۔ اس لئے میں نے وہاں تجربہ کیا۔ اور انڈے کے فوری ٹوٹ جانے کا مطلب تھا کہ یہاں ان ریز کا کافی ذخیرہ اب بھی موجود تھا۔ اور ظاہر ہے یہ ذخیرہ کسی مادی چیز میں بند ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ زمین میں موجود

ہوتیں تو ہر جگہ انڈا رکھنے سے ٹوٹ جاتا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ کئی جگہ رکھنے کے باوجود انڈا نہ ٹوٹا۔ لیکن جس جگہ پر کیپسول موجود تھا وہاں رکھنے پر انڈا فوراً ٹوٹ گیا۔ اس طرح یہ کیپسول ہم تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ گو ٹورائیڈ ایک سائنسی دھات ہے اور اس میں سے ایسی بُو نکلتی ہے جیسے کڑوے بادام اور سولفٹ کو بیس کر مکس کر دینے کے بعد ان میں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ یہ مخصوص بُو سونگھتے ہی میں سمجھ گیا کہ اس کیپسول کے اندر ٹورائیڈ کی تہہ موجود ہے اور ٹورائیڈ ویسے تو بہت سی ریز کو محفوظ کرنے کے کام آتی ہے لیکن سب سے زیادہ یہ مابران ریز کو محفوظ کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اور اگر ٹورائیڈ کے نیچے المونیم کی تہہ لگا دی جائے اور اس پر ریڈیائی ریز ڈالی جائیں تو اس سے مابران ریز اور ٹورائیڈ دونوں حل کر ڈی چارج ہو جاتی ہیں۔ سر داور ملک کی سب سے بڑی لیبارٹری کے انچارج ہیں اور بین الاقوامی طور پر سائنس میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ میرا آئیڈیا درست نکلا۔'' عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اس لئے ہمیں یہ بیماری کسی طور پر سمجھ نہ آ رہی تھی۔ ویسے عمران بیٹے! میں تم سے سخت شرمندہ ہوں۔ میں پہلے تمہیں صرف ایک مسخرہ سا نوجوان سمجھتا رہا لیکن تم تو ایک عظیم ذہن کے مالک ہو۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے امید ہے تم اپنے اس بوڑھے انکل کو معاف کر دو گے" سر نعمت علی نے انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا۔

"ارے۔ ارے۔ انکل! آپ کب سے بوڑھے ہو گئے۔ ابھی گناہ بخشوانے کے لئے آپ کی بڑی عمر پڑی ہے۔'' عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر نعمت علی بے اختیار ہنس پڑے۔

"تو تم مجھے معاف نہیں کرو گے؟" سر نعمت علی نے کہا۔

"ایک شرط ہے انکل ——— اگر کھانے کو کچھ مل جائے تو بھوکا آدمی تو دعا میں بھی نہیں دے سکتا، معافی تو ایک طرف رہی۔'' عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— میں واقعی اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں نے تمہیں نہ ہی کچھ پینے کو پوچھا ہے نہ کھانے کو۔ ویری سوری۔ اُٹھو! ہم گھر چل کر کھائیں گے۔ کھانا تیار ہو گا۔'' سر نعمت علی نے انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہرے پر واقعی شرمندگی کے آثار تھے۔ اور عمران بھی ہنستا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

بارجر جنگل میں ایک طویل چکر کاٹ کر بڑے محتاط انداز میں چلتا ہوا سر نعمت علی کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ ڈان فلاچر کے ساتھ مل کر یہاں تک پہنچنے کے لئے اس نے خصوصی طور پر اس راستے کا چناؤ کیا تھا۔ اور گو راستے میں جگہ جگہ اُسے گشتی جیپیں دوڑتی ہوئی نظر آئی تھیں لیکن بارجر کی عمر جنگلوں میں گزر گئی تھی۔ اور اس نے جنگلوں میں چھپنے اور وارداتیں کرنے کی خصوصی تربیت بھی لے رکھی تھی۔

اس لئے گشتی جیپوں سے بچ کر یہاں تک پہنچ جانے میں اسے زیادہ مشکل پیش نہ آئی تھی۔ اس وقت رات تقریباً آدھی گزر چکی تھی۔ ڈان فلاچر نے اسے رہائش گاہ کا اندرونی نقشہ اور خاص طور پر نعیم کے بیڈ روم کے بارے میں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ اس لئے بارجر پائیں باغ کی دیوار پر کمند کے ذریعے چڑھ کر اندر آسانی سے اُتر گیا۔ اس کے چہرے پر نعیم کا ماسک موجود تھا۔ نعیم کے بیڈ روم کی کھڑکی پائیں باغ میں ہی پڑتی تھی۔ چند لمحے وہیں دبکے

رہنے کے بعد بارجر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں کتے وغیرہ نہیں ہیں اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی حفاظتی سسٹم ہے اور نہ ہی چوکیدار وغیرہ ہیں۔ کیونکہ سر نعمت علی کے خیال میں یہاں جنگل میں کسی نے کیا لینے آنا تھا۔ اور اگر کوئی آتا بھی تو ظاہر ہے راستے میں موجود چیکنگ پوسٹ والے اُسے کیسے گزرنے دے سکتے تھے۔

اس لئے انہوں نے اس قسم کا کوئی تکلف نہ کیا تھا۔ اور آج تک ایسی کوئی ضرورت بھی انہیں محسوس نہ ہوئی تھی۔ اس لئے بارجر اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ اس کی پشت پر ایک تھیلا بندھا ہوا تھا۔ کھڑکی کے باہر لوہے کی جالی وغیرہ نہ تھی بلکہ لکڑی کے فریم میں ڈیزائن دار اندھے شیشے لگے ہوئے تھے۔ اس وقت کھڑکی بند تھی۔

بارجر نے قریب پہنچ کر جلدی سے پشت سے تھیلا کھولا اور اسے نیچے رکھ کر اس نے اس میں سے ایک گلاس کٹر نکالا۔ یہ قلم کی طرح کا تھا۔ جس کی نوک پر ہیرے کی کنی لگی ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی اس نے ایک ٹیپ بھی نکالی اور پھر اندازے کے مطابق جس جگہ چٹخنی ہو سکتی تھی اس کے قریب اس نے ٹیپ کو مخصوص انداز میں لگا دیا۔ اور پھر گلاس کٹر سے اس نے چوکور ٹکڑا کاٹ دیا۔

اس کے بعد اس نے اس کٹے ہوئے حصے کے نچلے حصے میں انگوٹھے کے ناخن سے مخصوص انداز میں ٹھوکر لگائی۔ تو کٹا ہوا چوکور حصہ اوپر سے ذرا باہر کو نکل آیا۔ لیکن ٹیپ لگی ہونے کی وجہ سے وہ نیچے نہ گرا بلکہ قدرے باہر کو نکل کر لٹک گیا اور بارجر نے بڑی احتیاط سے وہ حصہ نیچے رکھا اور پھر ایڑیوں کے بل اٹھ کر اس نے اس چوکور کٹے ہوئے حصے میں سے اندر

جھانکا۔ یہ واقعی بیڈ روم تھا۔ اور اندر ہلکے نیلے رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور سامنے بیڈ پر ایک نوجوان نائٹ سُوٹ پہنے گہری نیند سویا ہوا تھا۔

بارجر نے اس کا چہرہ دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ واقعی سر نعمت علی کا لڑکا نعیم ہے تو اس نے جُھک کر تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا پمپ نکالا اور پھر پمپ کا چوڑا حصہ اس نے اس کٹے ہوئے حصے کے اندر ڈال کر پمپ کے پچھلے حصے کو مُٹھی سے دبانا شروع کر دیا۔

چند لمحوں تک دبانے کے بعد وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس نے پمپ کو واپس تھیلے میں ڈال لیا اور وہیں کھڑکی کے نیچے ہی تقریباً دس منٹ تک دبکا رہا۔ پھر اٹھ کر اس نے ایک بار پھر ایڑیاں اُٹھا کر اس — کٹے ہوئے حصے سے اندر جھانکا۔ تو نعیم جو پہلے پہلو کے بل سویا ہوا تھا۔ اب چِت لیٹا ہوا تھا

بارجر چند لمحے تو اسے دیکھتا رہا اور پھر اس نے مطمئن ہو کر کٹے ہوئے حصے میں اپنا ہاتھ ڈال کر اوپر کو اٹھایا اور پھر ہلکی سی کھٹک کی آواز سے چٹخنی کھول دی۔ چٹخنی کھلنے کی آواز کا نعیم پر کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے ہاتھ باہر نکالا اور پھر کھڑکی کو دبا کر اندر کی طرف کھول دیا۔ پھر جُھک کر اس نے تھیلا اٹھایا اور ساتھ ہی شیشے کا وہ چوکور ٹکڑا بھی۔ اور ان دونوں کو اس نے کھڑکی کے اندر ایک طرف رکھا اور پھر اُچھل کر وہ کھڑکی پر چڑھا۔ اور اطمینان سے کمرے کے اندر فرش پر اُتر گیا۔

اس نے تھیلا ایک طرف اُٹھا کر رکھا اور شیشہ بھی اُٹھا لیا۔ کھڑکی کو دوبارہ بند کیا۔ اور چٹخنی لگا کر اس نے تھیلے میں سے ایک ٹیوب نکالی۔ اس کا ڈھکنا کھول کر اس نے کٹے ہوئے چوکور شیشے کی سائیڈوں پر ٹیوب کو دبا کر ایک بے رنگ سا محلول لگایا اور پھر ٹیوب نیچے رکھ کر اس نے کٹے ہوئے

ٹکڑے کو انتہائی احتیاط سے دوبارہ کٹے ہوئے حصے میں اس طرح ایڈجسٹ کر دیا کہ شیشہ وہاں بالکل فٹ ہو گیا۔

چند لمحوں تک بارجر خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر اس نے کٹے ہوئے حصے پر اُنگلی سے ٹھوکر ماری لیکن اب شیشہ مضبوطی سے جُڑ گیا تھا اور شاید اس محلول کی وجہ سے اس کٹے ہوئے حصے میں باریک سی لکیر بھی نظر نہ آ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں سے شیشہ کاٹا ہی نہ گیا ہو۔

اب تھیلا اُٹھا کر وہ مُڑا اور بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اور نعیم کے سینے پر ہاتھ رکھ کر چند لمحوں تک اس کے دل کی دھڑکن کا اندازہ لگاتا رہا۔ پھر اس نے جُھک کر فرش پر رکھے ہوئے تھیلے کو کھولا اور اس کے اندر موجود ایک سُرنج نکال کر اس کی سُوئی پر لگی ہوئی کیپ علیحدہ کی اور فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے نعیم کے بازو کو ننگا کر کے اس نے سُرنج میں موجود بے رنگ محلول نعیم کے بازو میں انجکٹ کر دیا، اب نعیم کم از کم اٹھارہ گھنٹوں تک کسی بھی صورت ہوش میں نہ آ سکتا تھا۔

ڈان فلاچر نے اسے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ نعیم کو قتل نہ کرے کیونکہ نعیم کی موت کی صورت میں تمام سرکاری ایجنسیاں اس کی موت کی تحقیقات کے لئے میدان میں اُتر آئیں گی اور اس طرح صورت حال بگڑ بھی سکتی ہے، جبکہ اب تک کسی کو ذرا برابر بھی احساس نہ تھا کہ روشن جنگل کو باقاعدہ سازش کے تحت تباہ کیا جا رہا ہے۔ وہ اسے درختوں کی کوئی پُراسرار بیماری ہی سمجھ رہے تھے۔ اور ظاہر ہے آخر تک یہی سمجھتے رہتے کہ یہ کوئی بیماری ہے اس طرح اس بھیانک جرم پر ہمیشہ پردہ پڑا رہتا۔

انجکشن لگانے کے بعد اس نے سُرنج واپس تھیلے میں ڈالی اور پھر

وہ ایک طرف دیوار میں نصب جہازی سائز کی وارڈروب کی طرف بڑھ گیا اس نے وارڈروب کے دونوں بڑے پٹ کھولے اور اندر لٹکے ہوئے کپڑے اتار کر اس نے ایک طرف رکھنے شروع کر دیئے۔

الماری کے نچلے حصے میں پوری لمبائی تک ایک بڑا خانہ تھا جسے شاید بند کپڑے رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ابھی اس نے ہینگر میں لگے ہوئے دو سوٹ ہی اتارے تھے کہ اس کی نظریں اس خانے میں پڑ گئیں۔ اس نے جھک کر اسے کھولا تو اسے احساس ہوا کہ اس کی گہرائی اور چوڑائی کافی تھی۔ اور اس میں نعیم کا جسم موڑ توڑ کر ٹھونسا جا سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے اس کے اندر موجود کپڑے نکال کر پہلے اسے خالی کیا مگر دوسرے لمحے وہ رک گیا۔ اسے خیال آیا تھا کہ بند ہو جانے کے بعد اگر بیہوش نعیم کو ہوا نہ ملی تو وہ لازماً ہلاک ہو جائے گا۔ اس نے ہوا کا اندازہ لگانے کے لئے دراز کو خانے میں سے باہر نکالا اور پھر جھک کر خالی خانے کے اندر جھانکا

دوسرے لمحے اس کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ ابھر آئی۔ خانے کے آخری حصے میں باریک جالی اوپر کی طرف موجود تھی۔ شاید یہ انتظام اس لئے کیا تھا کہ خانے کے اندر بند کپڑوں کو ہوا لگتی رہے۔ اس طرح کپڑوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے کپڑوں کی حفاظت رہتی تھی لیکن اب یہ جالی نعیم کو ہلاکت سے بچانے کا کام دے گی۔ اس نے دراز کو دوبارہ خانے میں ایڈجسٹ کیا اور پھر وہ بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے بیڈ پر بے ہوش پڑے ہوئے نعیم کا نائٹ سوٹ اتارا۔ اب نعیم صرف انڈر ویئر میں ملبوس تھا۔ اس نے نعیم کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر لے لا کر اس نے کھلی ہوئی دراز میں ڈالنے کی کوشش شروع کر دیا۔ کافی جدوجہد کے

بعد وہ اسے اس طرح ایڈجسٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ نعیم اب بیہوشی کا پورا عرصہ اطمینان سے اس دراز کے اندر بند رہ سکتا تھا۔ پھر اس نے الماری کے اوپر والے حصے میں موجود ایک کمبل اٹھا کر اسے نعیم کے اوپر اس طرح ڈال دیا کہ نعیم کا صرف چہرہ باہر رہ گیا۔

وہ دراصل ڈان فلاچر کی اس خصوصی ہدایت کی بنا پر بے حد محتاط انداز میں عمل کر رہا تھا کہ نعیم کو کسی بھی صورت میں ہلاک نہ ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ سردی تھی اس لئے اس نے اس کے عریاں جسم کو سردی سے بچانے کے لئے کمبل میں لپیٹ دیا تھا۔ اور پھر اس نے دراز کو آہستہ سے بند کرنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ دراز کو بند کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دراز کے اندر اسے چابیوں کا ایک جوڑا بھی پڑا ہوا ملا تھا۔ چونکہ عام طور پر اس دراز کو بند نہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے شاید نعیم نے چابیوں کو بیکار سمجھتے ہوئے دراز کے اندر ہی رکھ دیا جاتا۔ لیکن اب دراز بند کر کے بارجر نے ایک چابی کی مدد سے اس کا تالا بند کر دیا۔

اب نعیم قطعی طور پر محفوظ ہو چکا تھا۔ ورنہ اسے خطرہ تھا کہ کسی ملازم کے اتفاق سے دراز کھولنے کی وجہ سے نعیم سامنے آ سکتا تھا۔ پھر اس نے دراز میں موجود کپڑوں کو اوپر والے حصے میں پڑے ہوئے ایک بڑے سے بیگ میں ٹھونس کر بند کر دیا۔ اور پھر پہلے سے اتارے ہوئے لباس اس نے دوبارہ الماری میں لٹکائے اور پھر الماری کے پٹ بند کر کے وہ مڑا اور نائٹ سوٹ اٹھائے سیدھا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے باتھ روم کے آئینے میں اچھی طرح اپنے چہرے کا جائزہ لیا اور اسے پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ کوئی قریب سے دیکھ کر بھی اسے نہ پہچان سکے

گا۔ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے اپنے جسم پر موجود لباس اتارا اور نائٹ سوٹ پہن کر اس نے اپنا لباس تہہ کیا اور باتھ روم سے باہر نکل کر وہ دوبارہ الماری کی طرف بڑھا۔

اس نے اپنا لباس بھی بڑے بیگ کے اندر ڈالا اور ساتھ ہی اپنے ساتھ لایا ہوا تھیلا بھی اس نے اس کے اندر ٹھونس کر اس کی زپ بند کی اور پھر جا کر اطمینان سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

اب وہ ہر لحاظ سے سر نعمت علی کے لڑکے نعیم کا روپ دھار چکا تھا۔
اب صبح اس نے جو مشن پورا کرنا تھا اس کے متعلق ذہن میں وہ سوچ بچار کرتا رہا۔ اور پھر نجانے کس وقت اُسے خود بخود نیند آ گئی۔ لیکن پھر الارم کی تیز آواز سُن کر وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

چند لمحے تو وہ اس طرح حیرت بھرے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ جیسے وہ کسی اجنبی جگہ پر پہنچ گیا ہو لیکن پھر اس کے شعور نے ساری بات اُسے سمجھا دی اور اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے ٹائم پیس کا الارم بٹن بند کیا۔ اور ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتر آیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر نعیم نے الارم نہ لگایا ہوتا تو شاید اس کی نیند دس بجے سے پہلے ختم نہ ہوتی۔ کیونکہ اپنی ذاتی زندگی میں بھی وہ دس بجے سے پہلے اُٹھنے کا عادی نہ تھا۔ بہرحال الارم کی وجہ سے وہ صحیح وقت پر اُٹھ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے جا کر الماری کھولی۔ اس کے اندر رکھے ہوئے فلیٹ اٹھائے۔ جن کے اندر جرابیں موجود تھیں۔

اس نے اطمینان سے جرابیں پہنیں اور پھر فلیٹ پہن کر اس کے تسمے باندھے اور نائٹ سوٹ اتار کر اس نے ہینگر میں لٹکایا اور ٹریک سوٹ

ار کر پہننا شروع کر دیا۔ ڈان فلاچر نے اسے چونکہ پوری تفصیل سے نعیم کی ادات اور اس کے مختلف اوقات میں پہننے والے لباسوں کی پوری تفصیل ادی تھی۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے سب کچھ کر رہا تھا ڈان فلاچر نے نکہ پہلے ہی ذہنی طور پر پورے مشن کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ اس لئے اس نے یہاں ایک ہفتہ تک رہتے ہوئے نعیم کے متعلق پوری چھان بین کی تھی۔

ٹریک سوٹ پہننے کے بعد بارجر نے الماری میں موجود بڑے سے یگ کی زپ کھولی اور اس میں موجود اپنے تھیلے کو باہر نکالا اور پھر تھیلے میں جود اے ایس چارجر کو جو مخصوص پلاسٹک کے اندر بند تھا باہر نکال لیا۔ ے ایس چارجر کے ساتھ اس کا ڈی چارجر بھی موجود تھا۔

اس نے بڑے اطمینان سے ان دونوں کو دس منٹ کے ے پر ایڈجسٹ کر دیا ——— اور پھر ان دونوں کو ٹریک سوٹ زپ کھول کر اندر رکھ کر زپ بند کی اور پھر ہاتھوں سے انہیں اس طرح بٹ کیا کہ جوگنگ کرتے ہوئے وہ کسی کو نظر نہ آئیں۔ اس کے بعد الماری ں اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد اس نے دروازہ کھولا اور باہر راہداری میں آ گیا۔ رہائشی ی کا پورا نقشہ اس کے ذہن میں موجود تھا۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے ہوا چند لمحوں بعد ہی کوٹھی کے مین گیٹ سے باہر آ گیا۔

ابھی سورج طلوع نہ ہوا تھا اور ہر طرف ملگجی سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا لیکن س قدر سہانی تھی کہ بارجر جو شاید کم ہی اس وقت کبھی باہر نکلا ہو، یہ فضا حد خوبصورت لگی۔ یہ واقعی اس کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ اس نے مین ٹ سے باہر نکلتے ہی جوگنگ کے انداز میں آہستہ آہستہ دوڑنا شروع کر دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ گولڈن رینج پورشن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔
گولڈن رینج کے گیٹ پر دو مسلح آدمی موجود تھے۔ بارجر نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے آشنائی کے سے انداز میں سر ہلایا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ کافی دور آنے کے بعد دیوار نے موڑ کاٹا تو وہ بھی اس کے ساتھ ہی گھوم گیا۔ اس طرح اب وہ سپاہیوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ وہ رُک گیا اور اس نے گھوم کر چاروں طرف کا جائزہ لیا لیکن وہاں کوئی موجود ہوتا تو اسے دکھائی دیتا۔

ہر طرف سے تسلی کر لینے کے بعد بارجر نے ٹریک سوٹ شرٹ کی زپ کھولی اور اندر سے اے۔ ایس چارجر نکال کر زپ دوبارہ بند کر دی۔ اے۔ ایس چارجر ایک پتلے لیکن مستطیل سے ڈبے میں بند تھا جس پر زمین کے رنگ جیسا پینٹ کیا گیا تھا۔ اس کی ایک سائیڈ پر چند بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک بٹن پریس کیا اور ایک بار پھر ادھر اُدھر دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا چارجر فضا میں اُڑتا ہوا دیوار کی بلندی سے کافی اونچائی پر جا کر اندر گم ہو گیا۔ اس کی ت بتا رہی تھی کہ وہ دیوار سے کافی دور جا کر گرا ہو گا۔

وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا اور پھر اس نے زپ دوبارہ کھولی اور اندر موجود ڈی چارجر باہر نکال لیا۔ اس پر موجود گھڑی خود بخود چل پڑی تھی جب اس نے اے ایس چارجر کے بٹن پریس کئے تھے۔ چونکہ وہ پہلے ہی ڈان فلاچر کی ہدایت کے مطابق دس منٹ کا وقت ایڈجسٹ کر چکا تھا۔ اس لئے اب اسے دس منٹ تک انتظار کرنا تھا اور ابھی تو صرف آدھا منٹ گزرا تھا۔ اس نے وہیں رُک کر انتظار کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اس کے نقطہ نظر

یہاں ہر ایک کی نظروں سے محفوظ تھا۔ لیکن ظاہر ہے دس منٹ گزارنے کے لئے ہر حال میں دس منٹوں کا وقفہ تو چاہیئے تھا۔ لیکن انتظار کی وجہ سے دس منٹ گزارنا اس کے لئے دس صدیوں کے برابر ہو گیا۔

وہ مسلسل ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور وقت گزارتا رہا اور پھر جب دس منٹ وقت پورا ہونے لگا تو اس نے سرخ رنگ کے بٹن پر انگوٹھا رکھ دیا۔ اب اس کی نظریں گھڑی پر تیزی سے بدلنے والے سیکنڈوں کے ہندسوں پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر جیسے ہی دس منٹ پورے ہوئے۔ اس نے ڈی چارجر کا بٹن پریس کیا۔ ڈی چارجر سے ہلکی سی زوں کی آواز نکلی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وقت بتانے والی گھڑی بھی آف ہو گئی تھی۔

اس نے جلدی سے ڈی چارجر واپس اندر رکھا اور زپ لگا کر وہ ایک بار پھر جوگنگ کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ کافی لمبا راؤنڈ لگا کر وہ واپس مڑا اور پھر اسی طرح جوگنگ کرتا ہوا وہ دوبارہ گولڈن رینج کے گیٹ کے سامنے سے گزرا وہی سپاہی وہاں موجود تھے۔ ایک بار پھر بارجر نے آشنائی کے انداز میں سر ہلایا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس نعیم کے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔ اور سوائے سپاہیوں کے اب تک اس کا ٹکراؤ اور کسی فرد سے نہ ہوا تھا۔ اس لئے اب پوری طرح مطمئن ہو چکا تھا۔ چونکہ اس کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے نزدیک یہاں رہنا فضول تھا۔

اس نے جلدی سے دراز کی چابی جو بیڈ کی سائیڈ کے خانے میں رکھی ہوئی تھی باہر نکالی اور دراز کھول کر اس نے کمبل ہٹایا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اس نے بیہوش نعیم کو کھینچ کر دراز میں سے باہر نکالا اور اسے لا کر دوبارہ

بیڈ پر لٹا دیا۔

اس کے بعد اس نے الماری سے ایک نائٹ سوٹ اتارا اور ل
پہنا دیا۔ اب نعیم دوبارہ بستر پر لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے انتہائی پھر
سے فلیٹ اتارے۔ پھر جرابیں بھی اتاریں اور فلیٹ کے اندر جرابیں ڈال ک
اس نے واپس الماری میں رکھ دیئے۔

اپنا لباس بیگ میں سے نکال کر اس نے دوبارہ پہنا۔ اپنے فل بوٹ
بھی پہنے، ٹریک سوٹ دوبارہ الماری میں لٹکایا، دراز کو بند کیا اور پھر
تھیلا اُٹھا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی چونکہ اندھیرا تھا۔ اس ل
وہ منہ اندھیرے ہی یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن دروازے تک پہنچ
پہنچتے وہ ٹھٹھک کر رُک گیا۔

" اوہ ـــــ ویری بیڈ ـــــ مجھے تو اس کا خیال ہی نہ رہا تھا کہ
اٹھارہ گھنٹوں تک ہوش میں نہ آ سکے گا۔ اس طرح تو راز فوراً کھل جا
بار چہرے نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیڈ کی طرف تیز
سے واپس مُڑا۔

اس نے بیگ کھول کر اسے ٹٹولا۔ حفظِ ماتقدم کے طور پر وہ بے ہ
کر دینے والے محلول کا توڑ بھی ہمراہ لے آیا تھا۔ یہ دوسری سرنج تھی
کی سوئی پر نیلے رنگ کی کیپ لگی ہوئی تھی۔ جبکہ بے ہوش کرنے والے مح
کی سوئی پر سرخ رنگ کی کیپ تھی۔

اس نے جلدی سے کیپ ہٹائی اور پھر نعیم کا بازو ننگا کر کے اس
سرنج میں موجود محلول نعیم کے جسم میں انجکٹ کرنا شروع کر دیا۔ صرف
محلول اس نے بچا لیا جس سے کم از کم ایک گھنٹے تک نعیم مزید بے ہ

رہتا۔ پھر اس نے سرنج تھیلے میں ڈالی اور تھیلا اُٹھائے وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے چہرے پر موجود نعیم کے میک اپ والا ماسک پہلے ہی اتار دیا تھا۔

اب ایک بار پھر وہ مین دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن دروازے تک پہنچتے ہی وہ یکلخت ٹھٹھک کر رُکا اور پھر تیزی سے ایک چوڑے ستون کے پیچھے کھسک گیا۔ اس نے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سُنی تھی جو ایک اور راہداری سے اس دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور ابھی اسے ستون کے پیچھے چھپے ہوئے ایک لمحہ گذرا تھا کہ وہ دونوں نمودار ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے گیٹ سے باہر چلے گئے۔

ان میں سے ایک بوڑھا آدمی تھا جبکہ دوسرا نوجوان تھا۔ نوجوان باتیں کرتا جا رہا تھا جبکہ بوڑھا مسلسل سنتا جا رہا تھا۔ ان کو دروازے سے نکلے ہوئے کچھ دیر گذر گئی تو وہ ستون کی اوٹ سے نکلا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے میں رُک کر اس نے پہلے گردن باہر نکال کر دیکھا تو اُسے وہی دو آدمی بائیں طرف جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔

وہ تیزی سے دائیں طرف کو مُڑا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس رہائشی عمارت کی سائیڈ سے نکل کر ایک اور عمارت کی سائیڈ میں پہنچ گیا۔

اب اس کے قدم خاصے تیز ہو گئے تھے اور پھر چندی لمحوں بعد وہ درختوں کے ذخیرے میں داخل ہو گیا۔ اب اس نے بڑے محتاط انداز میں دوڑنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ وہ وقت ہے جبکہ گشتی جیپیں بھی اپنی ڈیوٹی ختم کر چکی ہوں گی۔ اس لئے وہ اس وقت سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔

درختوں کے اندر دوڑتے دوڑتے وہ عمارتی علاقے سے کافی دور نکل آیا۔ اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ جنگل کے ایک خاص حصے سے نکل کر اس ویران علاقے میں پہنچ گیا۔ جہاں دور تک اونچے نیچے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں ایک بڑے ٹیلے کے پاس اس کی کار موجود تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد کار اسے اٹھائے ہچکولے کھاتی ہوئی اس سڑک کی طرف دوڑنے لگی جو دارالحکومت کو جانے والی شاہراہ پر جا ملتی تھی۔

اب اسے مکمل اطمینان تھا کہ وہ اپنا مشن مکمل کر آیا ہے اور جب وہ ڈان فلاچر کو رپورٹ دے گا تو لازماً ڈان فلاچر کے دل میں اس کی قدر اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور وہ یہی چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ڈان فلاچر کی بیٹی راکیل اسے قطعاً پسند نہ کرتی تھی۔ ان دونوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی موجود نہ تھی۔ اور اسے خطرہ تھا کہ کسی بھی وقت راکیل اس شادی کے خاتمے کے لئے عدالت سے رجوع کر سکتی تھی۔ اور اگر ایسا ہو جاتا تو باد جبر ایک بار پھر عام مجرموں کی طرح سڑکوں پر دھکے کھاتا پھرتا۔ راکیل کو اس کام سے صرف ڈان فلاچر ہی روک سکتا تھا۔ اس لئے وہ ڈان فلاچر کے دل میں اپنی اہمیت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہتا تھا۔ اور اب اس مشکل مشن کی کامیابی کے بعد تو اسے یقین تھا کہ ڈان فلاچر کے دل میں اسکی اہمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جائے گی۔

وہ دراصل اس چکر میں تھا کہ ڈان فلاچر کو اس قدر خوش کر دے کہ وہ اپنی جائیداد کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کے نام ٹرانسفر کر دے۔ پھر اسے کم از کم مالی طور پر تو تحفظ مل جائے گا۔ اس کے بعد اس کا منصوبہ تھا کہ وہ ڈان فلاچر اور راکیل دونوں کا اس طرح اکٹھا خاتمہ کر دے گا کہ کسی کو شک بھی نہ پڑ سکے

یہی ایک صورت تھی کہ اس طرح ڈان فلاچر کی پوری جائیداد کا وہ اکیلا وارث بن جاتا۔ لیکن بہرحال یہ کافی مشکل کام تھا۔ اس لئے اسے اس وقت تک نہ صرف انتظار کرنا تھا بلکہ ہر صورت میں شادی کو بھی قائم رکھنا تھا۔

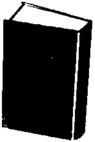

"نہیں ابھی تک نہیں آیا نشاط بیٹے ——— معلوم تو کرو وہ کیا کر رہا ہے آج وہ صبح کی نماز پڑھنے بھی مسجد نہیں پہنچا" سر نعمت علی نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی سامنے بیٹھی نشاط سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھائی جان نماز پڑھنے نہیں گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ انہوں نے تو آج تک صبح کی نماز کبھی قضا نہیں کی ویسے بھی صبح وہ جوگنگ کے لئے تو جا رہے تھے۔ میں نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں معلوم کرتی ہوں" نشاط نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ... اسی لمحے ایک اور دروازے سے عمران نے داخل ہوتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔

"اوہ ——— آؤ بیٹھو۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا" سر نعمت علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران مسکراتا ہوا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

عمران نے جوزف اور جوانا کو تو واپس دارالحکومت بھجوا دیا تھا لیکن وہ خود وہیں رُک گیا تھا۔ کیونکہ وہ آج جنگل کے تمام متاثرہ حصوں کا خصوصی سروے کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جو فارمولا سرداور کو لکڑی پر سے ماہران ریز کے اثرات ختم کرنے کا بتایا تھا وہ ناکام ثابت ہوا تھا۔

اور پھر کافی سوچ بچار کے بعد اس نے ایک پلان مرتب کیا اور اسی پلان کے تحت وہ آج تمام متاثرہ سیکڑوں کا خصوصی سروے کرنا چاہتا تھا۔ بلیک زیرو کی طرف سے الیون بی پر اُسے رپورٹیں مل چکی تھیں کہ نہ ہی ٹائیگر کسی نئی خبر کو تلاش کر سکا تھا اور نہ ہی جولیا اور اس کے ساتھی ڈان فلاچر کو تلاش کر سکے تھے۔

البتہ جولیا کی تفصیلی رپورٹ سے یہ کنفرم ہو گیا تھا کہ ڈان فلاچر کم از کم ہوائی جہاز کے ذریعے ملک سے باہر نہ گیا تھا۔ لیکن ابھی تو یہ بات بھی کنفرم نہ تھی کہ اس سازش کے پس پردہ واقعی ڈان فلاچر کی شخصیت ہے یا کوئی اور ہے اور اس بات کو ٹریس کرنے کے لئے وہ یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا۔

"کیا بات ہے انکل —— کیا نعیم اور نشاط نے ناشتے کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں۔ نشاط نعیم کو بلانے گئی ہے۔ آج نجانے وہ کیوں نہیں آیا حالانکہ وہ سب سے پہلے ناشتے کی میز پر پہنچنے کا عادی ہے۔ مجھے تو حیرت ہے کہ نعیم آج نماز پڑھنے مسجد میں بھی نہیں آیا۔ حالانکہ وہ نماز کا انتہائی سختی سے پابند ہے۔ پہلے تو میں سمجھا کہ شاید نعیم کی طبیعت خراب نہ ہو لیکن نشاط نے مجھے بتایا ہے کہ وہ صبح جوگنگ کے لئے گیا ہے۔" سر نعمت علی نے کہا۔

"ڈیڈی —— نعیم بھائی کو آ کر دیکھئے۔ اس کی حالت عجیب سی ہے، وہ

نہ پوری طرح جاگ رہا ہے نہ سو رہا ہے، عجیب سی کیفیت ہے اور ڈیڈی نعیم بھائی تو نائٹ سوٹ پہنے ہوئے بستر پر لیٹے تھے حالانکہ میں نے صبح انہیں ٹریک سوٹ میں جوگنگ کے لئے جاتے دیکھا ہے۔" نشاط نے کمرے میں داخل ہوتے ہی انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"اوہ —— کیا ہوا نعیم کو" —— سر نعمت علی نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا اور عمران بھی چونک کر کھڑا ہو گیا۔

پھر نعمت علی کے ساتھ وہ نعیم کے کمرے میں پہنچ گیا۔ نعیم پر غنودگی سی طاری تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر جاگنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں اس طرح بند ہو جاتیں جیسے کوئی زبردستی اُسے سُلا رہا ہو۔

"نعیم بیٹے —— کیا ہوا —— نشاط جلدی سے ڈاکٹر کو فون کرو۔ اس کے چہرے کی کیا کیفیت ہو رہی ہے۔" سر نعمت علی نعیم کی حالت دیکھ کر بُری طرح گھبرا گئے تھے۔

"میں نے پہلے ہی فون کر دیا ہے۔ وہ ابھی پہنچنے ہی والے ہوں گے۔" نشاط نے جواب دیا۔

سر نعمت علی اب نعیم کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ لیکن نعیم آں اوں کے علاوہ اور کوئی جواب نہ دے رہا تھا۔ عمران خاموش کھڑا نعیم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں بھی نعیم کی یہ عجیب سی کیفیت نہ آ رہی تھی۔

"کیا ہوا نعیم بیٹے کو۔" اسی لمحے ایک بوڑھا آدمی ہاتھ میں بیگ اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"ڈاکٹر فاروقی —— پلیز دیکھئے اسے کیا ہوا ہے۔ یہ تو نیم خوابی کی حالت میں ہے۔" سر نعمت علی نے بوڑھے ڈاکٹر سے کہا۔

" آپ ہٹ جائیں ——— میں دیکھتا ہوں " ڈاکٹر فاروقی نے بیگ بیڈ کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ اور سر نعمت علی پیچھے ہٹ گئے۔

" نعیم صاحب خواب آور گولیاں تو استعمال نہیں کرتے۔" عمران نے سر نعمت علی سے پوچھا۔

" اوہ، نہیں ——— کبھی نہیں " سر نعمت علی نے چونک کر جواب دیا۔

" لیکن اس کی کیفیت تو ایسی ہے، جیسے اس نے اندازے سے زیادہ مقدار میں خواب آور گولیاں کھالی ہوں " عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر فاروقی نعیم کی آنکھیں کھول کر پنسل ٹارچ کی مدد سے دیکھ رہے تھے اور پھر وہ چونک پڑے۔

" اوہ ——— انہیں تو باربیلین کا انجکشن لگایا گیا ہے لیکن زیادہ مقدار نہیں دی گئی۔" ڈاکٹر فاروقی نے کہا۔ اور عمران ڈاکٹر فاروقی کی بات سن کر بُری طرح چونک پڑا۔

" باربیلین ——— یہ کیا ہوتی ہے ؟" سر نعمت علی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ بے ہوش کر دینے والی دوا ہے جو انجکشن کے ذریعے لگائی جاتی ہے۔ نعیم بیٹے کی آنکھوں میں سنہرے رنگ کے ڈورے موجود ہیں۔ یہ باربیلین کی مخصوص نشانی ہے لیکن ان کا رنگ تیز نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت تھوڑی مقدار انجکشن کی لگائی گئی ہے۔" ڈاکٹر فاروقی نے بتایا۔

" ہاں ڈاکٹر صاحب ! آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن آپ نے ایک اور بات محسوس نہیں کی کہ سنہرے ڈوروں کے کنارے سیاہی مائل ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ پہلے باربیلین دی گئی ہے۔ پھر انٹی باربیلین کی

ڈوز دی گئی ہے " عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

" اوہ ——— میں نے تو خیال نہیں کیا۔ میں دیکھتا ہوں۔" ڈاکٹر فاروقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر نعیم کی طرف مڑ گئے۔

" یہ کیا چکر ہے ——— کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔" سر نعمت علی کی پریشانی عروج پر پہنچ چکی تھی۔

" میرا خیال ہے نعیم کے ساتھ کوئی پُراسرار کھیل کھیلا گیا ہے۔ پہلے باربیلین انجکشن دے کر انہیں طویل عرصے کے لئے بے ہوش کیا گیا ہے۔ پھر انہیں انٹی باربیلین دے دی گئی تاکہ یہ جلد ہوش میں آجائیں۔ لیکن اندازہ ذرا سا غلط ہو گیا ہے۔ اور مس نشاط اسے جگانے کے لئے پہنچ گئیں۔ اس طرح ان کی یہ کیفیت ہو گئی۔ بہرحال گھبرائیں نہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کے اندر پوری طرح ہوش میں آجائیں گے۔" عمران نے کہا۔

" لیکن عمران بھائی ! میں نے نعیم بھائی کو خود جوگنگ کے لئے جاتے دیکھا ہے " پاس کھڑی نشاط نے کہا۔

" اوہ ——— اب یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ جانے والا کس طرف گیا تھا۔ وہ لازماً نعیم کے میک اپ میں کوئی اور ہوگا۔ اور شاید اسی لئے اسے بیہوش کیا گیا تھا " عمران نے کہا۔ وہ بات کرنے کے ساتھ ساتھ اِدھر اُدھر بھی دیکھ رہا تھا اور پھر اس کی نظریں کپڑوں والی الماری پر جم گئیں جس کے پٹ کھُلے ہوئے تھے۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے وہاں پڑے ہوئے بڑے سے بیگ کے ساتھ موجود ایک چھوٹا ڈبہ بھی تھا۔

" یہ کیا ہے " ——— سر نعمت علی نے چونک کر پوچھا۔

" اوہ ——— یہ تو اے ایس چارجر کا ڈسی چارجر بٹن ہے اور یہ آف

ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کہیں اے ایس چارجر پھینک کر ڈبہ دس منٹ بعد ڈی چارج کیا گیا ہے۔ اوہ۔ تو یہ سلسلہ ہے" عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اے ایس چارجر —— ڈی چارجر۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ کچھ مجھے تو بتاؤ" سر نعمت علی کے لہجے میں اس بار شدید غصہ عود کر آیا تھا۔

" اے ایس چارجر کو جب ڈی چارج کیا جائے تو ایک مخصوص رینج میں سے ہوا یکلخت ہلکی ہو کر افقی انداز میں اوپر کو اُٹھ جاتی ہے۔ اور ارد گرد کی ہوا اس کی جگہ لینے کے لئے پوری رفتار سے اس جگہ پیدا ہونے والا خلا پُر کرنے کے لئے آ جاتی ہے۔ اس طرح وہاں آندھی سی آ جاتی ہے۔ بس یہی کام ہے اس اے ایس چارجر کا۔ یہ اس کا ڈی چارجر کہا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا ریموٹ کنٹرول ہے جس سے دور سے اے ایس چارجر کو چلایا جا سکتا ہے" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" میں نے نعیم صاحب کو انجکشن لگا دیئے ہیں۔ آپ انہیں ڈسٹرب نہ کریں ورنہ ان کے ذہن پر دباؤ پڑ سکتا ہے۔ جس سے ذہنی توازن میں گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ یہ خود بخود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ انہیں سونے دیجئے" ڈاکٹر فاروقی نے قریب آتے ہوئے سر نعمت علی سے کہا۔

" اچھا۔ ٹھیک ہے شکریہ" سر نعمت علی نے کہا اور ڈاکٹر فاروقی سر ہلاتے ہوئے بیگ اٹھائے واپس چلے گئے۔

" لیکن عمران بیٹے! اس سارے چکر کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اور وہ آدمی کون ہو گا جسے نشاط بیٹی بھی نہ پہچان سکی" سر نعمت علی نے کہا۔

" آپ میرے ساتھ آیئے —— یہ شخص یہاں یہ ڈی چارجر بھول گیا ہے

ررنہ شاید اتنی آسانی سے اس کا کلیو نہ ملتا" عمران نے کہا اور سر نعمت علی سر لاتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔

" کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ نعیم کے میک اپ میں ہ آدمی جوگنگ کرنے کہاں گیا تھا۔" عمران نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

" میں پتہ کراتا ہوں۔ ویسے وہ سیکنڈ تھری کی طرف جاتا ہے۔ وہ اس کا پسندیدہ جوگنگ ٹریک ہے" سر نعمت علی نے کہا

اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ایک کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ شاید وہ کسی کو ون کرنے گئے تھے۔ عمران خاموشی سے چلتا ہوا واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس کی پیشانی پر سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ اس ساری واردات کا کوئی سر پیر اُسے نظر نہ آ رہا تھا۔ کسی مخصوص علاقے میں آندھی پیدا کرنے سے مجرم کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ بار بار اس ڈی چارجر باکس کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

پھر تقریباً دس منٹ بعد سر نعمت علی اندر داخل ہوئے۔

" پتہ لگ گیا عمران بیٹے۔ وہ آدمی گولڈن رینج کے گیٹ کے سامنے سے گنگ کرتے ہوئے گزرا تھا۔ باہر موجود دو سپاہیوں نے اسے جاتے بھی دیکھا ا اور آتے بھی دیکھا تھا۔ حالانکہ پہلے کبھی نعیم اُدھر نہ گیا تھا لیکن وہ آدمی گولڈن ینج کے اندر نہیں گیا۔ یہ بات طے ہے" سر نعمت علی نے کہا اور عمران چونک ر کھڑا ہو گیا۔

" میرے ساتھ آیئے —— میں اب اس گولڈن رینج پورشن کو خود چیک کرنا چاہتا ہوں" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

" آؤ" —— سر نعمت علی نے کہا اور دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے

کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پیدل چلتے ہوئے گولڈن رینج کے مین گیٹ پر پہنچ گئے۔

" کیا یہاں آندھی آئی ہے " عمران نے اندر موجود ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" آندھی ـــــ نہیں جناب ۔ البتہ صبح چند منٹوں کے لئے اچانک تیز ہوا ضرور چلی تھی ۔ لیکن صرف چند منٹوں کے لئے ـــــ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ کوئی بگولا سا آگیا ہے ۔" سپاہی نے جواب دیا۔

" اوہ ـــــ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گولڈن رینج کے چھوٹے تنوں اور اونچے درختوں کو غور سے دیکھ رہا تھا لیکن درخت بالکل سیدھے کھڑے تھے۔ وہ ٹیڑھے میڑھے نہ ہوئے تھے۔

" درخت تو ٹھیک ہیں " سر نعمت علی نے عمران سے کہا جو درختوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

" کسی شاخ کو توڑ کر چیک کریں " عمران نے کہا اور سر نعمت علی نے سر ہلاتے ہوئے ایک آدمی کو ہدایات دینی شروع کر دیں۔

عمران کا ذہن واقعی کسی چرخی کی طرح گھوم رہا تھا۔ وہ اب تک اس ساری واردات کا مقصد نہ سمجھ سکا تھا۔ بہرحال یہ بات تو طے تھی کہ گولڈن رینج پورشن کے ساتھ کوئی حرکت کی گئی تھی۔ لیکن کیا حرکت کی گئی تھی۔ یہ بات اس کے سمجھ میں نہ آرہی تھی۔

تقریباً دس منٹ بعد سر نعمت علی تیز تیز قدم اٹھاتے اس کے پاس پہنچے۔ ان کے ہاتھ میں گولڈن رینج کا ایک ٹکڑہ تھا اور چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔

" یہ بالکل ٹھیک ہے عمران بیٹے ـــــ بالکل صحت مند" سر نعمت علی نے ہاتھ میں پکڑا گولڈن رینج کا ٹکڑہ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے چہرے پر بھی اطمینان کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے بھی اس کٹے ہوئے پودے کو اچھی طرح چیک کیا لیکن وہ واقعی بالکل تندرست تھا۔

" تو پھر آخر چکر کیا کھیلا گیا ہے ۔ بہرحال کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے کیونکہ مجرموں نے اس کے لئے بہت بڑا رسک اٹھایا ہے ۔ یہ بات تو طے ہے کہ باہر سے یہاں اے ایس چارجر پھینکا گیا ہے اور پھر دس منٹ بعد اسے ڈی چارج کیا گیا ہے ۔ اس سے تیز ہوا بگولوں کی صورت میں داخل ہوئی تھی۔ لیکن اس سے مجرموں کو کیا فائدہ ہوا ۔ بس یہی بات سوچنے کی ہے " عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ دوسرے لمحے وہ چونک کر رک گیا۔

" اوہ ـــــ یہاں سرخ تیتر کے انڈے تو موجود ہوں گے ۔ آپ یہیں سے لے گئے تھے ناں ۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

" اوہ ہاں ـــــ یہاں سرخ تیتر بھی کافی تعداد میں ہیں اور انڈے بھی " سر نعمت علی نے کہا۔

" ان کے دس بارہ انڈے منگوائیے ۔ شاید کچھ پتہ چل جائے " عمران نے کہا اور سر نعمت علی سر ہلاتے ہوئے گولڈن رینج کے گیٹ کے ساتھ بنی ہوئی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

عمران بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسی طرف کو بڑھنے لگا۔ اس کا ذہن سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی

تھی ——

" یہ لو —— دس انڈے ملے ہیں۔ اس وقت یہی موجود ہیں" عمران جب عمارت کے قریب پہنچا تو سر نعمت علی انڈوں کا باکس اٹھائے باہر آ گئے تھے۔

" عمران نے ان سے باکس لیا اور واپس مڑ گیا۔ اس نے ایک انڈہ ایک درخت کی دو شاخہ کے درمیان رکھ دیا۔ ایک دو انڈے مختلف جگہوں پر زمین پر رکھے لیکن دس منٹوں تک مسلسل انتظار کے باوجود انڈے نہ پھٹے تو عمران کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ واقعی یہاں مابران ریز کا کوئی اثر موجود نہ ہے۔ لیکن پھر ہوا کیا تھا۔

" اوہ —— اوہ۔ واقعی ایسا ہوا ہو گا" عمران نے اچانک اچھلتے ہوئے کہا۔

اس کے ذہن میں ایک خیال تیزی سے آیا تھا اور پھر وہ انڈوں کا باکس اٹھائے تیزی سے گیٹ کی طرف دوڑ پڑا۔

" ارے کہاں جا رہے ہو —— کچھ مجھے تو بتاؤ" سر نعمت علی نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

" میرے ساتھ آیئے" عمران نے کہا اور رکے بغیر آگے دوڑتا چلا گیا۔ وہاں موجود عملہ حیرت سے یہ سب تماشہ دیکھ رہا تھا لیکن سر نعمت علی کی وجہ سے وہ خاموش تھے۔

عمران دوڑتا ہوا گیٹ سے باہر نکلا اور سڑک پار کر کے اس سیکٹر کی طرف دوڑ پڑا جو گولڈن رینج پورشن سے کافی قریب اور تباہ شدہ تھا۔ اس نے وہاں جا کر باکس میں سے ایک انڈہ نکالا اور اسے ہتھیلی پر رکھ کر

کھڑا ہو گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک منٹ گزرا ہو گا کہ پٹاخ کی آواز کے ساتھ ہی انڈہ پھٹ گیا اور اس کا مادہ عمران کے ہاتھ پر بہنے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے باکس کے اندر بھی پٹاخے چھوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ تیزی سے زمین پر رکھے باکس کی طرف بڑھ گیا جس کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور واقعی اندر موجود سارے کے سارے انڈے پھٹ چکے تھے۔

اسی لمحے سر نعمت علی بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہ بھی حیرت سے ان پھٹے ہوئے انڈوں کو دیکھ رہے تھے۔

" یہ کیا ہوا —— یہ سارے انڈے پھٹ گئے" سر نعمت علی حیرت اور پریشانی سے پاگل پن کے قریب پہنچ چکے تھے۔

" اب مجرموں کا مقصد کچھ واضح ہونے لگا ہے۔ آیئے ایک اور تجربہ کر لیں" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ہاتھ پر بہنے والے مادے کو زمین پر ہتھیلی کو رگڑ کر صاف کیا اور پھر جیب سے رومال نکال کر ہاتھ کو اچھی طرح صاف کر کے وہ واپس گولڈن رینج کے درخت کی طرف دوڑ پڑا۔

اندر داخل ہو کر وہ سیدھا اس طرف کو دوڑ پڑا جہاں زمین پر ابھی سرخ تیتر کے انڈے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک انڈہ اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر نزدیک والے درخت کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے انداز میں اس قدر پھرتی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کافی بلندی پر پہنچ گیا۔ سر نعمت علی اب نیچے کھڑے منہ اٹھائے اسے اوپر چڑھتا دیکھ رہے تھے۔

عمران کسی پھرتیلے بندر کی طرح مسلسل درخت کی چوٹی کی طرف چڑھتا جا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے وہاں اپنے

آپ کو مضبوط ٹہنیوں میں پھنسایا اور پھر جیب سے انڈہ نکال کر اس نے اُسے درخت کی چوٹی پر ایک جگہ دوشاخے کے اندر اچھی طرح پھنسا دیا۔

اب سُورج کافی اونچائی پہ آچکا تھا اور ہر طرف سُنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اور درخت کی چوٹی سے روشن جنگل کا نظارہ کافی دلفریب تھا لیکن عمران کی نظریں کسی مقناطیس کی طرح انڈے پر جمی ہوئی تھیں۔ انڈہ صیح سلامت پڑا ہوا تھا اور عمران کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

لیکن پھر اچانک پٹاخ کی آواز سنائی دی اور انڈہ پھٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران تیزی سے واپس اترنے لگا۔ اس کے چہرے پر بیک وقت کامیابی کی چمک اور شدید پریشانی کے ملے جُلے آثار نمودار ہو گئے تھے تھوڑی دیر بعد وہ زمین پر پہنچ گیا۔

" تم آخر کیا کرتے پھر رہے ہو، کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔" سر نعمت علی نے عمران سے کہا۔

" سر نعمت علی —— ! مجرموں نے گولڈن رینج کو تباہ کرنے کے لئے انتہائی گہری چال چلی ہے۔ انتہائی ذہانت آمیز منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اور اب سارا کھیل میری سمجھ میں آگیا ہے۔ مجرموں کا اصل مقصد گولڈن رینج کو تبا کرنا ہے لیکن چونکہ گولڈن رینج کے گرد چار دیواری ہے اور اس کے حفاظ انتظامات بھی انتہائی سخت ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے مجرم اس کے اندر داخل کر مابران ریز والا میزائل نصب نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک او منصوبہ بنایا۔ مابران ریز کی خاصیت ہے کہ وہ ایک ہفتے تک فضا میں اپ طاقت کسی نہ کسی طرح قائم رکھتی ہیں۔ اور اگر کسی فاصلے پر مزید ریز پھیلا دی جائیں تو آپس میں مل کر ان کی طاقت دوگنی ہو جاتی ہے چنانچہ مجرمو

نے منصوبہ بندی کی اور گولڈن رینج کے گرد دور کے پوائنٹ سے مابران ریز پھیلانی شروع کر دیں۔ پھر وہ دور سے نزدیک آتے گئے۔ اس طرح وہ ابران ریز کی طاقت میں مسلسل اضافہ کرتے چلے گئے۔ چنانچہ جب گولڈن رینج کے بالکل ملحقہ علاقوں میں انہوں نے مابران ریز پھیلا دیں تو ریز کی طاقت یں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک اور سائنسی کھیل کھیلا۔ نعیم کے میک اپ میں اپنا آدمی بھیج کر انہوں نے اے ایس چارجر کو باہر سے اندر ھینکوا کر اُسے ڈی چارج کر دیا۔ اس طرح گولڈن رینج کے چاروں طرف وجود انتہائی طاقت ور مابران ریز ہوا کے ساتھ رش کر کے گولڈن رینج پورشن ں پہنچ گئیں لیکن یہ ریز چونکہ ہوا سے خاصی ہلکی ہوتی ہیں اس لئے یہ درختوں لی چوٹیوں تک ہی محدود رہی ہیں لیکن سورج کی گرمی مابران ریز کو بھاری کر یتی ہے۔

چنانچہ جیسے جیسے سورج کی حدت بڑھتی جائے گی یہ ریز نیچے اترتی آئیں لی اور ساتھ ہی یہ ڈی چارج ہوتی جائیں گی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شام سے پورا گولڈن رینج پورشن اس پُراسرار بیماری کا شکار ہو کر تباہ ہو جائے گا ر آپ کے تمام حفاظتی انتظامات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ اور لیشیا کو مستقبل میں اربیلا ڈیم کے بند ہو جانے سے انتہائی خوفناک نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔" عمران نے کہا۔

" اوہ۔ اس قدر خوفناک سازش —— لیکن تم نے اس کا آئیڈیا کیسے ایا۔" سر نعمت علی نے بُری طرح پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

" میں نے پہلے انڈہ نیچے زمین پر رکھ کر چیک کیا۔ کیونکہ ہوا کے رش وجہ سے میرا آئیڈیا یہی تھا کہ ہوا کے ساتھ کوئی چیز یہاں بھیجی گئی ہے

لیکن انڈوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ باہر تباہ شدہ حصوں میں ماہران ریز کی طاقت چیک کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ وہاں پہنچتے ہی انڈے یکلخت اکٹھے ہی پھٹ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہاں انتہائی طاقتور ماہران ریز فضا میں موجود ہیں۔ پھر مجھے ماہران ریز کے ہوا سے ہلکے ہونے کا خیال آیا تو میں انڈہ لے کر درخت کی چوٹی پر گیا اور وہاں واقعی انڈہ پھٹ گیا۔ اس طرح میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔" عمران نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ ویری بیڈ —— تو اس کا مطلب ہے کہ شام تک گولڈن رینج تباہ ہو جائے گا۔ اب میں سورج کو تو چھپانے سے رہا۔" سر نعمت علی نے بُری طرح نڈھال ہوتے ہوئے کہا۔ انہیں گولڈن رینج کی تباہی کا سن کر واقعی شدید ترین رنج پہنچا تھا۔ ان کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں بجھ سی گئی تھیں۔

" ابھی تباہ شدہ درختوں کو ٹھیک کرنے کا فارمولا تو مل نہیں سکا لیکن اگر ہم ہمت نہ ہاریں تو گولڈن رینج کو متوقع تباہی سے بچایا جا سکتا ہے" عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

" کیسے —— کیسے بچایا جا سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اسے بچانے کے لئے بہانے پر تیار ہوں۔" سر نعمت علی نے چونکتے ہوئے کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے ڈوبتے ہوئے آدمی کو اچانک کوئی سہارا میسر آ گیا ہو۔

" خون بہانے کی ضرورت نہیں پڑے گی سر نعمت علی۔ لیکن خون کو پسینے میں بدلنا ہوگا۔ آیئے میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔ لیکن یہ معا

ایسا ہے کہ مجھے سرداور سے مشورہ کرنا ہوگا۔" عمران نے کہا اور گیٹ کی طرف مڑ گیا۔

" ہاں۔ ہاں کر لو —— مگر خدا کے لئے گولڈن رینج کو بچا لو۔ یہ پاکیشیا کا مستقبل ہے۔" سر نعمت علی نے بچوں کے سے انداز میں گھگھیاتے ہوئے کہا۔ اس وقت ان کا سارا غصہ اور رعب و دبدبہ یکسر ختم ہو چکا تھا۔

" آپ بے فکر رہیں سر نعمت علی —— مجھے آپ سے بھی زیادہ پاکیشیا کا مستقبل عزیز ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر ہیڈ کوارٹر پہنچ کر اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور سرداور کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی سیکرٹری نے سرداور سے رابطہ قائم کرا دیا۔

" یس —— داور بول رہا ہوں۔" سرداور کی آواز سنائی دی۔

" سرداور —— ! میں آپ کو مختصر طور پر ایک پرابلم بتاتا ہوں، پلیز خاموشی سے پہلے اسے سن لیں۔" عمران نے کہا اور پھر اس نے گولڈن رینج کی اہمیت کے ساتھ ساتھ روشن جنگل کے درختوں کی تباہی اور ماہران ریز کی نشاندہی وغیرہ کی تفصیل بتا دی۔ اور موجودہ پرابلم بھی بتا دیا کہ مجرموں نے اب کیا چال کھیلی ہے۔

" اوہ —— اوہ۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ میں تو آج تک یہی سمجھتا رہا کہ مجرم بس لیبارٹریاں تباہ کرتے ہیں، فارمولے چراتے ہیں، سائنسدانوں کو اغوا کرتے ہیں یا کوئی ڈیم، پل یا دفاعی مراکز تباہ کرتے ہیں لیکن یہ بات تو میرے تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ درختوں کو تباہ کرنے سے بھی ملک تباہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ تو انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ مجھے

انسوس ہے کہ کل میں اس بات کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکا۔ اب بولو! میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں گولڈن رینج کو بچانے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" سرداور جیسے سائنسدان بھی جذباتی ہو گئے تھے۔

"سرداور ——! متاثرہ درختوں کو توفی الحال ٹھیک نہیں کیا جا سکتا وہ تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ فوری طور پر مسئلہ ہے گولڈن رینج کو ماہران ریز کی تباہی سے بچانے کا۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے کہ اگر ان درختوں پر سلک وارم پینٹ کر دیا جائے تو یقیناً ماہران ریز اسے کراس نہ کر سکیں گی لیکن وسیع و عریض علاقے میں پھیلے ہوئے انتہائی دیو ہیکل درختوں کو شام تک نہ پینٹ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اتنا سلک وارم پینٹ فوری طور پر میسر آ سکتا ہے لیکن سلک وارم پینٹ کو سپرے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بتائیں کہ آپ کے ذہن میں کوئی آئیڈیا ہو۔" عمران نے کہا۔

"تم نے سوچا تو صحیح ہے عمران بیٹے لیکن یہ ناقابل عمل ہے۔ سلک وارم سپرے بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ انتہائی گاڑھا ہوتا ہے۔ اسے کسی صورت بھی پتلا نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ اس کی خصوصیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ ایک اور کام ہو سکتا ہے ماہران ریز سے تحفظ کے لئے۔ لیکن نہیں یہ بھی ناممکن ہے" سرداور نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ نے کیا سوچا تھا، مجھے بتائیں۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ ٹی۔ ڈبلیو ریز کو مارین کے ذریعے پیدا کر کے فضا میں پھیلا دیا جائے تو یہ ماہران ریز کی طاقت کو ختم کر سکتی ہے لیکن تم جانتے ہو کہ ان کی پیدائش کتنا لمبا پروسیس ہے۔ اس کے لئے تو کم از کم ایک ماہ چاہیئے جبکہ ہمارے پاس وقت بے حد کم ہے اور مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے"

سرداور نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے۔ وقت کی کمی سب سے بڑا مسئلہ بن گئی ہے" عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ میری ذاتی لائبریری میں سر نائٹن ماہران کا وہ تحقیقی مقالہ موجود ہے جو انہوں نے ان ریز کی دریافت پر لکھا تھا۔ تمہیں معلوم تو ہو گا کہ یہ ریز سر نائٹن ماہران کی دریافت ہیں اور ان کے نام ماہران کا نام ماہران ریز رکھا گیا تھا۔ انہوں نے پوری زندگی اس پر ریسرچ میں گزار دی تھی۔ لازماً ان کے مقالے سے اس کا کوئی حل نکل آئے گا میں چیک کر کے تمہیں فون کرتا ہوں۔" سرداور نے کہا۔

"لیکن سرداور! مقالہ پڑھتے پڑھتے تو کئی گھنٹے لگ جائیں گے اور پھر نہ جانے کس کس چیز کی ضرورت آن پڑے۔ ان چیزوں کے مہیا ہونے اور پھر استعمال میں آنے تک تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ گولڈن رینج تو تباہ ہو جائے گا۔" عمران نے کہا۔

"تو پھر کیا کریں —— میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔" سرداور نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"آپ نے ٹی ڈبلیو ریز کی بات کی ہے۔ یہ ریز پتھری کوئلے پر پام آئل چھڑک کر جلانے سے بھی تو پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ مارین کے ذریعے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔" عمران نے کہا۔

"پتھری کوئلے پر پام آئل چھڑک کر جلانے سے ٹی ڈبلیو ریز کیسے پیدا ہو جائیں گی۔" سرداور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ کیسے پیدا ہو جائیں گی۔ لیکن مجھے یاد ہے بیسٹ ہاپر

کی کتاب فائر اسٹون میں اس پر پورا باب میں نے پڑھا تھا۔ آپ کے پاس ہے یہ کتاب؟" عمران نے کہا۔

"ہاں ہے۔ لیکن ...." سرداور نے کہا۔

"آپ ایسا کریں پلیز —— اگر ہو سکے تو فوری طور پر یہاں لیبارٹری میں اس کا تجربہ کر کے چیک کریں۔ ہم رسک نہیں لے سکتے۔ اس لئے کہہ رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں تجربہ کر لیتا ہوں۔ بہرحال آدھ گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا" سرداور نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے۔ میں آدھے گھنٹے بعد خود فون کر لوں گا۔" عمران نے کہا اور دوسری طرف سے بات سنے بغیر اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا اور ایک بار پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو ——" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"سر! میں عمران بول رہا ہوں روشن جنگل سے —— میں نے روشن جنگل کی پُر اسرار بیماری کا کھوج لگا لیا ہے اور فوری طور پر وہاں موجود انتہائی قیمتی لکڑی گولڈن رینج کو مجرموں کی سازش سے بچانے کا مسئلہ درپیش ہے اس کے لئے مجھے فوری طور پر کم از کم دس ٹرک پتھری کوئلے کے اور پانچ آئل ٹینکر پام آئل کے چاہئیں۔ آپ ایسا کریں کہ فوراً وزارت معدنیات کے سیکرٹری سے بات کریں۔ یہاں وزارت معدنیات کا اپنا روڈ پر پتھری کوئلے کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جہاں سے ملٹری کو مخصوص مقاصد کے لئے —— کوئلہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ آپ وہاں سے

طور پر دس ٹرک روشن جنگل بھجوانے کا بندوبست کریں اور پام
کے ٹرک کسی بھی ویجی ٹیبل آئل بنانے والے بڑے کارخانے سے
ل ہو سکتے ہیں۔ آپ فوری طور پر ان کا بندوبست کریں۔ فوراً۔ زیادہ
زیادہ ایک گھنٹے کے اندر یہ ٹرک روشن جنگل پہنچ جانے چاہئیں۔"
ن نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"پہنچ جائیں گے۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے سرد لہجے میں
اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"لیکن سرداور تجربہ تو کر لیں —— ایسا نہ ہو کہ ان کا تجربہ ناکام ہو۔"
کھڑے ہوئے سر نعمت علی نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ان کا تجربہ ناکام ہو سکتا ہے لیکن میرا نہیں کیونکہ وہ بوڑھے ہو چکے
بلکہ میں ابھی آپ کی طرح جوان ہوں۔" عمران نے پہلی بار مسکراتے
ئے کہا۔ اور سر نعمت علی بھی مسکرا دیئے۔

"خدا کرے ایسا ہو۔" سر نعمت علی نے کہا۔

"آپ ایسا کریں۔ روشن جنگل میں جس قدر آدمی میسر ہوں، سب کو
ادں سمیت گولڈن رینج میں طلب کر لیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہاں
و فائر بریگیڈز کو بھی طلب کر لیں۔ فائر بریگیڈز پائپز کے ذریعے ہم ان
ں پر آئل جلدی اور آسانی سے سپرے کر لیں گے۔ اس کے ساتھ ہی
تعداد میں پٹرول بھی اکٹھا کر لیں تاکہ بیک وقت ان کوئلوں کو جلایا جا
کیونکہ پام آئل کے بعد ان کا جلنا خاصا مشکل ہو جائے گا۔" عمران نے

"ٹھیک ہے۔ میں انتظامات کرتا ہوں۔" سر نعمت علی نے کہا اور تیز

تیز قدم اُٹھاتے اپنے دفتر سے باہر چلے گئے۔

عمران نے سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔
چہرے پر شاید زندگی میں پہلی بار تھکاوٹ کے سے آثار نمایاں ہو
تھے۔

"لیکن یہ مجرم کون ہو سکتے ہیں اور انہیں کیسے تلاش کیا جا
عمران نے چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

ایک بات تو اب طے ہو چکی تھی کہ مجرم جو بھی ہوں بہرحال ان کا
ڈان فلاچر سے ضرور ہے۔ کیونکہ نعیم کا میک اپ، اس کا صبح جاگنا، جو
پر جانا، یہ سب کچھ بتا رہا تھا کہ وہ نعیم کے معمولات سے اچھی طرح وا
اور نعیم ایسا لڑکا تھا جو سوشل نہ تھا۔ وہ گھر اور دفتر کے علاوہ شاذ ہی
آتا جاتا تھا۔ اس لئے جس نے بھی نعیم کے معمولات کا مطالعہ کیا تھا وہ ا
یہاں سر نعمت علی کے پاس رہا ہوگا۔ اور ایک ہی شخصیت ایسی تھی جو ا
ایک ہفتہ رہ کر گئی تھی اور وہ شخصیت تھی ڈان فلاچر کی۔ لیکن ڈان
کا قد و قامت بہرحال نعیم سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے لازماً یہ آ
جو یہاں آیا تھا۔ ڈان فلاچر کا ہی کوئی آدمی ہو سکتا تھا اور روشن جا
مختلف سیکٹرز میں ماہران ریز کے میزائل نصب کرنے کا مطلب تھا ک
فلاچر کے پاس خاصے آدمی تھے۔ اور پوری طرح تربیت یافتہ تھے لیکن
کے مطابق زیر زمین دنیا میں ایسی کوئی خبر نہ تھی کہ کسی گروپ کو کسی غیر ملکو
ہائر کیا ہو۔ پھر یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"اوہ ——— اوہ۔ ہاں۔ بالکل۔ اوہ یقیناً ایسا ہو سکتا ہے"۔ ی
سوچتے عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے ذہن میں اچانک ایک خی

اس نے جھپٹ کر ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل
شروع کر دیئے۔
ہیلو ——— !" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سُنائی دی۔
عمران بول رہا ہوں طاہر! انتظامات ہو گئے ہیں" عمران نے کہا۔
ہاں ——— سٹور میں ابھی پچاس ٹرک پتھری کوئلے کے پہنچے تھے۔
سے دس ٹرک میں نے روانہ کرا دیئے ہیں۔ اس طرح پام آئل کے
ڈ ٹرک بھی فوری طور پر دستیاب ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں بھی
جنگل پہنچنے کے احکامات دلوا دیئے ہیں"۔ لیکن کچھ مجھے بھی تو بتایئے
چکر کیا ہے"۔ اس بار بلیک زیرو نے اپنے اصل لہجے میں بات
ہوئے کہا۔ کیونکہ عمران نے اس کا اصل نام لے کر بات کی تھی۔
ڈ فائٹ ہو رہی ہے۔ تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ تم ایسا کرو کہ فوری
اب ایئر راڈار کنٹرولنگ اتھارٹی سے بات کر کے ان سے معلوم کرو
تہ ایک ماہ کے دوران انہوں نے انتہائی طاقت در وائرلیس ریز کو
یا ہے اور اگر انہوں نے چیک کیا ہوگا تو پھر لازماً ان کے ماسٹر کمپیوٹر
کا ماخذ بھی ٹریس کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر مجھے
بتاؤ۔ یہاں کا فون نمبر نوٹ کر لو، ٹرپل نائن، ڈبل تھری فور زیرو"۔
اطلاع کرو"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔
میں نے سارے انتظامات کر لئے ہیں۔ فائر بریگیڈ کی گاڑیاں اور آدمی
لڈن رینج میں پہنچ گئے ہیں۔ سردار کا فون آیا ہے؟ خدا کرے تجربہ
ب ہو جائے۔ ورنہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے، میرا دل بھی بیٹھا
ہے"۔ سر نعمت علی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر نعمت علی ——— ابھی میرے پاس اپنا
ہے ابھی مجھے سرکاری سر کی ضرورت نہیں پڑی" عمران نے مسکراتے ہو
جواب دیا۔ اور سر نعمت علی اس بار غصہ کھانے کی بجائے بے اختیار ہنس
پڑے۔

"تم صحیح کہہ رہے ہو عمران بیٹے ——— میں نے دیکھ لیا ہے کہ تم
عظیم ترین ذہن کے مالک ہو۔ کم از کم میں تمہارا مقابلہ کسی صورت میں نہ
کر سکتا۔ تم نے جس طرح اس بھیانک جرم سے پردہ ہٹایا ہے اور اب جس
تم گولڈن رینج کو بچانے کی جدوجہد کر رہے ہو۔ یہ سب کچھ میرے لئے
حیرت انگیز ہے۔ میں کھلے دل سے تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں" سر نعمت
نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ ارے ——— ایسی کوئی بات نہیں سر نعمت علی۔ اگر آپ
سے میرے متعلق پوچھیں تو وہ آپ کو بتائیں گے کہ میں کتنا نکما اور احمق آد
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر نعمت علی قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"مجھے معلوم ہے۔ تمہارے متعلق کئی بار انہوں نے اپنی رائے کا ا
کیا ہے اور جب تم نشاط کی سالگرہ پر ثریا کے ساتھ آئے تھے تو میں
یہی سمجھا تھا کہ تم بس ایک خوش مزاج اور لاابالی سے نوجوان ہو۔ یہی وج
کہ جب سیکرٹری جنگلات منہاس صاحب نے مجھے بتایا کہ ایکسٹو تمہیں اپنا
نمائندہ بنا کر بھیج رہا ہے تو حقیقت ہے پہلے تو مجھے یقین نہ آیا لیکن
مجھے یقین آیا تو میرا آئیڈیا ایکسٹو کی نسبت بھی بدل گیا لیکن اب مجھے ا
ہو رہا ہے کہ ایکسٹو انتہائی جوہر شناس ہے۔ وہ تمہیں صحیح معنوں میں
ہے اور اب میرے دل میں ایکسٹو کے لئے بھی انتہائی عقیدت پیدا ہ

ہ" سر نعمت علی نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ
ٹو کیسا جوہر شناس ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا،
فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"علی عمران سپیکنگ" عمران نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ سر نعمت علی قریب
بیٹھے ہوئے تھے۔

"ٹاپ ایئر راڈار کنٹرولنگ اتھارٹی نے آٹھ بار انتہائی طاقت ور وائرلیس
کو چیک کیا ہے اور ہر بار ماسٹر کمپیوٹر نے ان کا ایک ہی ماخذ ٹریس کیا ہے۔
اخذ شان کالونی کی کوٹھی نمبر سترہ ہے۔ کنٹرولنگ اتھارٹی نے وہاں چیکنگ
کی لیکن کوٹھی ہر بار خالی ملی۔ اس پر کرائے کے لئے خالی ہے کا بورڈ لگا ہوا
۔ ہمسایوں نے بتایا ہے کہ یہ کوٹھی گذشتہ چھ ماہ سے خالی ہے۔ کبھی کبھی کرائے
لینے کے خواہشمند لوگ یہاں آتے رہتے ہیں لیکن یہ کرائے پر نہیں لگی۔
ٹھی کا مالک ایکریمیا میں رہنے والا کوئی سائنسدان ہے۔ یہاں کوئی اسٹیٹ
جنٹ اسے ڈیل کر رہا ہے" بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹاپ ایئر راڈار والوں کی چیکنگ اور سیکرٹ سروس کی چیکنگ میں ظاہر
فرق ہو گا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ ہنگامی طور پر اسے استعمال کیا جاتا ہو۔
ن بہرحال ڈان فلاچر یا اس کا کوئی آدمی اسے استعمال کرتا ہے۔ آپ چیکنگ
انداز میں کروائیں کہ اس سے ڈان فلاچر یا اس کا کوئی آدمی ٹریس ہو
ئے۔ میں فی الحال یہاں مصروف ہوں۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہی واپس آ
لوں گا۔" عمران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا
اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔

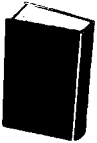

دروازے پر دستک کی آواز سنتے ہی ڈان فلاچر نے چونک کر سر
اُٹھایا۔
"یس ـــ کم ان" ڈان فلاچر نے سخت لہجے میں کہا۔ اور دروازہ
کھلا اور بارچر اندر داخل ہوا۔
"کیا ہوا بارچر ـــ کام ہو گیا" ڈان فلاچر نے کہا۔
"یس باس ـــ ڈی چارجنگ مشین تہہ خانے سے اتروا کر پیک
کر کے میں نے اس کمپنی کے نام کارگو سے بک کرا دیا ہے جس کے نام
سے موصول ہوئی تھی" بارچر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"کوٹھی میں کوئی اور چیز تو باقی نہیں رہ گئی جس سے کسی قسم کی نشاندہی
ہو سکے" ڈان فلاچر نے کہا۔
"میں نے اچھی طرح چیکنگ کر لی ہے باس۔ کوئی ایسی چیز نہیں رہ گئی
ویسے احتیاطاً میں نے ہر قسم کے نشانات بھی صاف کر دیئے ہیں۔"
بارچر نے کہا۔

"گڈ ـــ ہمارا مشن اب مکمل ہو چکا ہے۔ کل تک ہم صرف اس
لئے رکیں گے کہ مشن کے متعلق حتمی رپورٹ مل سکے۔ اس کے بعد ہماری
فوری واپسی ہو گی" ڈان فلاچر نے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔
"تو کیا آپ روشن جنگل جائیں گے" بارچر نے چونک کر پوچھا۔
"نہیں ـــ مجھے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی
سر نعمت علی کے خیال کے مطابق تو میں اسی روز ایکریمیا چلا گیا تھا۔ میں
نے اسے ریٹرن ٹکٹ بھی دکھایا تھا۔ اب خود جا کر میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا۔
میں تو اس قدر احتیاط سے کام لے رہا ہوں کہ جب سے مشن کا آغاز ہوا
ہے۔ میں اس کوٹھی سے بھی باہر نہیں نکلا" ڈان فلاچر نے کہا۔
"یس باس ـــ ویسے مجھے آپ کی یہ احتیاط پسندی بے حد پسند
ہے۔ آپ ہر مشن میں ایسی منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ لاکھوں ایکڑوں پر پھیلے
ہوئے جنگل جل کر راکھ ہو جاتے ہیں لیکن ان کے مالکان آپ کی طرف انگلی
بھی نہیں اٹھا سکتے" بارچر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔
"اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے لیکن یہ روشن
جنگل والا تجربہ میرے لئے انتہائی خوشگوار ہے۔ ورنہ پہلے مخالفوں کے جنگل
تباہ کرنے کے لئے بے حد مسائل اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن
اب وی۔ ڈی نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔ اب دنیا میں صرف میرے
ہی جنگل ہوں گے۔ اور اب میں صحیح معنوں میں ووڈ کنگ ہوں گا۔ دنیا بھر
میں استعمال ہونے والی ہر قسم کی لکڑی کا میں ہی مالک ہوں گا۔ اور تم
اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتنی بڑی مناپلی ہے۔ میں جس بھاؤ چاہوں گا،
لکڑی فروخت کروں گا۔ ایک ایک درخت میرے لئے سونے کی کان بن جائے

گا۔" ڈان فلاچر نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔ اور بارجر نے سر ہلا دیا۔ کیونکہ اسے بھی پوری طرح اندازہ تھا کہ واقعی اگر دنیا بھر کے جنگلات کا مالک صرف ڈان فلاچر ہو جائے تو اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔

"لیکن باس پھر آپ کو گولڈن رینج کی تباہی کی رپورٹ کون دے گا۔" بارجر نے چونک کر کہا۔

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ میں نے وہاں ایک ہفتہ رہتے ہوئے ایک ایسے آدمی کو تلاش کر لیا تھا جسے بھاری رقم دے کر آسانی سے خریدا جا سکتا ہے۔ اور وہ آدمی سر نعمت علی کا خاص آدمی ہے۔ اس لئے جب میں اسے فون کروں گا تو انتہائی آسانی سے مجھے مکمل رپورٹ مل جائے گی۔" ڈان فلاچر نے جواب دیا۔

"باس! سورج کافی نکل آیا ہے۔ اب تک تو گولڈن رینج پر اثرات ظاہر ہونے شروع ہو چکے ہوں گے۔ کیا آپ اب رپورٹ نہیں پوچھ سکتے" بارجر نے کہا۔

"کیوں تمہیں کامیابی میں کوئی شک ہے۔ ویسے اثرات تو بارہ بجے کے بعد شروع ہوں گے۔ جبکہ سورج کی حدت اپنے پورے عروج پر ہو گی۔" ڈان فلاچر نے چونک کر کہا۔

"ارے نہیں باس شک کیسا —— آپ کے احکامات کی میں نے مکمل تعمیل کی ہے اور آپ کا منصوبہ کبھی فیل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک بات جو میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے کہ شان کالونی والی اس کوٹھی کی نشاندہی یہاں کے لوگوں کو کیسے ہو گئی۔" بارجر نے کہا۔ اور ڈان فلاچر بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو —— نشاندہی —— کیسی نشاندہی۔ کن لوگوں کی بات کر رہے ہو۔ کھل کر بات کرو۔" ڈان فلاچر نے انتہائی تیز اور درشت لہجے میں کہا۔

"اوہ باس —— ایسی کوئی پریشانی والی بات نہیں۔ جب میں مشینری کارگو سے بک کرا کر واپس یہاں آ رہا تھا تو ایک روڈ بلاک ہونے کی وجہ سے مجھے دوبارہ شان کالونی سے گزرنا پڑا۔ تو باس میں نے محسوس کیا کہ کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے۔ وہاں کوٹھی کے سامنے دو لمبے تڑنگے آدمی ہاتھوں میں اخبار پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے میں نے تو کوٹھی میں جانا نہ تھا۔ اس لئے میں تو بس انہیں دیکھتے ہوئے آگے نکل گیا۔" بارجر نے ڈان فلاچر کے اس طرح سخت ہو جانے پر گھبراتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں مکمل یقین ہے کہ تمہیں چیک نہیں کیا گیا۔" ڈان فلاچر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میں بھلا کیسے چیک ہو سکتا تھا باس۔ وہاں سے اور بھی تو کاریں گزر رہی تھیں۔ اور پھر میں وہاں رکا بھی نہیں۔" بارجر نے جواب دیا۔

"ہوں —— اچھی طرح سوچ لو —— میں مشن کی عین تکمیل کے وقت کسی قسم کی کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کر سکتا۔" ڈان فلاچر نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

"باس —— آپ میری بات کا یقین کریں۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔" بارجر نے اس بار قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا اور ڈان فلاچر چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے طویل سانس لیا۔

" لیکن تمہاری اس بات نے میرے دل میں بھی کھٹک پیدا کر دی ہے خر اس کوٹھی کی نشاندہی کیسے ہوئی کس نے کی اور وہ لوگ کس چیز سے ھٹک گئے۔ یہ لوگ لازماً خفیہ پولیس کے ہوں گے ۔ بہرحال اب مجھے پنے آدمی سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔" ڈان فلاچر نے کہا اور اس نے یز کی دراز کھولی اور اس میں سے موجود ایک چھوٹا سا ٹیلیفون باہر نکال یا۔ ٹیلی فون اپنی ساخت کے لحاظ سے بچوں کا کھلونا لگتا تھا۔ لیکن بارجر انتا تھا کہ یہ انتہائی جدید ترین فون ہے جو کہ مقامی ایکسچینج کے کمپیوٹر سے رابطہ کر کے کال ملا دیتا ہے ۔ اس طرح کال کا ماخذ کبھی ٹریس نہیں ہو سکتا ور کمپیوٹر سے رابطہ بھی میکانکی طور پر خود بخود ہوتا تھا۔ اس لئے کمپیوٹر کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ کال کہاں سے کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس فون سے دنیا میں کسی جگہ بیٹھ کر دنیا میں کسی جگہ بھی فون ملایا جا سکتا تھا۔

صرف چند مخصوص نمبر ملانے پڑتے تھے جن سے مواصلاتی سیٹلائٹس کے ذریعے متعلقہ فون ایکسچینج اور پھر اس کے مخصوص فون سے رابطہ ہو جاتا تھا اور یہ سب کچھ اس قدر تیزی اور میکانکی طریقے سے ہوتا تھا جیسے یہ سب کچھ جادو کے زور پر ہو رہا ہو۔

ڈان فلاچر نے یہ فون چونکہ بارجر کے سامنے ایکریمیا کی جدید ترین فون بنانے والی کمپنی کے ایک سائنسدان سے انتہائی بھاری رقم دے کر خریدا تھا۔ اس لئے اسے اس کی تمام خصوصیات کا اچھی طرح علم تھا۔ وہ سائنسدان اسے سپر فون کا نام دے رہا تھا۔ اور اس نے تو یہ بتایا تھا کہ یہ فون اس کی اپنی ایجاد ہے اور ابھی تک دنیا بھر میں کسی ایک شخص کو اس فون کا مالک ہوتا تو

گویا اس کے فارمولے کا بھی علم نہ ہے اور ڈان فلاچر نے تجربہ کرنے کے بعد واقعی اسے انتہائی بھاری رقم دے کر خریدا تھا۔ اس نے اس سپر فون کے بیس لاکھ ڈالر نقد ادا کئے تھے۔ جو انتہائی بھاری رقم تھی لیکن اب اس کی کارکردگی دیکھ کر بارجر سوچتا تھا کہ اس کی کارکردگی کے مقابلے میں بیس لاکھ ڈالر کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ اس میں ایک اور خوبی بھی تھی کہ اس کا مخصوص بٹن دبا دیا جائے تو بولنے والے کی آواز خود بخود بدل جایا کرتی تھی۔

ڈان فلاچر نے نمبر ڈائل کئے تو فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

" رشید بول رہا ہوں روشن جنگل ہیڈ کوارٹر سے" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

" مسٹر رشید، میں آرنلڈ بول رہا ہوں" ڈان فلاچر نے کہا۔

" اوہ مسٹر آرنلڈ آپ —— لیکن آپ کی آواز تو بدلی ہوئی ہے۔" دوسری طرف سے بولنے والے نے چونک کر کہا۔

" مجھے تمہاری آواز بدلی ہوئی لگ رہی ہے۔ شاید فون لائن میں کوئی گڑبڑ ہو گی۔ بہرحال مزید شناخت کے لئے بتا دوں کہ ایک لاکھ کا سودا ہو گیا ہے" ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اب وہ رشید کو یہ تو نہ بتا سکتا تھا کہ وہ آواز بدلنے والا بٹن پہلے ہی پریس کر چکا ہے۔

" اوہ بس —— آپ کا مقصد اون کے سودے سے ہے ناں" دوسری طرف سے رشید نے بھی طے شدہ کوڈ بتاتے ہوئے کہا۔

" ہاں —— مال کی سپلائی کے بارے میں رپورٹ لینی تھی۔ کیا پوزیشن ہے" ڈان فلاچر نے جواب دیا۔

" اوہ —— مجھے آپ کا فون نمبر معلوم نہ تھا۔ ورنہ میں خود آپ سے بات

کرنے کے لیے بے چین تھا۔ یہ فون ڈائریکٹ ہے اور میں یہاں دفتر میں اکیلا ہوں۔ اس لیے آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں۔" رشید نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"کیوں ــــ کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔" ڈان فلاچر نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں ــــ یہاں کل پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کا خصوصی نمائندہ علی عمران دو حبشیوں کے ساتھ آیا تھا۔ حبشی تو رات واپس چلے گئے تھے لیکن وہ نمائندہ جس کا نام علی عمران ہے یہاں رہ گیا۔ اور کل انہوں نے سیکڑ ٹو ہنڈرڈ سے زمین میں دفن ایک کیپسول نما بم سا نکالا۔ پھر اس نے یہاں کسی سائنسدان سرداور سے بات کی۔ مابران ریز اور ثانی راڈ جیسے نام لیے جاتے رہے۔ وہ علی عمران فون پر سرداور کو فون پر کچھ فارمولے بنا کر تجربات کرتا رہا۔

آج صبح سر نعمت علی اور وہ عمران دونوں گولڈن رینج پورشن میں گئے اور پھر عمران نے یہاں آکر سرداور سے دوبارہ بات کی۔ میں اپنے کنکشن پر ان کی ساری باتیں سنتا رہا۔ اس نے تو گولڈن رینج کی تباہی کو پاکیشیا کے مستقبل کی تباہی بھی بتایا اور پھر اس نے ٹی ڈبلیو ریز اور اس قسم کے دوسرے سائنسی نام لیے اور اس کے بعد عمران اور اس سائنسدان کے درمیان باتیں ہوتی رہیں اور پھر اس عمران نے انہیں ایک فارمولا دیا کہ وہ ــــ پتھری کوئلے پر پام آئل چھڑک کر آگ لگا کر دیکھیں کہ اس سے ٹی۔ ڈبلیو ریز ایسا ہی کچھ نام لیا تھا اس نے، پیدا ہوتی ہیں یا نہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس طرح گولڈن رینج کو تباہی سے بچایا جا سکتا ہے۔

پھر اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے بات کی اور اسے کہا کہ دس ٹرک پتھری کوئلے اور پانچ ٹینکر پام آئل کے بھجوا دیں۔ اس

نے ایک بار تو اس ایکسٹو سے طاہر کا نام لے کر بات کی۔ اس وقت اس ایکسٹو کا لہجہ بھی بدل گیا اور آواز بھی بدل گئی۔

ادھر سر نعمت علی نے روشن جنگل کے سارے عملے کو گولڈن رینج پورشن میں اکٹھا کر لیا ہے۔ اور فائر بریگیڈ گاڑیاں بھی وہاں پہنچ چکی ہیں۔ پتھری کوئلے کے ٹرک اور پام آئل کے ٹینکر بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور اب پورے گولڈن رینج پورشن میں پتھری کوئلہ کی موٹی تہہ بچھائی جا رہی ہے۔" رشید نے انتہائی تیز تیز لہجے میں کہا۔

"ہونہہ ــــ ٹھیک ہے تم اس فون پر رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد دوبارہ کال کروں گا۔ تمہاری اس مدد پر تمہیں انتہائی بھاری معاوضہ ملے گا۔ تمہارے تصور سے بھی زیادہ۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

"شکریہ مسٹر آرنلڈ! میں تو آپ کا خادم ہوں۔" رشید نے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا اور ڈان فلاچر نے جلدی سے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ رشید کی اس کال نے اس کا ذہن گھما دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ دی۔ ڈی سے نکلنے والی ریز کا سائنسی نام مابران ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دی ڈی کا راز کھل چکا ہے اور اب ان کے اثرات کسی ٹی ڈبلیو ریز سے ختم کیے جا رہے ہیں۔ اس طرح تو اس کا سارا کیا کرایا ہی ختم ہو جاتا۔ اس نے کریڈل دباتے ہی جلدی سے دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اس بار اس نے بلا مبالغہ تقریباً بارہ نمبر گھمائے تو پھر رابطہ قائم ہوا

"یس ــــ پروفیسر مارٹن سپیکنگ۔" دوسری طرف سے ایک

کپکپاتی ہوئی بوڑھی آواز سُنائی دی۔

" پروفیسر مارٹن ! میں وُڈ کنگ بول رہا ہوں ——— تمہاری بیٹی مارگریٹ کی موت قریب آگئی ہے شاید۔" ڈان فلاچر کا لہجہ انتہائی سخت ہوگیا۔

" کک ——کک —— کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو تمہارا کام کر دیا ہے فارگاڈسیک ۔ میری اور مارگریٹ کی جان بخشی کر دو۔" بوڑھے پروفیسر نے بُری طرح گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اسے مارگریٹ کی موت کا سُن کر شدید ذہنی دھچکا لگا ہے۔

" سُنو پروفیسر ——— ! تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنے وعدے کا پکا ہوں اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو تو میں مارگریٹ کا پیچھا ہمیشہ کے لئے چھوڑ سکتا ہوں۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ مارگریٹ کا حسین جسم گولیوں سے چھلنی کرنے کی طاقت مجھ میں موجود ہے ۔" ڈان فلاچر نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

" مم —— مم —— میں تم سے پورا پورا تعاون کروں گا۔" مارگریٹ کو کچھ نہ کہو ——— فارگاڈسیک اس پر رحم کرو۔" پروفیسر مارٹن نے گگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ایک بار کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے تعاون کیا تو ایسا ہی ہوگا۔ اب میری بات غور سے سُنو۔ تم نے مجھے مابران ریز والے جو کیپسول نما میزائل بنا کر دیئے تھے جن سے لکڑی کا اندرونی حصہ ربڑ کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ تمہیں یاد ہے ناں" ڈان فلاچر نے کہا۔

" ہاں۔ ہاں ——— اچھی طرح یاد ہے ۔ کیوں، کیا ہوا انہیں۔ کیا وہ کام نہیں کر رہے ۔ اُنہیں تو کام کرنا چاہیئے ۔ میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ

ٹورائیڈ کی تہہ لگا کر مابران ریز کو محفوظ رکھا جاتا ہے اور ٹورائیڈ کے ساتھ ڈی چارج ہو کر ہی وہ لکڑی کو اندر سے نرم بنا دیتی ہیں۔ ورنہ خالی مابران ریز تو لکڑی کے آرپار ہو جاتی ہیں ۔" پروفیسر مارٹن جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

وہ تو درست کام کر رہے ہیں لیکن ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا ہے ایک اور سائنسدان کا دعویٰ ہے کہ ڈبلیو۔ ٹی ریز سے مابران ریز کا توڑ کیا جا سکتا ہے کیا واقعی ایسا ہے " ڈان فلاچر نے کہا۔

" ٹی۔ ڈبلیو ریز نام لیا ہوگا اس نے۔ ڈبلیو۔ ٹی کوئی نام نہیں ہے۔ ان ٹی۔ ڈبلیو ریز سے مابران ریز کی کارکردگی کو زیرو کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو سائنسی کلیہ ہے۔ اس میں کسی سائنسدان کا دعویٰ کرنے کی کیا بات ہوئی ۔" پروفیسر مارٹن نے جواب دیا۔

" اچھا ——— اب بتاؤ کہ اگر پتھری کوئلے پر پام آئل چھڑک کر اُسے آگ لگائی جائے تو کیا ٹی ڈبلیو ریز پیدا ہوں گی" ڈان فلاچر نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے پوچھا۔

" پتھری کوئلہ اور اس پر پام آئل اور پھر اسے آگ لگا دی جائے "۔ پروفیسر مارٹن نے سوچنے کے انداز میں کہا اور پھر کافی دیر تک ان کی بڑبڑاہٹ سنائی دیتی رہی۔ لیکن الفاظ واضح نہیں تھے ۔ وہ شاید اس پر سوچ رہے تھے اور ڈان فلاچر جانتا تھا کہ جب مارٹن سوچتا ہے تو ساتھ بڑبڑاتا بھی جاتا ہے۔

" اوہ ——— بالکل ٹھیک ہے ——— بالکل ٹی۔ ڈبلیو ریز پیدا ہوں گی بائی طاقت ورٹی۔ ڈبلیو ریز۔ لیکن یہ فارمولا کس نے بتایا ہے ۔ اوہ میں

کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس طرح بھی ٹی ڈبلیو ریز پیدا کی جا سکتی ہیں
ویری سٹرینج "۔ پروفیسر مارٹن کی حیرت سے پُر آواز سُنائی دی۔
" تم نے نہیں سوچا لیکن ایسا سوچا گیا ہے۔ اور سُنو اب اچھی طرح
سوچ کر میری بات کا جواب دینا۔ تمہارے اس جواب کے درست ہ
پر ہی مارگریٹ کی زندگی اور موت کا انحصار ہے۔ سوچ کر بتاؤ کہ اگر کسی
جگہ ماربران ریز کی طاقت توڑنے کے لئے پتھری کوئلہ بچھا کر اور اس پر
آئل چھڑک کر آگ لگائی جانے والی ہو اور یہ کام وسیع مقدار اور وسیع
پر ہو رہا ہو تو فوری طور پر اس کو روکنے کے لئے کیا اقدام کیا جا سکتا
ایسا اقدام جو کوئی عام آدمی آسانی سے کر سکے۔ اور صرف چند گھنٹوں کے
ٹی ڈبلیو ریز پیدا نہ ہو سکیں "۔ ڈان فلاچر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
" عام آدمی —— فوری طور پر —— فوری طور پر تو یہی ہو سکتا ہے
کہ آگ پر پانی ڈال دیا جائے۔ نہ آگ لگے گی نہ ٹی ڈبلیو ریز پیدا ہوں گی
ارے ہاں ٹھہرو مجھے ایک منٹ سوچنے دو۔ مجھے یاد آ رہا ہے ——
بالکل —— اوہ ویری گڈ۔ ہاں بڑی آسانی سے روکا جا سکتا ہے۔ بارود
معمولی سی بُو بھی ٹی۔ ڈبلیو ریز کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر تم ایسا کرو کہ وہاں
بھی طاقت کا بم مار دو تو ٹی۔ ڈبلیو ریز پیدا ہو جانے کے باوجود کوئی کار
نہ دکھا سکیں گی۔ یہی میرے خیال میں سب سے آسان حل ہو سکتا ہے
بُو خاصے وسیع ایریئے میں پھیل سکتی ہے "۔ پروفیسر مارٹن نے کہا۔
" ٹھیک ہے —— میں تجربہ کر دیکھتا ہوں "۔ ڈان فلاچر نے کہا
کریڈل دبا دیا۔
" یہ بہترین حل ہے۔ لیکن وہ رشید تو اس ٹائپ کا آدمی نہیں ہے

ہمیں فوری طور پر یہ کام کرنا ہوگا۔ ہر صورت میں —— ایک طاقتور بم لو اور کار میں بیٹھ کر آندھی اور طوفان کی طرح سیدھے چلے جاؤ اور پلک جھپکنے میں بم مار کر واپس آجاؤ اور سُنو —— اگر تم نے یہ کام کر دیا تو میرا وعدہ کہ میں اپنی آدھی جائیداد اور آدھی رقم تمہارے نام منتقل کر دوں گا۔ تم جانتے ہو کہ میں وعدے کا کتنا پابند ہوں "۔ ڈان فلاچر نے کہا اور بارجر کا چہرہ یکلخت چمک اُٹھا۔ یہ اس کے لئے انتہائی معمولی کام تھا۔

اس کی زندگی جرائم میں گزری تھی اور اُسے معلوم تھا کہ جب تک کوئی سنبھلے گا وہ بم مار کر واپس بھی آچکا ہوگا۔ اور اسے ڈان فلاچر کے بارے میں بھی علم تھا کہ وہ جو وعدہ کر لے اُسے ہر صورت میں پورا کرتا ہے اور اس کا خواب انتہائی غیر متوقع طور پر پورا ہو رہا تھا۔ آدھی جائیداد اور آدھی رقم کا تو اس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ اگر اسے آدھی رقم اور آدھی جائیداد مل جائے تو وہ اتنا امیر ہو جائے گا کہ پھر اسے راکیل اور ڈان فلاچر کی بھی پرواہ نہ رہے گی۔ چنانچہ وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

" آؤ میرے ساتھ —— میں تمہیں بم گن دیتا ہوں اور انتہائی طاقتور بم بھی۔ یقین کرو میں اپنا وعدہ پورا کر دوں گا۔ لیکن تم نے آندھی اور طوفان کی طرح جانا ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے تاکہ میرا مشن مکمل ہو سکے "۔ ڈان فلاچر نے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں باس —— آپ کا کام ہو جائے گا "۔ بارجر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" آؤ پھر جلدی کرو۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے "۔ ڈان فلاچر نے کہا اور بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ بارجر بھی اس کے پیچھے تھا۔

عمران اور سر نعمت علی بے حد مصروف دکھائی دے رہے تھے۔ گولڈن رینج کے وسیع علاقے میں سر نعمت علی کے آدمی انتہائی تیز رفتاری سے پھرتی کوئلہ بچھا رہے تھے۔ عمران نے کوئلہ بچھانے کے لئے ایسی منصوبہ بندی کی تھی کہ اس سے گولڈن رینج کے درختوں کو نہ ہی آگ لگے اور نہ ہی آگ کی وجہ سے انہیں کوئی نقصان پہنچے۔ اس نے ایسے سپاٹ منتخب کئے تھے۔ جہاں نہ صرف یہ کہ خاصی وسیع جگہ خالی تھی۔ بلکہ درخت بھی چاروں طرف سے خاصے دور دور تھے۔ وہاں اس نے کوئلے کے بڑے بڑے ڈھیر لگوا دیئے تھے۔ جبکہ ان ڈھیروں کو آپس میں ایک پتلی سی کوئلے کی لائن سے ملوا دیا تھا۔ یہ لائن البتہ گولڈن رینج درختوں کے درمیان سے گزرتی تھی لیکن وہاں کوئلے کی تہہ اتنی کم تھی کہ کوئلے کے جلنے سے درختوں کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکتا تھا۔ چونکہ گزرنے والا ہر لمحہ قیمتی تھا۔ اس لئے سارا کام انتہائی برق رفتاری سے ہو رہا تھا۔ سر نعمت علی بھی تیزی سے ادھر اُدھر بھاگتے ہوئے

اپنے آدمیوں کو ہدایات دے رہے تھے۔ کیونکہ سرداور نے اس تجربے کی کامیابی کی تصدیق کر دی تھی۔ اور سرداور کی تصدیق کے بعد تو جیسے سر نعمت علی کے جسم میں لاکھوں وولٹیج کا کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ چونکہ وقت بے حد کم تھا۔ اس لئے بچھائے جانے والے کوئلے پر ساتھ ہی فائر بریگیڈ کے پمپوں کے ذریعے نہ صرف پام آئل اچھی طرح چھڑکا جا رہا تھا بلکہ ساتھ ساتھ پٹرول بھی ڈالا جا رہا تھا۔ تاکہ یہ کام جلد سے جلد مکمل ہو سکے۔

اس وقت تقریباً گولڈن رینج کے پورے علاقے میں کوئلہ بچھا کر اس پر پام آئل اچھی طرح چھڑک دیا گیا تھا اور ساتھ ہی پٹرول بھی۔ اب بس آگ لگانے کی دیر تھی۔ سر نعمت علی اور عمران اس وقت گولڈن رینج کے تقریباً وسط میں موجود تھے۔

"آپ آدمیوں کو باہر نکالیں۔ میں آخری راؤنڈ لگا کر آ رہا ہوں اس کے بعد اسے آگ لگا دیں گے اور گولڈن رینج بچ جائے گا۔" عمران نے مطمئن انداز میں کہا۔ اور سر نعمت علی سر ہلاتے ہوئے تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

عمران کوئلے چیک کرتا ہوا ایک طرف کو بڑھ گیا۔ اور پھر گھومتے اور چیک کرتے ہوئے اُسے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ یکلخت آسمان پر سائیں کی تیز آواز سنائی دی اور عمران ابھی یہ آواز سن کر چونکا ہی تھا کہ کوئی چیز اس سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر زمین سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔

عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے فضا میں اُٹھا کر واپس زمین پر پٹخ دیا ہو۔ نیچے گرتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا ہی تھا کہ یکلخت اس کے

ہونٹ بھینچ گئے۔ جس ڈھیر کے پاس وہ دھماکہ ہوا تھا وہاں آگ بھڑک اُٹھی تھی اور چونکہ ڈھیر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک تھے اور سب پر پیٹرول چھڑکا جا چکا تھا اس لئے آگ ناقابل یقین رفتار سے پھیلتی جا رہی تھی۔

اب گیٹ کی طرف سے چیخنے اور دوڑنے کی ہلکی ہلکی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں اور ابھی عمران کا ذہن اس اچانک صورت حال سے پوری طرح سنبھلا بھی نہ تھا کہ اس کے گرد ہر طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ انتہائی خوفناک آگ اور وہ تقریباً درمیان میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

آگ چونکہ پتھری کوئلے کی تھی۔ اس لئے اس میں بے پناہ حدت تھی اور عمران جانتا تھا کہ اب ٹی ڈبلیو ریز بھی پیدا ہونے لگ گئی ہوں گی۔ اور اگر ٹی۔ ڈبلیو ریز ایک مخصوص رینج کی حد تک انسانی جسم کے لئے انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معذور بھی ہو سکتا ہے لیکن یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ بھی موجود نہ تھا۔

وہ کہیں دوڑ کر بھی نہ جا سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ ان درمیانی لکیروں کو پھلانگ سکتا تھا لیکن ہر طرف کوئلے کے بڑے بڑے ڈھیر موجود تھے۔ عمران فوراً قریبی درخت کی طرف بھاگا اور پھر وہ کسی پھرتیلے بندر کی طرح درخت کے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد اس خوفناک آگ سے زیادہ سے زیادہ بلندی پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ فی الحال بچاؤ کے لئے اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی دوسری صورت نہ تھی۔

عمران نے واقعی برق رفتاری سے کام لیا۔ یہ درخت بھی شاید باقی درختوں سے کچھ زیادہ اونچا تھا۔ اس لئے عمران باقی درختوں سے بھی زیادہ بلندی پر درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اور اسی لمحے اس کی نظریں دور ایک

ڑک پر جم گئیں جہاں گہرے نیلے رنگ کی ایک کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑی ل جا رہی تھی۔ کار اسے صرف چند لمحوں کے لئے نظر آئی۔ اس کے بعد موڑ اٹ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کی انتہائی تیز رفتاری کی وجہ سے عمران کی نظریں اس پر پڑ گئی تھیں رخت کی چوٹی پر پہنچ کر عمران کو بچ نکلنے کی ایک تجویز سمجھ میں آ گئی اور وہ تجویز ی ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگا کر جانے کی۔ مگر بعض ہوں پر درختوں کے درمیان کافی فاصلہ موجود تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اگر نیچے گر پڑا تو دو ہی صورتیں نکل سکتی تھیں۔ اگر وہ آگ میں گرا تو ایک سیکنڈ راکھ ہو جائے گا کیونکہ پتھری کوئلے کی حدت جہنم کی آگ کی طرح ہوتی ہے ر اگر اس قدر بلندی سے وہ نیچے زمین پر گرا تو اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹ سکتی لیکن وہ زیادہ دیر یہاں رُک بھی نہ سکتا تھا کیونکہ جیسے جیسے کوئلہ جلتا جائے ٹی۔ ڈبلیو ریز کی طاقت بڑھتی جائے گی اور وہ کسی بھی وقت ان کی زد آ کر ہمیشہ کے لئے مفلوج اور معذور ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے گی میں پہلی بار باقاعدہ طور پر تارزن بننے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تھوڑا سا اُترا۔ گولڈن رینج درخت یوکلپٹس کے درخت کی طرح بالکل سیدھا ہوتا لیکن یوکلپٹس کا تنا چوڑا نہیں ہوتا۔ اور اس کی لکڑی بھی بے حد کچی ہوتی لیکن گولڈن رینج کا تنا بھی بے حد چوڑا ہوتا ہے اور اس کی لکڑی بھی اور شیشم کی طرح بے حد پختہ تھی۔ لیکن سائیڈوں پر اس کی شاخیں بے حد تھیں۔

عمران نے ذرا سا نیچے اتر کر اندازہ لگایا اور پھر اس کا جسم غلیل میں نکلے ہوئے پتھر کی طرح اُڑتا ہوا ساتھ والے درخت کی طرف بڑھا۔

دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں درخت کی ایک شاخ آ گئی۔ ایک لمحے کے لئے وہ لٹک گیا۔ اس کے بازوؤں پر بے پناہ بوجھ پڑا۔ لیکن اس وقت اس کی پرواہ وہ کیا کرتا۔ اس نے اپنے جسم کو درخت کے تنے سے لپیٹ لیا۔ پھر اس پر چڑھ کر اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور تیسرے درخت سے لپٹ گیا۔

پھر تو اس کی چھلانگوں میں تیزی آتی گئی۔ گو کئی بار وہ گرنے سے بال بال بچا تھا۔ لیکن آخر کار وہ آخری درخت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بازو شدید درد کرنے لگے تھے۔ اور جسم میں بھی تیز سنسناہٹ سی موجود تھی۔ لیکن اب وہ کم از کم یقینی خطرے سے بچ نکلا تھا۔ گو اس کے لئے اسے ایک ایک درخت سے لڑائی لڑنی پڑی تھی۔ لیکن بہرحال اپنی بے پناہ ہمت اور حوصلے سے وہ آخری درخت تک پہنچ گیا۔

اب کچھ فاصلے پر بیرونی دیوار تھی۔ اور دیوار کے باہر سر نعمت علی اور ان کے آدمی گروہ کی صورت میں موجود تھے۔ سر نعمت علی زمین پر سر پکڑے اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی آدمی ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

"ارے کیا ہوا ——— سر نعمت علی کیوں سر پکڑے بیٹھے ہیں ——— سرکاری سر کہیں بھاگ گیا ہے۔ اور اب اپنے اکلوتے سر کو بھی بھاگنے سے بچانے کے لئے پکڑے ہوئے ہیں۔" عمران نے وہیں سے چیختے ہوئے کہا اور اس کی آواز سنتے ہی باہر موجود افراد یکلخت چونک کر اوپر دیکھنے لگے۔ اور سر نعمت علی اس کی آواز پر یکلخت اچھلے۔ اور اس طرح اچھلنے کی وجہ سے وہ دھڑام سے چاروں شانے چت گرے مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر یوں کھڑے ہو گئے جیسے ان کے جسم میں ہڈیوں کی جگہ سپرنگ

لگے ہوئے ہوں۔

"عمران ——— عمران تم زندہ ہو ——— اوہ خدایا! تم زندہ ہو" سر نعمت علی نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔ ان کی آواز سے انتہائی مسرت اور جوش دونوں نمایاں تھے۔

"میں مسلمان ہوں سر نعمت علی۔ اس لئے میں دفن تو ہو سکتا ہوں لیکن چتا میں جل نہیں سکتا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے زوردار چھلانگ لگائی اور پھر کسی پرندے کی طرح فضا میں اڑتا ہوا دیوار کے اوپر سے گزر کر دوسری طرف آیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کے جسم نے دو قلابازیاں کھائیں اور پھر پیرا ٹروپنگ کے مخصوص انداز میں وہ زمین پر پہنچ کر بے اختیار کچھ دور تک دوڑتا چلا گیا۔ کیونکہ اسے چھلانگ لگاتے دیکھ کر وہاں موجود لوگ تیزی سے ایک طرف ہٹ گئے تھے۔

"اوہ ——— اوہ۔ خدا کا شکر ہے۔ ورنہ شاید میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کرتا۔ سر نعمت علی نے بھاگ کر عمران کو اپنے جسم سے چمٹاتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے محسوس کیا کہ ان کا جسم کانپ رہا تھا۔ عمران ان کی اس محبت اور خلوص سے بے حد متاثر ہوا۔

"سر نعمت علی ——— جو وطن کی خاطر کام کرتے ہیں وہ مرا نہیں کرتے۔ اور مر بھی جائیں تب بھی زندہ رہتے ہیں۔" عمران نے کہا اور بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سر نعمت علی سے علیحدہ کیا۔

"تم تو کافی اندر تھے عمران ——— اور میں تو سچ پوچھو تو تمہیں رو بیٹھا تھا۔" سر نعمت علی نے کہا۔

" میں نے بچپن میں ٹارزن کی کہانیاں بھی پڑھی ہیں اور اس کی فلمیں بھی دیکھی ہیں اور جوزف جیسا بلیک ٹارزن بھی میرا ساتھی ہے۔ اس لئے درختوں کے درمیان کود کود کر سفر کرنا مجھے آتا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ بچ گئے۔ مجھے آپ کی طرف سے بے حد فکر تھی" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں تقریباً گیٹ کے پاس تھا جب یہ دھماکہ ہوا۔ لیکن اس دھماکے کی وجہ سے میں کوئلے کے ڈھیر پر گر پڑا تھا مگر میرے ایک آدمی نے ہمت کی اور اس نے مجھے آگ کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے اٹھایا اور پھر بھاگ کر باہر آگیا۔ ویسے میرے عملے کے آٹھ افراد بری طرح جھلس کر زخمی ہوئے ہیں۔ انہیں جنگل کے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن عمران یہ دھماکہ کیسا تھا۔ کیوں ہوا تھا یہ دھماکہ۔" سر نعمت علی نے کہا۔

" اچھا —— تو آپ شاید سمجھ رہے ہیں کہ یہ دھماکہ —— پتھری کوئلے پر پام آئل اور پٹرول چھڑکنے سے ہوا ہے۔ ایسی بات نہیں۔ یہ انتہائی طاقت ور بم کا دھماکہ تھا اور بم گن سے فائر کیا گیا تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بم —— بم کا دھماکہ۔ لیکن بم کس نے پھینکا، کیوں پھینکا۔ یہاں کون بم پھینک سکتا ہے" سر نعمت علی حیرت سے تقریباً ناچ اٹھے۔ شاید ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ بم کا دھماکہ ہو سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ یہاں جنگل میں آکر کوئی بم پھینک سکتا ہے۔

" آپ کے بات کرنے سے پہلے میں نے اس بارے میں نہ سوچا تھا۔ اور ویسے بھی مجھے اس وقت —— سب سے زیادہ فکر اپنے آپ کو بچانے

ئی لیکن اب آپ کی بات سن کر مجھے سوچنا پڑا ہے۔ یہ بات تو طے ہے
یہ دھماکہ انتہائی طاقت ور بم کا تھا کیونکہ بم کے اڑ کر آنے کی مخصوص
ازمیں پہچانتا ہوں۔ اور اس کی رفتار بتا رہی تھی کہ اسے گن سے فائر کیا
یا ہے اور ظاہر ہے پھینکنے والا اس دیوار کے باہر موجود تھا۔ اور بم کے
لنے سے ہی ڈھیر پر چھڑکا ہوا پٹرول بھڑک اٹھا اور اس طرح دیکھتے ہی
یکھتے آگ ہر طرف پھیل گئی۔

" لیکن بم پھینکا کیوں گیا۔ ظاہر ہے باہر سے کسی کا نشانہ لے کر بم تو نہ
ینکا جا سکتا تھا۔ اوہ —— اوہ۔ ٹھیک ہے۔ اب بات سمجھ میں آگئی
ہے۔ اوہ۔ ہمارا مقابلہ تو کسی ذہین سائنسدان سے ہے۔ اب مجھے یاد آ
یا ہے کہ بارود کی بوٹی ڈبلیو ریز کی کارکردگی زیرو کر دیتی ہے۔ اوہ اس
مطلب ہے کہ کسی کو معلوم تھا کہ ہم یہاں پتھری کوئلے پر پام آئل چھڑک کر
سے آگ لگا کر ٹی ڈبلیو ریز پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے ماہران ریز کی طاقت
ختم ہو جائے گی۔ اور گولڈن رینج تباہی سے بچ جائے گا اور وہ نہیں چاہتا
کہ ایسا ہو۔ اس لئے اس نے فوری طور پر یہاں بم کا فائر کر دیا تاکہ بارود
کی بو ہر طرف پھیل جائے۔ اور ہمارا سارا کیا دھرا ختم ہو جائے۔ اور فوری طور
پر یہ بات سوچنی کسی انتہائی ذہین سائنسدان کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ انتہائی
ذہین سائنسدان کا۔ عام طور پر تو شاید کسی کو ٹی۔ ڈبلیو ریز کا علم ہی نہ ہو"
عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور سر نعمت علی کا چہرہ ایک بار
پھر پریشانی سے بگڑنے لگا۔

" کک —— کک —— کیا مطلب۔ کیا گولڈن رینج تباہ ہو جائے گا"
سر نعمت علی نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں سر نعمت علی۔ قدرت کو شاید ایسا منظور نہیں ہے اس لئے گولڈن رینج تباہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ہم پتھری کوئلے پر پیٹرول نہ چھڑکتے تو پھر لازماً یہ بم ہمارا سارا منصوبہ یکسر ختم کر کے رکھ دیتا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ پیٹرول کے جلنے سے بارود کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ ہم نے جلد از جلد آگ جلانے کی غرض سے کوئلوں پر پیٹرول ڈالا تھا۔ لیکن یہی پیٹرول ہمارے کام آگیا۔ آپ بے فکر رہیں اب ماہران ریز گولڈن رینج کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر نعمت علی کا بگڑا ہوا چہرہ یکلخت انتہائی مسرت سے کھل اٹھا۔

"خدا کا شکر ہے ——— بے حد شکر ہے۔ وہ واقعی عظمت والا ہے۔ وہ چاہے تو دشمن کی تدبیر اس پر ہی الٹ سکتی ہے۔" سر نعمت علی نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

"واقعی سر نعمت علی! بلاشبہ ایسا ہی ہے اور ایک بات اور بھی سن لیجئے۔ مجرموں نے اپنے طور پر ہمارے منصوبے کا توڑ کرنے کے لئے بم پھینکا ہے لیکن ان کی یہ تدبیر واقعی ان کے خلاف کام کرے گی۔ اس بم سے بارود کی بو کا ذکر آتے ہی مجھے یاد آگیا ہے کہ ماہران ریز کا توڑ ڈائنامیٹ پھٹنے سے نکلنے والی مخصوص لہریں ہیں۔ ویری گڈ۔ سرداور تو ماہران ریز کے دریافت کنندہ سائنسدان سرناٹن ماہران کا تحقیقی مقالہ پڑھنے کی بات کر رہے تھے جبکہ میں نے یہ مقالہ اچھی طرح پڑھا ہوا ہے اور اب مجھے یاد آگیا ہے کہ انہوں نے اس میں اس تجربے کا ذکر کیا تھا کہ ماہران ریز سے اثر پذیر کسی بھی ٹھوس جسم کو اگر ڈائنامیٹ کی مخصوص لہروں میں رکھ دیا جائے تو ماہران ریز کے اثرات ری ہیک ہو جاتے

ں۔ اس کا مطلب ہے اگر ہم روشن جنگل کے متاثرہ حصے میں طاقتور
ائنامیٹ کے دھماکے کریں تو سارا روشن جنگل دوبارہ صحت یاب ہو
ئے گا۔ ویری گڈ۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہماری مدد کر رہا ہے۔" عمران نے
اقعی دلی طور پر مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا اور سر نعمت علی جو آنکھیں
ہاڑے عمران کی بات سن رہے تھے۔ عمران کی بات ختم کر لینے کے باوجود
لی آنکھیں پھاڑے کھڑے رہے۔

"کیا تم درست کہہ رہے ہو؟" سر نعمت علی نے ڈوبتے ہوئے لہجے
ں کہا۔

"آپ سرداور سے نہ صرف تصدیق کر سکتے ہیں بلکہ تجربہ بھی کرا سکتے ہیں۔
شن جنگل کی صحت پورے ملک کی معاشی صحت ہے اور اس کے لئے سرداور
یے محب وطن تو پوری لیبارٹری کو اس تجربے میں جھونک سکتے ہیں۔" عمران
ے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سر نعمت علی یکلخت خود اس طرح زمین پر بیٹھے
ئے جیسے ان کے جسم سے روح نکل گئی ہو۔

"ارے۔ ارے۔" عمران نے انہیں اس طرح بیٹھتے دیکھ کر حیرت
ے کہا ہی تھا کہ سر نعمت علی دوسرے ہی لمحے وہیں زمین پر سجدے میں گر
ئے۔ اور عمران کا دل فرط مسرت سے اچھلنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سر نعمت علی
یے محب وطن جس ملک میں موجود ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

"تم نے مجھے یہ کہہ کر نئی زندگی دیدی ہے عمران بیٹے کہ روشن جنگل
ت یاب ہو سکتا ہے۔ میں زندگی بھر تمہارے پیر دھو کر پیوں گا۔ تم پاکیشیا
فخر ہو۔" سر نعمت علی نے سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہو کر عمران
ے بری طرح لپٹتے ہوئے کہا۔

"میں پاکیشیا کا فخر نہیں ہوں بلکہ پاکیشیا کا شہری ہونا میرے لئے فخر ک
باعث ہے کہ اس میں آپ جیسے محب وطن افراد بستے ہیں" عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سر نعمت علی بھی مسکراتے ہوئے الگ ہو گئے
"واقعی پاکیشیا ایک خوش قسمت ملک ہے جسے تم جیسے شہری مل گئے
بہرحال اب ہمیں فوری طور پر ڈائنامیٹ کا بندوبست کرنا ہو گا" سر نعمت ع
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ہو جائے گا۔ فی الحال تو ہم نے ان جنگل دشمن مجرموں کو پکڑ
ہے۔ آیئے ہیڈ کوارٹر چلیں۔ میں فون کرنا چاہتا ہوں" عمران نے کہا ا
سر نعمت علی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھا
ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھ گئے۔

بارجر کا چہرہ مسرت سے کھلا ہوا تھا۔ اس نے واقعی انتہائی کامیابی سے نہ صرف گولڈن رینج کے اندر بم فائر کر دیا تھا۔ بلکہ وہ صحیح سلامت وہاں سے نکل آنے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ واقعی انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا روشن جنگل پہنچا تھا۔ گیٹ پر اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ سر نعمت علی کا مہمان ہے اور گیٹ والوں نے اسے جانے دیا تھا۔ وہ وہاں ہیڈ کوارٹر میں رکا نہیں بلکہ ایک اور سڑک سے ہوتا ہوا سیدھا گولڈن رینج ایریا کے پاس پہنچ گیا۔ گن پہلے ہی اس کے قدموں میں پڑی ہوئی تھی۔ اس نے انتہائی پھرتی سے گن اٹھائی اور بم فائر کر دیا۔

چونکہ گولڈن رینج ایریا خاصا وسیع تھا۔ اس لئے اسے ٹھیک نشانے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ گن فائر کر کے وہ پلٹا اور اس بار وہ گیٹ کی طرف جانے کی بجائے اسی پرانے راستے کی طرف نکل گیا۔ جہاں سے وہ پہلے

پیدل اندر آیا تھا۔ اب شاید اتفاق تھا یا پھر وہاں عملہ ہی موجود نہ تھا۔

روشن جنگل سے باہر نکلنے تک اس کا ٹکراؤ کسی سے نہ ہوا تھا اور پھر ویران اور ٹیلوں سے بھرے ہوئے علاقے سے گزر کر وہ دارالحکومت کو جانے والی شاہراہ پر پہنچ گیا۔

اور اب وہ اطمینان سے دارالحکومت کی اندرونی سڑکوں پر کار چلاتا ہوا رہائش گاہ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ ڈان فلاچر اور وہ شروع ہی سے ارباب کالونی کی ایک کوٹھی میں رہتے تھے۔ یہ کوٹھی انہوں نے ایک فرضی نام سے حاصل کی ہوئی تھی۔

کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ سائیڈ گیٹ کا کنڈا وہ جاتے وقت باہر سے لگا گیا تھا۔ اس لئے اس نے کنڈا کھولا اور پھر اندر داخل ہو کر اس نے بڑا گیٹ کھول دیا۔

دوسرے لمحے وہ کار سمیت اندر داخل ہوا۔ کوٹھی کا پورچ گیٹ سے قریب ہی تھا کیونکہ کوٹھی خاصی چھوٹی تھی۔ پورچ میں کار روک کر نیچے اترا اور واپس جا کر اس نے پہلے بڑا گیٹ بند کیا پھر چھوٹا گیٹ اور مڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ اسے ڈان فلاچر کی آدھی جائیداد جس کی مالیت اربوں میں تھی۔ اور آدھی نقد رقم جس کی مالیت یقیناً کروڑوں میں ہو گی۔ اپنی نظروں کے سامنے ناچتی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے اندر جا کر ڈان فلاچر کے دفتر کے دروازے پر دستک دی لیکن جب بار بار دستک کے باوجود اندر سے کوئی ردعمل نہ ہوا تو اس نے دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر سے بند نہ تھا۔ بارجر حیرت

بھرے انداز میں اندر داخل ہوا لیکن دفتر خالی پڑا تھا۔ ڈان فلاچر موجود نہ تھا۔

"یہ باس کہاں چلا گیا۔" بارجر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ اور پھر وہ کمرے سے باہر نکلا اور اس نے ایک ایک کر کے کوٹھی کے تمام کمرے دیکھ ڈالے لیکن ڈان فلاچر کا کہیں بھی وجود نہ تھا۔

"کنڈا تو بدستور باہر سے لگا ہوا تھا پھر باس کہاں چلا گیا" بارجر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اسی لمحے اسے پائیں باغ میں موجود چھوٹے دروازے کا خیال آیا تو وہ تیزی سے مڑا اور باہر نکلتے ہی لگا تھا کہ اسے دفتر میں سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

"یس ——— بارجر نے رسیور اٹھا کر کہا۔

"بارجر بول رہے ہو" دوسری طرف سے ڈان فلاچر کی آواز سنائی دی اور بارجر چونک پڑا۔

"یس باس! آپ کہاں چلے گئے ہیں، میں تو آپ کو تلاش کر رہا تھا" بارجر نے چونک کر جواب دیا۔

"میں باہر آگیا تھا تاکہ تمہاری واپسی کے بعد چیک کر سکوں کہ تمہارا تعاقب تو نہیں ہو رہا۔ تم بتاؤ کیا رپورٹ ہے۔ کوٹھی میں داخل ہوتے وقت میں نے تمہارے چہرے پر مسرت اور کامیابی کی چمک دیکھی تھی"۔ ڈان فلاچر نے کہا اور بارجر سمجھ گیا کہ ڈان فلاچر کوٹھی کے سامنے ہی کہیں موجود ہے اور وہ باہر سے سپر فون پر بات کر رہا ہو گا۔ جس کے لئے اسے کہیں جانے کی

ضرورت نہ رہتی تھی۔

" وکٹری باس ـــــ شاندار وکٹری" بارجر نے کہا۔ اس نے پوری روئیداد تفصیل سے سُنا دی۔

" روشن جنگل کے گیٹ پر تم کتنی دیر رُکے تھے۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

" باس زیادہ سے زیادہ ایک منٹ" بارجر نے جواب دیا۔

" اوکے ـــــ تم اندر ہی رہو۔ میں ابھی کچھ دیر اور چیک کروں گا پھر میں بائیں باغ والے دروازے سے اندر آجاؤں گا۔ میں پہلے بھی اسی راستے سے باہر آگیا تھا" ڈان فلاچر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا۔ بارجر نے مسکراتے ہوئے رلیسیور رکھ دیا۔

" باس واقعی حد سے زیادہ محتاط آدمی ہے" بارجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اطمینان سے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور بارجر چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

" میں نے رشید سے تصدیق کرلی ہے۔ تم نے واقعی وہاں دھماکہ کیا ہے" ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر دوسری طرف پڑی ہوئی اونچی پشت کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یس باس ـــــ اب تو آپ وعدہ پورا کریں گے" بارجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ہاں ـــــ بالکل کروں گا۔ لیکن تم سے پہلے میں ایک وعدہ اپنی بیٹی راکیل سے بھی کرچکا ہوں۔ لیکن اس وقت اس مشن کی وجہ سے اسے فوری طور پر پورا نہ کرسکتا تھا۔ لیکن اب مشن مکمل ہوچکا ہے۔ اس لئے اب میں

وعدہ پورا کرسکتا ہوں"

" راکیل سے وعدہ ـــــ کیا مطلب باس" بارجر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے معلوم ہے کہ راکیل اور تم دونوں میں نہیں بن رہی اور تم راکیل سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہو لیکن میں نے تم دونوں کو نوجوان اور جذباتی میاں بیوی سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا لیکن پھر راکیل نے مجھے ایک البم لا کر دکھائی۔ اس البم کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین آ گیا کہ سارا قصور تمہارا ہے۔ تم نے میری بیٹی راکیل کی قدر نہیں کی اور تمہاری ذہنیت راکیل جیسی خوبصورت لڑکی سے شادی کے بعد بھی گٹر کے گندے کیڑے جیسی ہی رہی۔ تم اب بھی آوارہ عورتوں سے تعلقات رکھتے ہو۔ حالانکہ تم اب وہ سڑکوں پر دھکے کھانے والے عام مجرم نہیں ہو۔ تم وُڈ کنگ ڈان فلاچر کے داماد ہو۔ جس کی عزت پورے ایکریمیا میں کی جاتی ہے۔ میں نے تم میں مخصوص صلاحیتیں دیکھیں تو تمہیں اپنے گینگ میں شامل کر لیا۔ اور نہ صرف شامل کر لیا بلکہ اپنے بعد تمہیں انچارج بھی بنا دیا۔ اور ساتھ ہی راکیل سے تمہاری شادی بھی کر دی میرا خیال تھا کہ اتنے بڑے آدمی کے داماد اور اتنی امیر اور خوبصورت لڑکی کے شوہر بن کر تمہاری ذہنیت بدل جائے گی لیکن راکیل نے ثابت کر دیا کہ تم نہ بدلے ہو اور نہ بدل سکتے ہو اور تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم کسی بھی وقت ہم دونوں کا خاتمہ کر کے پوری جائیداد پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ میں نے راکیل سے وعدہ کر لیا تھا کہ تمہارا کانٹا درمیان سے نکال دیا جائے گا

لیکن پاکیشیا کا یہ اہم مشن درپیش تھا۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا اور اب اس مشن کی تکمیل کے بعد وعدہ پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ویسے بھی

تمہارا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے کیونکہ تم نے روشن جنگل کے گیٹ کی طرف سے اندر جانے کی حماقت کی ہے۔ تمہیں اس طرف سے نہ جانا چاہیئے تھا۔ میں خود وہاں جا چکا ہوں۔ گیٹ سے داخل ہونے والی موٹر گاڑی کا سرکاری طور پر باقاعدہ نمبر نوٹ کیا جاتا ہے اس طرح تم اس کار کی وجہ سے آسانی سے پکڑے جاؤ گے۔ اور تم پکڑے گئے تو پھر میں خطرہ میں پڑ جاؤں گا اور تم میری عادت جانتے ہو کہ میں خطرہ بالکل پسند نہیں کرتا۔" ڈان فلاچر نے انتہائی سخت لہجے میں پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ الزام ہے باس ——— وہ فوٹو یقیناً جعلی ہیں۔ راکیل خود رانسن کے ساتھ خراب ہے۔" بارجر نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

لیکن دوسرے لمحے ڈان فلاچر کا ہاتھ اٹھا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی بارجر چیختا ہوا کرسی سمیت پیچھے الٹ کر گرا۔ سائلنسر لگے ریوالور کی گولی ٹھیک اس کی پیشانی میں لگی تھی اور اس کا سر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ بس ایک ہی بار چیخ سکا تھا وہ۔ اس کے بعد تو اسے تڑپنے کی بھی مہلت نہ ملی تھی۔

"عمران صاحب! وہ نیلے رنگ کی کار تلاش کر لی گئی ہے۔ وہ ارباب کالونی کی کوٹھی نمبر دس میں موجود ہے۔" عمران کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی بلیک زیرو نے اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ارباب کالونی میں ——— کوٹھی کو چیک کیا گیا ہے اندر سے"۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"آپ نے صرف کار تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسے صدیقی نے تلاش کیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کا فون آیا تھا۔ میں نے اسے کوٹھی کی نگرانی کا کہہ دیا ہے اور خاور اور چوہان کو بھی بھیج دیا ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوکے ——— میں خود جاتا ہوں۔" عمران نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

اس نے روشن جنگل کے ہیڈ کوارٹر سے ہی بلیک زیرو کو فون

کرکے اس سے نیلے رنگ کی کار تلاش کرانے کی ہدایت دے دی تھی جو اس نے گولڈن رینج کے درخت کی چوٹی سے دور سڑک پر جاتی ہوئی دیکھی تھی حالانکہ فاصلہ کافی تھا اور کار کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ زیادہ دیر تک اس کی نظروں میں نہ رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی ایک مخصوص نشانی اس کے ذہن میں رہ گئی تھی۔ اس کے عقبی شیشے کے تقریباً درمیان میں سرخ رنگ کی لکیر سی اوپر سے نیچے تک نظر آئی تھی۔ خاصی چوڑی لکیر تھی۔ اب یہ لکیر کس چیز کی تھی اور کیوں بنی ہوئی تھی اس کا تو اسے اندازہ نہ ہو سکا تھا لیکن بہرحال کار کا رنگ میکہ اور اس سرخ لکیر کی نشانی بتا کر عمران نے بلیک زیرو کو فون کر دیا تھا۔

فون کرنے سے پہلے اس نے معلوم کیا تھا کہ کار کو روشن جنگل میں کہیں چیک کیا گیا ہو تو اسے کار کا نمبر معلوم ہو سکے لیکن اسے بتایا گیا تھا کہ نیلے رنگ کی کار روشن جنگل کے گیٹ سے ہی داخل ہوئی تھی لیکن وہاں کا نمبر نوٹ کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کار کی واپسی گیٹ سے نہ ہوئی تھی اور کسی اور آدمی نے اسے دیکھا تھا۔ اس لئے عمران کو مجبوراً اپنی نشانیوں پر ہی اکتفا کرنا پڑا تھا۔ اسے یقین تھا۔ کہ اس سرخ لکیر کی وجہ سے کار آسانی سے تلاش کر لی جائے گی۔ اور وہی ہوا جب وہ روشن جنگل سے فا[ر]غ ہو کر دانش منزل پہنچا۔ تو بلیک زیرو نے اسے بتا دیا کہ کار ٹریس کر لی گئی ہے۔

عمران کار لے کر دانش منزل سے نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ ارباب کا[لونی] میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار چوک میں موجود ایک سائیڈ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ پیدل ہی آگے بڑھ گیا۔

کوٹھی نمبر دس چوک سے قریب ہی تھی اور پھر اسے صدیقی بھی نظر آ گیا۔

[ا]س کی کار اس کوٹھی کے سامنے ایک زیر تعمیر کوٹھی کی نو تعمیر شدہ دیوار کی [او]ٹ میں کھڑی تھی۔ صدیقی نے بھی شاید عمران کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے [و]ہ اوٹ سے نکل کر آگے بڑھ آیا تھا۔

" ارے تمہارا قد تو پہلے جتنا ہے۔ میں تو تم سے قد بڑھانے کا نسخہ معلوم [ک]رنے آیا تھا۔ عمران نے صدیقی کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" قد بڑھانے کا نسخہ ——— کیا مطلب ؟" صدیقی واقعی عمران کے اس [فق]رے پر حیران رہ گیا تھا۔

" وہ مجھے تمہارے باس نے بتایا تھا کہ صدیقی کا قد اونٹ سے بھی اونچا [ہ]و گیا ہے اس لئے وہ کوٹھی کے اندر کھڑی کار بھی دیکھ لیتا ہے"۔ عمران نے [م]نہ بناتے ہوئے کہا اور صدیقی قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

" اوہ ——— تو اس لئے آپ مجھ سے قد بڑھانے کا نسخہ پوچھنے آئے تھے۔ [ی]ہ بات نہیں۔ اس کار کی دریافت کا سہرا ایک اور آدمی کے سر ہے۔ میں یہاں کیفے میں چائے پینے کے لئے رُک گیا۔ کیفے میں کوئی کرسی خالی نہ تھی۔ اس لئے [می]ں نے کاؤنٹر پر ہی پیالی رکھ کر چائے پینی شروع کر دی۔ پھر میں نے کاؤنٹر والے سے ویسے ہی سرسری طور پر پوچھ لیا کہ یہاں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ میں اس سے ملنے آیا ہوں لیکن اس کی کوٹھی نمبر مجھے یاد نہ ہے۔ البتہ اس کے پاس نیلے [ر]نگ کی ٹویوٹا ہے جدید ماڈل کی اور اس کی نشانی ہے کہ عقبی شیشے میں افقی [ط]ور پر سرخ رنگ کی پٹی لگی ہوئی ہے تو اس نے بتایا کہ یہاں کوٹھی نمبر دس میں [ا]س نے ایسی کار آتی جاتی دیکھی ہے۔ لیکن سرخ رنگ کی پٹی نہیں ہے بلکہ سرخ [ر]نگ کے پھولوں کی بیل عقبی شیشے میں لگی ہوئی ہے۔ اس پر میں نے اسے بتایا

کہ یہ وہ کار نہیں ہو سکتی۔ لیکن چائے پی کر میں وہاں سے نکلا اور دس نمبر کوٹھی تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کوٹھی کی دیوار زیادہ بلند نہیں ہے۔ چنانچہ قریب جا کر میں نے ایڑیاں اُٹھا کر دیکھا تو وہ کار موجود تھی۔ اور واقعی اس پر سرخ پھولوں کی بیل موجود تھی۔ لیکن کار کا رنگ میکر اور ماڈل وہی تھا۔ جو چیف نے بتایا تھا۔ اور چونکہ باس نے بتایا تھا کہ کار جنگل میں دیکھی گئی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس کار کے عقبی ٹائر واقعی مٹی سے تھڑے ہوئے تھے۔ اس پر میں سمجھ گیا کہ یہی کار ہو گی جسے ٹریس کرنے کا کہا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے باس کو اطلاع دی اور باس نے مجھے نگرانی کا کہا اور پھر خاور اور چوہان کو بھی بھیج دیا۔ وہ دونوں کوٹھی کی عقبی طرف موجود ہیں۔" صدیقی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جنگل میں مٹی تو نہیں ہوتی، جھاڑیاں پتے اور گھاس ہوتی ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— پھر ہو سکتا ہے یہ وہ کار نہ ہو۔ مجھے تو جنگل کے لحاظ سے مٹی کا خیال آیا تھا۔" صدیقی نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"ارے ——— اس میں شرمندہ ہونے والی کیا بات ہے۔ ہو سکتا ہے تمہارے باس کا مطلب جنگل سے اکھاڑہ ہو اور اکھاڑے میں تو بہر حال مٹی ہوتی ہی ہے۔ آؤ ذرا دیکھیں کہ کار جنگل میں شکار کھیل کر آئی ہے یا کسی اکھاڑے میں کشتی لڑ کر۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

"تو کیا آپ ڈائریکٹ کوٹھی کے اندر جائیں گے۔" صدیقی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں ——— پہلے میں ہیلی کاپٹر میں بیٹھوں گا اور پھر ہیلی کاپٹر کو کوٹھی کی چھت پر اتاروں گا۔ پھر سیڑھیاں اُتر کر اندر جاؤں گا۔" عمران نے کہا اور صدیقی ہنس پڑا۔

عمران نے بھی دیوار کے قریب جا کر دیکھا تو واقعی نیلے رنگ کی کار اندر موجود تھی۔ اور اب عمران کو یقین آ گیا کہ کار وہی ہے۔ صرف فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اس پھولوں کی بیل کو بیٹی سمجھا تھا۔ اور کار کہیں سے کرایہ پر لی گئی تھی۔ کیونکہ یہ چکر بازی عموماً کرایہ کی کاروں میں کی جاتی ہے کہ اگر شیشہ ٹوٹ جائے تو بچت کی خاطر شیشہ بدلنے کی بجائے اس کی دراڑوں کو ایسے ہی پھولوں کی بیلوں سے چھپا دیا جاتا ہے۔

"کوٹھی خالی لگتی ہے۔" عمران نے کوٹھی کے اندرونی حصے میں جھانکتے ہوئے کہا اور پھر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ کوٹھی کے اندر بزر بجنے کی تیز آواز سنائی دی لیکن کافی دیر تک جب اندر سے کوئی ردِعمل نہ ہوا تو عمران کا اندازہ یقین میں بدل گیا۔

"آؤ عقبی طرف ——— ادھر سے تو ٹریفک گزر رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم دیوار پھلانگیں تو بھلے سے پولیس بھی دیوار پھلانگ لے۔ اور پھر ہم تو پہنچ جائیں جیل میں اور پولیس والوں کو تعریفی اسناد بھی ملیں اور عہدوں میں ترقی بھی، کہ چوروں کا ایک بین الصوبائی گروہ پکڑنے کے لئے وہ اپنی جانوں پر کھیل گئے۔" عمران نے سائیڈ گلی میں سے گزرتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی بے اختیار ہنس دیا۔

عقبی گلی میں ان کے پہنچتے ہی ادھر ادھر سے خاور اور چوہان بھی نکل کر سامنے آ گئے۔

" ارے۔ گروہ تو بڑا ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو ہمیں بھی ترقی کرنی چاہیئے۔ چوروں کی بجائے ڈاکوؤں کا گروہ۔ واہ ڈاکو تو فلمی ہیرو ہوتے ہیں بڑی شاندار فلمیں بنتی ہیں ڈاکوؤں کے کارناموں پر۔ ویسے یہ زیادتی کہ سوائے دل کے چوروں کے اور کسی چور پر فلم نہیں بنائی گئی" عمران کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔

" کن چوروں اور ڈاکوؤں کی بات کر رہے ہیں" چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے تم چوہان ——— اوہ سوری۔ دراصل مجھے تمہارے عہدے کا علم نہ تھا۔ میں نے خواہ مخواہ تمہارا عہدہ گھٹا دیا۔ لیکن یہ واقعی تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے کہ تم غصے میں آنے کی بجائے ہنس رہے ہو۔ ویسے آج مجھے یقین آگیا ہے کہ ٹھگ واقعی چوروں سے زیادہ اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" اچھا تو آپ نے مجھے ٹھگ بنا دیا ہے" چوہان اور زیادہ زور سے ہنسا۔

"یار سنا ہے پرانے ٹھگ آنکھوں سے سرمہ چرا لیتے تھے۔ اور تم چلو یہ نہ کر سکو تو اتنا تو کر ہی لیتے ہو گے کہ سرمہ سے آنکھ چرا لو۔ ویسے آجکل سرمہ اتنا قیمتی نہیں رہا جتنی آنکھ۔ آجکل کا سرمہ تو چوری کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ کوئلے پیس کر بنایا جاتا ہے۔ البتہ جب سے مردوں کی آنکھیں اندھوں کو لگنے لگی ہیں، آنکھ کی مارکیٹ بہت تیز جا رہی ہے" عمران نے کہا۔

" کیا آپ یہاں مجمع لگانے آئے ہیں۔" خاور نے مسکراتے ہوئے

کہا کیونکہ وہ چاروں واقعی عقبی گلی کے درمیان میں کھڑے تھے۔ اور ان کے درمیان کھڑا عمران اس طرح مسلسل باتیں کئے جا رہا تھا، جیسے واقعی مجمع لگائے کھڑا ہو۔

" مجمع اور شارع عام پر ——— ارے یہ تو جرم ہے۔ یہ دیکھو پائیں باغ والا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے کیوں نہ اندر چل کر مجمع لگایا جائے۔ قانوناً چار دیواری کے اندر مجمع لگانا جرم نہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کوٹھی کی عقبی دیوار میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جو واقعی ذرا سا کھلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

" عمران صاحب کا خیال ہے کہ کوٹھی خالی ہے" صدیقی نے مسکراتے ہوئے خاور اور چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو عمران کو اس طرح اطمینان سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ کیونکہ انہیں تو ایکسٹو نے بتایا تھا کہ اس کوٹھی میں مجرم موجود ہو سکتے ہیں۔

" یار ایک تو لوگ ہم سے اب اتنا ڈرنے لگ گئے ہیں کہ جہاں جاؤ وہاں وہ پہلے ہی کوٹھی چھوڑ کر چل پڑتے ہیں۔ شاید ہماری شکلیں ہی ڈراؤنی ہو گئی ہیں۔" عمران نے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب ——— کس کوٹھی کی بات کر رہے ہیں آپ" ساتھ آتے ہوئے صدیقی نے چونک کر کہا۔

" وہ شان کالونی والی کوٹھی ——— میں روشن جنگل میں بیٹھا چلہ کھینچ رہا تھا کہ مجھے شان کالونی میں جنوں کا ایک پورا قبیلہ آباد نظر آیا۔ میں نے تمہارے چیف باس سے کہا کہ جلدی سے جا کر ان جنوں کو قابو

کرے۔ پھر اسے سیکرٹ سروس کے ممبروں کے نخرے نہ اٹھانے پڑیں گے۔ بس حکم دیا اور مجرم حاضر۔ لیکن پھر اس نے بتایا کہ کوٹھی خالی ہے۔" عمران نے عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس بار صدیقی کے ساتھ ساتھ خاور اور چوہان بھی ہنس پڑے۔

"اچھا تو اس کوٹھی کی نشاندہی آپ نے کی تھی۔ لیکن آپ کا قبیلہ آپ کو بھی نظر آ سکتا تھا ہمیں تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ ایک تہہ خانے میں ہم نے برقی بھٹی تلاش کر لی تھی۔ اس میں کافی راکھ بھری ہوئی تھی۔ اور ایک دیوار پر ایسے نشانات تھے جیسے وہاں سے کوئی بھاری مشینری جلدی میں اکھاڑی گئی ہو۔" صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں نظر آ رہا ہوں۔" عمران نے یکلخت رک کر پوچھا۔

"آپ —— ہاں کیوں۔" صدیقی نے حیران ہو کر جواب دیا۔

"تو پھر جنات میرے قبیلے کے کیسے ہو گئے۔ تمہارے چیف باس کے قبیلے کے لوگ ہوں گے۔ وہ بھی تو آج تک نظر نہیں آیا۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی ہنس پڑا۔ لیکن اب وہ گھوم کر عمارت کے سامنے کے رخ پر پہنچ چکے تھے۔

"تم اندر دیکھو، میں ذرا اس کار کا معائنہ کر لوں۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور وہ سب سر ہلاتے جیبوں سے ریوالور نکال کر تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

عمران کو شان کالونی کے بارے میں اس وقت بلیک زیرو نے —— رپورٹ دے دی تھی جب اس نے کار کے بارے میں

اسے فون کیا تھا۔ لیکن مشینری والی بات اس نے بھی نہ بتائی تھی۔ شاید اسے اس کی رپورٹ نہ دی گئی تھی۔ اور اب صدیقی کی بات سن کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہاں واقعی ماہران ریز بم کو وائرلیس ڈی چارج کرنے کی مشینری نصب ہو گی جسے ان کے پہنچنے سے پہلے اکھاڑ لیا گیا ہو گا۔ اور اس بات سے ثابت ہوتا تھا کہ مجرم انتہائی باخبر اور محتاط ہیں۔ اور کار کا معائنہ کرتے وقت بھی اس کے ذہن میں یہی بات گھوم رہی تھی کہ آخر انہیں کون مخبری کر رہا ہو گا۔

بظاہر تو ایسا کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ کار خالی تھی۔ عمران نے اس کا دروازہ کھولا تو وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ اندر فرنٹ سیٹ کے نیچے ایک بم فائر گن پڑی ہوئی تھی۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر وہ گن اٹھالی اور پھر اس کا میگزین کھولا تو اندر ایک بم ابھی موجود تھا۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے میگزین بند کر دیا۔ اب اس بات میں کوئی شک نہ رہا تھا کہ وہ صحیح کار تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن یہ لوگ آخر بھاگ کیوں جاتے ہیں۔

"عمران صاحب! کوٹھی تو واقعی خالی پڑی ہے۔ لیکن ایک کمرے میں ایسے نشانات موجود ہیں جیسے وہاں کسی کو گولی ماری گئی ہو۔ خون کے نشانات موجود ہیں۔" صدیقی نے برآمدے میں آکر کہا۔ اور عمران سر ہلاتا گن کو پکڑے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

واقعی ایک دفتر کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں میز کے سامنے فرش پر ایک کرسی بھی الٹی ہوئی پڑی تھی اور فرش پر ایسے نشانات موجود تھے جیسے وہاں کوئی خون آلود جسم پڑا رہا ہو۔ عمران نے بغور اس جگہ

کو دیکھنا شروع کر دیا اور پھر اسے انسانی کھوپڑی کے بالوں کا ایک ٹکڑا ابھی ایک کونے میں پڑا نظر آ گیا۔ اس نے وہ ٹکڑا اٹھا لیا۔ اور غور سے بالوں کو دیکھنے لگا۔

"ہوں —— یہ کوئی غیر ملکی قتل ہوا ہے۔" عمران نے ٹکڑے کو واپس پھینکتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی —— پاس کھڑے صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں —— جلد کا رنگ اور بناوٹ بتا رہی ہے کہ یہ ایکریمیا کا باشندہ تھا۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

"یہاں کچھ نہیں ہے۔ میں تلاشی لے چکا ہوں" صدیقی نے کہا اور عمران ایک طویل سانس لیتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے خاور اور چوہان بھی اندر آ گئے۔

"ہم نے ساری تلاشی لے لی ہے۔ سوائے فرنیچر کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے" خاور نے کہا۔

"کوئی تہہ خانہ وغیرہ" عمران نے پوچھا۔

"ایک جگہ مجھے شک ہوا ہے کہ تہہ خانہ ہو سکتا ہے لیکن ظاہر ہے اسے تلاش کرنا پڑے گا۔" چوہان نے کہا۔

"آؤ دیکھتے ہیں" عمران نے کہا اور وہ سب دفتر نما کمرے سے نکل کر درمیانی راہداری سے گزر کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گئے۔

"ہاں —— اس کے نیچے تہہ خانہ ہے۔ اس کا طرز تعمیر بتا رہا ہے" عمران نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا اور پھر اس کی نظریں فرش کے

ایک کونے پر جم گئیں۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے فرش کی ایک اینٹ پر پیر رکھ کر زور سے دبایا اور اس اینٹ کے دبتے ہی کمرے کے فرش کا ایک کونہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اٹھ کر پچھلی دیوار سے لگ گیا۔ اب نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

"واہ —— آپ واقعی جنوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خفیہ چیز آپ کو فوراً نظر آ جاتی ہے۔" صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا قبیلہ جنوں میں کوردچشم کہلاتا ہے۔ اس لئے آج تک مفلس اور قلاش ہی چلا آ رہا ہے ورنہ تہہ خانوں کی بجائے خزانے نظر آ جاتے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"سیڑھیاں اتر کر وہ تہہ خانے میں پہنچے تو وہاں ایک غیر ملکی کی لاش فرش پر پڑی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ جس کی کھوپڑی کے ٹکڑے اڑ چکے تھے۔ تہہ خانے میں اس لاش کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی۔ عمران نے اس کے لباس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ لیکن اس کی جیبیں بانجھ عورت کی گود کی طرح خالی تھیں۔

"کمال ہے۔ احتیاط کی بھی حد ہے۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ چلو اور کچھ نہیں تو کم از کم جان تو چھوڑ دیتے اس بیچارے میں۔" عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی اور دوسرے ساتھی ہنس پڑے۔

"لیکن عمران صاحب! یہ چکر کیا ہے۔ کچھ ہمیں تو بتائیں۔ ہمیں تو کچھ معلوم ہی نہیں کہ یہ کون سا کیس ہے" چوہان نے کہا۔

"اب کیا بتاؤں ـــــ یہ تمہارے باس کا ذاتی کیس ہے۔ یہاں ایک روشن جنگل ہے وہاں اس کا قبیلہ رہتا تھا۔ پھر پتہ چلا کہ قبیلے میں بغاوت ہو گئی ہے اور وہ وہاں سے بھاگ کر شہر میں آ گئے ہیں۔ بس تمہارا باس نہیں چاہتا کہ اس جیسے اور نظروں سے اوجھل لوگ یہاں رہیں چنانچہ اس نے ہمیں لگا دیا پیچھے تاکہ ہم انہیں واپس جنگل میں دھکیل سکیں۔ تمہارے باس نے میری بڑی منت کی تو میں نے سوچا کہ چلو اس کا کام کر دو۔ میں نے جنگل میں چلہ کاٹنا شروع کر دیا۔ دس ٹرک پتھری کوئلے کے، پانچ آئل ٹینکر اور ساتھ ستر ٹین پٹرول کے منگوا کر میں نے وہاں اپنے گرد حصار قائم کیا۔ لیکن جب حصار کو آگ لگائی تو آگ اتنی تیز تھی کہ مجبوراً مجھے چلہ چھوڑ کر ٹارزن کی طرح درختوں پر چھلانگیں لگا کر باہر آنا پڑا۔ لیکن تم جانتے ہو کہ چلے کے دوران اگر حصار سے آدمی نکل جائے تو پھر موکل اس کی گردن مروڑ دیتے ہیں لیکن میں بھی آخر آغا سلیمان پاشا کا شاگرد ہوں میں نے انہیں ایسا چکر دیا کہ میری بجائے انہوں نے اس غریب کی گردن مروڑ دی"۔ عمران کی زبان چل پڑی۔

"لیکن عمران صاحب اسے تو گولی ماری گئی ہے۔ گردن تو نہیں مروڑی گئی"۔ چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گولی ماری گئی ہے۔ اوہ اس کا مطلب ہے یہ موکل وغیرہ بھی جدید ایجادات استعمال کرنے لگے ہیں۔ پھر تو یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے" عمران نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک سا گیا۔ اس کی نظریں سیڑھیوں کے ساتھ دروازے کے ایک کھلے پٹ کے ساتھ زمین پر

گڑی ہوئی تھیں۔

"اوہ ـــــ ڈائری ہے شاید"۔ صدیقی نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے اس جگہ کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں"۔ ـــــ عمران نے کہا اور جلدی سے آگے بڑھ کر اس نے دروازے کے پٹ کے پیچھے پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈائری اٹھا لی اس کا ایک کونا پٹ کے پیچھے سے نظر آ رہا تھا۔ یہ اس ٹائپ کی ڈائری تھی جسے ٹیلیفون نمبر لکھنے کے لئے لوگ عام طور پر جیب یا بٹوے میں رکھتے ہیں۔ ڈائری کے فرش پر پڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ یہ اوپر سے گر کر اچھلی ہے اور دروازے کے پٹ کے پیچھے چلی گئی ہے۔ صرف اس کا کونا باہر سے نظر آ رہا تھا۔ چونکہ یہ پتلی سی ڈائری تھی۔ اس لئے شاید اس کے گرنے کی آواز اس لاش اٹھانے والے کے کانوں تک نہ پہنچی ہو۔ کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ ڈائری اس لاش کے کوٹ کی اوپر والی جیب سے نکل کر گری تھی۔ تبھی وہ اچھل کر دروازے کے پٹ کے پیچھے چلی گئی ہے۔ اور اگر عمران کی نظریں اتفاقاً اس کے کونے پر نہ پڑتیں تو اسے بھی نظر نہ آتی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لاش کو لے آنے والے کو اس کے گرنے کی آواز سنائی دی ہو۔ لیکن ڈائری کے پٹ کے پیچھے چلے جانے کی وجہ سے اسے نظر نہ آئی ہو۔

عمران نے ڈائری کھول کر پڑھنی شروع کر دی۔ اس پر ذاتی فون نمبر لکھے ہوئے تھے لیکن ان نمبروں کی تعداد بتا رہی تھی کہ یہ نمبر پاکیشیا کے کسی فون کے نہیں ہیں۔ لازماً یہ ایکریمیا کے فون نمبر ہیں۔ کیونکہ پاکیشیا میں ابھی تک سات نمبروں پر مشتمل فون تھے جبکہ ایکریمیا میں بارہ بارہ نمبروں

تک فون نمبر موجود تھے۔ کم سے کم دس تھے۔ عمران صفحے پلٹتا چلا گیا اور پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں رُک گئیں۔

وہاں سات نمبروں والا ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا اور اس کے گرد دائرہ بنا ہوا تھا اور نیچے باریک پنسل سے حرف آر لکھا ہوا تھا۔ عمران ڈائری کو آخر تک دیکھتا رہا۔ لیکن سوائے اس نمبر کے اور کوئی نمبر ایسے پاکیشیا کا نہ دکھائی دیا تو اس نے ایک طویل سانس لے کر ڈائری جیب میں ڈال لی۔

"کوئی خاص بات" صدیقی نے پوچھا۔

"نہیں ——— ایکریمیا کے فون نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ شاید لڑکیوں کے ہوں۔ اطمینان سے بیٹھ کر تلاش کروں گا۔" عمران نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔ اور صدیقی اور اس کے ساتھی مسکرا دیئے۔

عمران نے دفتر والے کمرے میں فون دیکھا تھا چنانچہ وہ تہہ خانے سے نکل کر سیدھا وہیں آ گیا۔ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور پھر ایکسچینج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ——— انکوائری پلیز" تھوڑی دیر تک گھنٹی بجتے رہنے کے بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"میں فیاض بول رہا ہوں، سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلیجنس" عمران نے فیاض کے لہجے میں بڑے رعب سے کہا اور صدیقی اور دوسرے ساتھی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"یس سر ——— حکم سر" دوسری طرف سے بولنے والے آپریٹر کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

"ایک نمبر نوٹ کرو اور مجھے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کا ہے اور اس کا پورا ایڈریس" عمران نے اسی طرح رعب دار لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ڈائری میں لکھا ہوا وہی نمبر لکھوا دیا۔ جس کے گرد دائرہ پڑا ہوا تھا۔

"ایک منٹ سر ——— میں چیک کر کے بتاتا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

"ہیلو سر" چند لمحوں بعد ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"یس" عمران نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا۔

"سر! یہ نمبر روشن جنگل ہیڈ کوارٹر کا ہے۔ مسٹر رشید عارفی آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کا آفس نمبر ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا تم یقین سے کہہ رہے ہو" عمران کے لہجے میں خود بخود حیرت اُمڈ آئی تھی۔

"یس سر" دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا۔

"او کے ——— تھینک یو۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اٹ از سیکرٹ" عمران نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا۔

"اوہ ——— نہیں سر! میں سمجھتا ہوں سر" آپریٹر نے جواب دیا۔ اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"تو کیا یہاں واقعی کوئی روشن جنگل ہے۔" چوہان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تم میری بات کو گپ سمجھ رہے تھے۔ میں نے غلط بات نہیں کی تھی۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیرونی طرف ——— کو بڑھ گیا۔ اور صدیقی اور اس کے ساتھی حیرت سے ایک دوسرے کے پیچھے

چل پڑے۔ ظاہر ہے انہیں عمران کی جنزل والی بات اور کوئلے کے جلتے ہوئے حصار والی بات پر کیا یقین آنا تھا لیکن اب روشن جنگل کا نام سن کر وہ سوچ رہے تھے کہ ہو سکتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہو۔

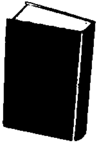

ڈان فلاچر صوفے پر بڑے اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا اور وہ رسالہ پڑھنے میں مگن تھا۔ لیکن کبھی کبھی وہ ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی پر وقت بھی دیکھ لیتا اور پھر رسالہ پڑھنا شروع کر دیتا۔

کافی دیر بعد اس نے پھر وقت دیکھا تو چونک کر اس نے رسالہ بند کر کے سامنے پڑی میز پر اچھال دیا اور میز پر پڑے ہوئے سپر فون کو اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے

"یس ——— رشید سپیکنگ"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"وُوڈ کنگ سپیکنگ ——— کیا رپورٹ ہے گولڈن رینج کی"۔ ڈان فلاچر نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"گولڈن رینج بالکل صحیح حالت میں ہے۔ میں ابھی وہیں سے آ رہا ہوں"۔ رشید کی آواز سنائی دی اور ڈان فلاچر کا چہرہ اس کی بات سن کر اس بُری طرح بگڑا جیسے اس نے رشید کی آواز کی بجائے کسی بدروح کی چیخ سن لی ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو ——— کیا تم نشے میں ہو"۔ ڈان فلاچر نے اس بار حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔ آپ خود آ کر دیکھ لیں"۔ رشید نے قدرے ناگوار لہجے میں کہا۔

"لیکن تم نے پہلے خود ہی تو رپورٹ دی تھی کہ وہاں بم کا دھماکہ ہوا تھا۔ ڈان فلاچر نے کہا۔

"جی ہاں ہوا تھا۔ بم پھینکنے والا نیلی کار میں تھا اور اس علی عمران نے فون پر اپنے چیف کو کہا تھا کہ شہر میں اس نیلی کار کو تلاش کیا جائے اس نے اس کی خاص نشانی بھی بتا دی تھی کہ اس کے عقبی شیشے میں افقی طور پر سرخ رنگ کی پٹی ہے۔ لیکن گولڈن رینج بالکل درست حالت میں ہے اور جناب اب تو باقی روشن جنگل کے درست ہونے کے بھی امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ سر نعمت علی بے حد خوش ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس بیماری کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے۔ اگر متاثرہ حصوں میں ڈائنامیٹ کے دھماکے کئے جائیں تو ڈائنامیٹ کے دھماکوں سے پیدا ہونے والی مخصوص لہروں سے یہ پراسرار بیماری دور ہو جائے گی۔ اور روشن جنگل صحت یاب ہو کر پہلے جیسی حالت میں آ جائے گا۔ سر نعمت علی نے اس کے انتظامات شروع کر دیئے ہیں۔ شاید کل سے یہاں ڈائنامیٹ کے دھماکے

شروع ہو جائیں۔ میرے خیال میں سر نعمت علی نے اس سلسلہ میں فوج کی خدمات حاصل کی ہیں" رشید نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور ڈی فلاچر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح تیزی سے پرواز کرتی جا رہی ہو۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگ گئی ہوں۔

"ہیلو ---- ہیلو ---- سر کیا آپ لائن پر ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے مزید رقم دیں گے۔" رشید نے کہا لیکن ڈان فلاچر نے اس کا جواب دینے کی بجائے میکانکی انداز میں کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"ہوں ---- تو اس کمینے پروفیسر مارٹن نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اس نے تو کہا تھا کہ بارود کی بو سے ڈی ڈکمیوریز کی طاقت ختم ہو جاتی ہے اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وی ڈی کا دنیا بھر میں کوئی علاج ممکن نہیں۔ پھر یہ سب کیسے ہو گیا۔ اوہ۔ میں نے اپنا اتنا بڑا گروپ بھی مروا دیا۔ اور لاکھوں روپے بھی خرچ کر دیئے۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا زیرو۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ میں اس کی بیٹی کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔ میں یہاں اپنی شکست کا انتقام اس کمینے پروفیسر اور اس کی بیٹی سے لوں گا۔ ٹھیک ہے اب روشن جنگل کو جلانا پڑے گا۔ اس گولڈن رینج کو میں جلا کر راکھ کر دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا یہ کیسے صحیح رہ سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے مجھے اپنے اور آدمی بلانے پڑیں گے۔ اور خرچ کرنا پڑے گا۔ لیکن میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ میں اس روشن جنگل اور گولڈن رینج سب کو تباہ کر کے جاؤں گا۔ اور اب میں اس سر نعمت علی اور اس علی عمران اور وہاں موجود سب آدمیوں کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ اب میں دیکھوں گا کہ یہ کیسے بچ کر جاتے ہیں۔" ڈان فلاچر نے انتہائی غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر

اس نے سپر فون اٹھایا اور اس کے نمبر ڈائل کرنے کے لئے انگلی آگے کی ہی تھی کہ پھر اسے واپس رکھ دیا۔

"نہیں ---- یہ کام میں اب اکیلا کروں گا۔ آدمی آنے میں بہت دن لگ جائیں گے اور پارٹی شاید اتنے دن انتظار نہ کرے۔ میں خود یہ کام کروں گا۔ کم از کم اس گولڈن رینج کو تو میں کل ہی آگ لگا دوں گا۔ اتنا تو میں خود کر سکتا ہوں۔" ڈان فلاچر نے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن پھر جس طرح وہ کھڑا ہوا تھا اسی طرح دوبارہ بیٹھ گیا۔

"نہیں ---- ابھی نہیں۔ وہ رشید بتا رہا ہے کہ کل وہاں فوج آئے گی۔ اور وہ لوگ بھی چوکنا ہوں گے۔ مجھے کچھ روز یہیں رہ کر انتظار کرنا ہو گا۔ جب وہاں حالات نارمل ہو جائیں گے۔ تب یہ کام ہو سکتا ہے۔ اچھا ہوا میں نے اس باربر کا خاتمہ کر کے اس کی لاش تہہ خانے میں ڈال دی۔ یہ لوگ بے حد تیز ہیں۔ مجھے اس کرایہ کی کار کی اس مخصوص نشانی کا تو خیال ہی نہیں آیا۔ بہرحال وہ چاہے کتنے بھی تیز ہوں وڈ کنگ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کبھی نہیں کر سکتے۔ لیکن مجھے پارٹی سے بات کر لینی چاہیے۔ ہاں ٹھیک ہے، پارٹی سے بات کر لینی چاہیے۔ تاکہ انہیں اطمینان رہے۔" ڈان فلاچر نے خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سپر فون اٹھا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگا۔

عمران نے کار سر نعمت علی کے دفتر کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ برآمدے میں موجود چپڑاسی اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"بڑے صاحب تو ابھی کوٹھی پر گئے ہیں جناب" چپڑاسی نے سلام کرتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ وہ چونکہ اُسے سر نعمت علی کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اب اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔

"یہ رشید عارفی صاحب کا دفتر کہاں ہے" عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"رشید صاحب کا ——— ادھر جناب بڑے صاحب کے ساتھ والا دفتر ہے۔ وہ ابھی اٹھ کر گھر گئے ہیں۔ بس ابھی نکلے ہیں جناب" چپڑاسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان کے گھر پہ فون ہے" عمران نے پوچھا۔

"گھر پر ——— نہیں جناب۔ یہاں صرف بڑے صاحب کی کوٹھی پر فون

ہے اور کسی کے گھر پر نہیں ہے" چپڑاسی نے جواب دیا۔

"رشید صاحب کا دفتر کھلا ہوا ہے۔ میں نے ایک فائل دیکھنی ہے" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یس سر ——— کھلا ہوا ہے۔ آیئے سر۔ آپ تو خود بڑے صاحب ہیں آپ کو کون روک سکتا ہے جناب" چپڑاسی نے کہا اور عمران مسکرا دیا۔

رشید کا دفتر کچھ زیادہ بڑا نہ تھا لیکن وہاں میز پر فائلوں کا ایک بڑا سا ڈھیر موجود تھا۔ دفتری میز کی سائیڈ پر بھی ایک ریک تھا جو فائلوں سے بھرا ہوا تھا۔ میز پر ایک فون بھی رکھا ہوا تھا۔ عمران نے اس پہ لگے ہوئے نمبروں کو جھک کر دیکھا۔ اس پر وہی نمبر موجود تھے جو اس غیر ملکی کی ڈائری میں درج تھے۔

"تم باہر ٹھہرو" عمران نے چپڑاسی سے کہا اور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ عمران کے ذہن میں سب سے بڑی خلش یہی تھی کہ اس نے اب تک جتنے فون کئے ہیں وہ سر نعمت علی کے اس فون سے کئے ہیں جو ڈائریکٹ ہے۔ تو پھر انہیں کیسے سن لیا گیا۔

رشید کا نام سامنے آتے ہی عمران یہ تو سمجھ گیا تھا کہ مجرموں کو مخبری کرنے والا رشید ہی ہے اور جس طرح پہلے شان کالونی والی کوٹھی خالی کر دی گئی اور جس طرح ارباب کالونی کی کوٹھی بھی خالی کر دی گئی۔ اور وہاں اس آدمی کو بھی مار دیا گیا جو یہاں آکر بم پھینک گیا تھا اور پھر جس طرح مجرموں کو بروقت پتہ چل گیا تھا کہ پتھری کوئلے اور پام آئل کے ذریعے وہ ٹی ڈبلیو ریز پیدا کر کے ماہران ریز کی طاقت ختم کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے جس

طرح اس کا فوری مداوا کرتے ہوئے وہاں بم فائر کر دیا۔ تاکہ بارود کی بُو سے ٹی ڈبلیو ریز کی کارکردگی ختم ہو جائے۔ یہ ساری باتیں بتا رہی تھیں کہ وہ بلیک زیرو سے جو جو باتیں کرتا رہا ہے وہ باقاعدہ مجرموں تک پہنچتی رہی ہیں۔ اور یہ بات ویسے بھی اس کے نقطۂ نظر سے انتہائی خطرناک تھی کیونکہ بعض اوقات سر نعمت علی کی عدم موجودگی میں بلیک زیرو سے اس کے اصل نام سے بات کرتا رہا تھا۔ اس طرح تو ایکسٹو کا راز بھی کھل سکتا تھا۔

چپڑاسی کے باہر جاتے ہی اس نے میز پر پڑے ہوئے فون کو اٹھا کر اس کے عقبی حصے کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر وہ نیچے موجود ایک چھوٹے سے بٹن کو دیکھ کر چونک پڑا۔ بٹن فون کے نیچے اس طرح لگایا گیا تھا کہ جب تک فون کو اٹھا کر نیچے سے نہ دیکھا جاتا وہ نظر نہ آسکتا تھا۔ اور چونکہ میز کی سطح اور فون کا نچلا حصہ ہموار تھا۔ اس لئے ظاہر ہے، فون جب میز پر رکھا جاتا تو بٹن خود بخود پریس ہو جاتا تھا۔ اور جب اسے اٹھایا جاتا یا آدھا میز کے اوپر اور آدھا خلا میں کیا جاتا تو بٹن باہر آجاتا۔

عمران نے فون میز پر واپس رکھا اور فون کی دیوار کی طرف جاتی ہوئی تار کو پکڑ کر اسے چیک کرتا ہوا اس کے کنکشن تک پہنچ گیا۔ وہاں دیوار کے ساتھ اس کی آپریٹنگ ڈبی فٹ تھی۔

عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا اور اس کی نوک سے ڈبی کے اوپر لگا ہوا پیچ کھول دیا۔ ڈبی کا ڈھکن ہٹاتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ اب سب کچھ سامنے آگیا تھا۔ رشید نے واقعی انتہائی ذہانت سے کام لیا تھا۔ سر نعمت علی کے فون کی آپریٹنگ ڈبی بھی

یقیناً اس دیوار کی دوسری طرف فکس تھی۔ کیونکہ ان کے دفتر اور رشید کے دفتر کی دیوار ایک ہی تھی۔ اور رشید نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا کنکشن اپنے فون سے اس طرح جوڑ دیا تھا کہ ایک لحاظ سے یہ فون سر نعمت علی کے فون کی ایکسٹینشن سی بن گئی تھی۔ اور پھر جو بات وہاں ہوتی وہ اطمینان سے اپنے دفتر میں بیٹھ کر اسے سنتا رہتا۔

چونکہ یہ باقاعدہ ایکسٹینشن نہ تھی۔ اس لئے عمران کو کبھی وہ مخصوص کلک کی آواز سنائی نہ دی تھی جو ایکسٹینشن کا ریسیور اٹھانے سے سنائی دیتی ہے۔

عمران نے ڈبی کا ڈھکن لگا کر دوبارہ اس کا پیچ لگا دیا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ چپڑاسی باہر موجود تھا۔

"فائل مل گئی سر" اس نے عمران کو دیکھتے ہی چونک کر پوچھا۔

"نہیں ——— آؤ میرے ساتھ۔ میں سر نعمت علی سے ملنا چاہتا ہوں" عمران نے چپڑاسی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

اس نے چپڑاسی کو اس لئے ساتھ لے لیا تھا کہ کہیں وہ سر نعمت علی کی طرف جائے اور چپڑاسی ساری بات رشید کو بتا دے اور وہ فرار ہو جائے یا خودکشی کر لے۔ سر نعمت علی کے پاس وہ اس لئے جا رہا تھا کہ وہ رشید سے پوچھ گچھ سر نعمت علی کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔

"جاؤ۔ سر نعمت علی کو اطلاع دو کہ علی عمران باہر موجود ہے اور آپ کو باہر بلا رہا ہے" عمران نے گیٹ پر رکتے ہوئے کہا۔

"جناب آپ اندر چلے جائیں" چپڑاسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو اور سنو سر نعمت علی کو ساتھ لے کر آنا سمجھے۔ جاؤ۔" عمران نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا اور چپڑاسی سہم کر تیزی سے مڑا اور کوٹھی کے اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد سر نعمت علی بوکھلائے ہوئے انداز میں گیٹ سے باہر آتے دکھائی دیئے۔

"اوہ ——— عمران بیٹے! تم باہر کیوں رک گئے۔ آجاؤ بیٹے خیریت ہے۔" سر نعمت علی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں۔ یہاں سب خیریت ہے اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔ ذرا میرے ساتھ اپنے آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی رشید کے گھر چلیئے میں نے اس کی خیریت معلوم کرنی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی رشید ——— تم رشید عارفی کی بات کر رہے ہو۔ اسے یہیں بلوا لیتے ہیں۔ بات کیا ہے۔" سر نعمت علی اور زیادہ بوکھلا گئے۔

"آپ چلیئے تو سہی۔ کبھی کبھی بڑے افسروں کو بھی اپنے ماتحتوں کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ان کے گھر چلا جانا چاہیئے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ضرور کوئی چکر ہے۔ تم پہلے مجھے بتاؤ ورنہ میرا ذہن گھومتا رہے گا۔" سر نعمت علی نے کہا۔

"کوئی ایسی بات نہیں آپ چلیں تو سہی۔ پلیز وقت مت ضائع کریں۔ چلو مسٹر ذرا ہمیں رشید صاحب کے گھر تک لے چلو۔" عمران

نے سر نعمت علی کے پیچھے کھڑے ہوئے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں ——— میں جانتا ہوں اس کا گھر۔ آؤ۔" سر نعمت علی نے چپڑاسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔

"تمہارا گھر بھی وہیں ہے کیا۔" عمران نے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں جناب! وہ اے بلاک میں رہتے ہیں اور میں ڈی بلاک میں رہتا ہوں۔" چپڑاسی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تو تم نے بھی تو وہیں جانا ہوگا۔ آؤ ہمارے ساتھ۔" عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سر نعمت علی نے اس بار کوئی بات نہ کی۔ البتہ ان کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمایاں تھے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تینوں ہی کچھ دور واقع ایک رہائشی کالونی میں پہنچ گئے

"اب تم جا سکتے ہو۔" عمران نے ایک کوٹھی کے سامنے اے بلاک کا بورڈ دیکھتے ہی مڑ کر چپڑاسی سے کہا۔ اور چپڑاسی سلام کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"چکر کیا ہے۔ تم اتنے پُراسرار کیوں بن رہے ہو۔" سر نعمت علی سے نہ رہا گیا تو وہ پھٹ سے پڑے۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ چپڑاسی مجھ سے پہلے جا کر رشید صاحب کی خیریت پوچھ لے اور اس طرح خیریت پوچھنے کا ثواب میری بجائے یہ لے جائے۔ ویسے اس رشید کے کتنے بچے ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بچے ـــــ اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ملازم ہوا ہے۔ چار پانچ سال ہوئے ہوں گے۔" سر نعمت علی نے کہا اور عمران نے اس طرح سر ہلا دیا جیسے رشید کے شادی شدہ نہ ہونے کا سن کر اُسے خاصا اطمینان ہوا ہو۔

اس دوران سر نعمت علی ایک کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر رُک گئے۔ یہ خاصی چھوٹی اور سرکاری ٹائپ کی کوٹھیاں تھیں۔ ایک جیسے پھاٹک ایک جیسا رقبہ اور ایک جیسا ڈیزائن۔ ستون پر رشید عارفی کا نام اور عہدہ بھی لکھا ہوا تھا۔ پھاٹک بند تھا۔

سر نعمت علی نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اندر کہیں بزر بجنے کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان نے باہر جھانکا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بوکھلا کر باہر نکل آیا۔ اس کے جسم پر گھریلو لباس تھا۔

"آپ صاحب ـــــ آپ اور یہاں" نوجوان نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں سامنے کھڑے سر نعمت علی کو اور پھر عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران کو دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"عمران صاحب تم سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔" سر نعمت علی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"میں پھاٹک کھولتا ہوں جناب ـــــ آپ نے مجھے وہیں بلوا لیا ہوتا۔" رشید نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں رشید صاحب! پھاٹک کھولنے کی ضرورت نہیں ہے ہم اس کھڑکی سے بھی گزر سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد تمہیں تکلیف دینا نہیں ہے"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رشید کے پیچھے ہی کھڑکی کراس کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ مجبوراً سر نعمت علی کو بھی ان کی پیروی کرنا پڑی۔

"جناب تکلیف کیسی ـــــ بڑے صاحب کی آمد تو میرے لئے اعزاز ہے۔" رشید نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران کے نرم لہجے نے شاید اس کے سارے خدشات دور کر دیئے تھے اور اب اس کا چہرہ نارمل ہو گیا تھا۔

رشید انہیں ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

"آپ تشریف رکھیں میں چائے لے آتا ہوں۔ میں نے ابھی کھانا کھا کر بنائی ہے۔" رشید نے کہا۔

"کھانا کھا کر چائے بنائی جائے تو وہ ضرورت سے زیادہ صحت مند ہو جاتی ہے اور اتنی صحت مند چائے پینے کا فی الحال موڈ نہیں ہے۔ یہاں میرے سامنے اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور میرے چند سوالات کا جواب دے دو۔" عمران نے فقرے کا پہلا حصہ تو مسکراتے ہوئے کہا مگر آخر میں اس کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا۔

"جی فرمایئے۔" رشید نے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

سر نعمت علی عمران کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ لیکن ان کے چہرے پر ابھی تک شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

"آپ نے کتنی تعلیم حاصل کی ہوئی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"تعلیم ـــــ میں نے بی اے کیا ہوا ہے۔" رشید نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یہاں آنے سے پہلے کہیں اور بھی سروس کی ہے۔" عمران نے

پوچھا۔

"جی ہاں، ایک سال تک میں نے نیشنل ٹیلیفون انڈسٹریز میں بھی کام کیا ہے۔ پھر یہاں بہتر موقع ملنے کی وجہ سے اُسے چھوڑ کر یہاں آ گیا ہوں۔" رشید نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— اب بتاؤ کہ ڈان فلاچر سے تم نے کتنی رقم حاصل کی ہے۔" عمران نے کہا تو سر نعمت علی بے اختیار اچھل پڑے

"کیا ——— کیا مطلب۔" سر نعمت علی نے بے اختیار ہو کر کہا۔

"آپ خاموش رہیں پلیز ——— ہاں تو رشید تم نے جواب نہیں دیا۔" عمران نے رشید سے مخاطب ہو کر کہا۔ جو بار بار منہ کھول رہا تھا۔ لیکن اس کے حلق سے شاید آواز نہ نکل رہی تھی۔

"مم ——— مم ——— میں نے رقم ڈان فلاچر سے ——— یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میرا ڈان فلاچر سے کیا تعلق۔ وہ تو بڑے صاحب کے مہمان تھے۔" رشید نے اٹک اٹک کر کہا۔

"سُنو! میں غداروں کو معاف نہیں کیا کرتا۔ سمجھے۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے تمہارے دفتر کی تلاشی لی ہے اور تم نے سر نعمت علی کے ڈائریکٹ فون کے ساتھ جس طرح رابطہ ملایا ہوا ہے اور اپنے فون کے نیچے بٹن لگایا ہے۔ وہ سب میں دیکھ چکا ہوں۔ اس لئے میں نے تم سے تعلیم اور سابقہ سروس کی بات کی تھی۔ کیونکہ اس طرح کا ماہرانہ کام عام آدمی نہیں کر سکتا۔ اور اب تمہارے بتانے پر میں سمجھ گیا ہوں کہ تم نے چونکہ ٹیلیفون انڈسٹریز میں ملازمت کی ہے اس لئے تم نے وہاں سے یہ گر سیکھ لیا ہوگا۔ اور آخری بات یہ کہ ڈان فلاچر سے ہونے والی گفتگو

میں نے خود اپنے کانوں سے سُنی ہے۔ اس لئے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اگر تم اپنی زندگی بچانا چاہتے ہو تو سب کچھ صاف صاف بتا دو ورنہ مجھے مجبوراً ایک چھٹانک سیسہ تمہارے سینے میں اتارنا پڑے گا۔" عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ایک بھاری ریوالور چمکنے لگا۔ جو اس نے اس دوران جیب سے نکال لیا تھا۔

"مم۔ مم۔ مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے غداری نہیں کی۔ میں نے اس وُڈ کنگ کو کوئی سرکاری راز نہیں بتایا۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں لالچ میں اندھا ہو گیا تھا۔" رشید نے یکلخت دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ اس کا چہرہ پسینے میں بھیگ گیا تھا اور سر نعمت علی کا منہ اس طرح کھُلا ہوا تھا جیسے وہ بولنے کے دوران اچانک پتھر کا مجسمہ بن گئے ہوں۔ شدید ترین حیرت کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے تم نے کوئی سرکاری راز تو نہیں بتایا۔ صرف ہماری کارکردگی کی خبریں دیتے رہے ہو۔ اب بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے تمہارے پاس کہ سچ سچ بتا دو۔" عمران نے اسی طرح غراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں نے اس سے پچاس ہزار روپے لئے تھے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اس کو اس کے مطلب کی معلومات مہیا کرتا رہوں تو وہ مجھے آخر میں دو لاکھ روپے اور ادا کرے گا۔ اس نے مجھ سے جنگل کے مختلف راستوں، سیکٹرز میں ہونے والی گشت وغیرہ کے متعلق معلومات وقتاً فوقتاً حاصل کیں۔ پھر جنگل کی تباہی کی رپورٹیں لیتا رہا اور پھر گولڈن رینج کی تباہی کے وقت آپ آ گئے۔" رشید نے بولنا شروع کیا اور پھر

اس نے تفصیل سے ڈان فلاچر کے ساتھ ہونے والی آخری گفتگو کی تفصیل بھی بتا دی۔

"تمہیں اس نے ضرورت پڑنے پر کال کرنے کے لئے فون نمبر دیا تھا" عمران نے پوچھا۔

"اس نے کوئی نمبر نہیں دیا تھا وہ خود فون کرتا تھا۔ میں نے اسے کبھی فون نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے اس کے کسی نمبر کا بھی علم نہ تھا اور نہ ہی یہاں سے جانے کے بعد میں اس سے کبھی ملا ہوں" رشید نے جواب دیا اور عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ ڈان فلاچر یا ڈڈ کنگ بہرحال انتہائی محتاط قسم کا آدمی تھا۔

"تم نے اسے ڈڈ کنگ کہا ہے۔ کیا یہ نام اس نے خود بتایا تھا" عمران نے ایک لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"ہاں ــــ وہ ٹیلیفون پر اکثر اسی نام سے بات کرتا تھا" رشید نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ اس کے کسی اور آدمی کو جانتے ہو" عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ اب تک کی بات چیت اس کے نقطہ نظر سے بالکل بیکار تھی۔ کیونکہ اس سے ڈان فلاچر کی نشاندہی نہ ہو رہی تھی۔

"نہیں وہ خود ہی بات کرتا تھا۔ اس کا کوئی آدمی کبھی مجھ سے نہیں ملا" رشید نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اس سے رقم لینے کے بعد سر نعمت علی کا فون چیک کرنا شروع کیا تھا یا پہلے سے ایسا کر رہے تھے" عمران نے پوچھا۔

"اس کے بعد۔ ظاہر ہے پہلے مجھے اس کی ضرورت ہی نہ تھی"

رشید نے جواب دیا۔

"تم سے یہاں رہتے ہوئے وہ کتنی بار ملا تھا" عمران نے پوچھا۔

"ہر روز ملتا تھا۔ اکثر یہاں وہ میری کوٹھی پر آجاتا تھا۔ مجھے دراصل شارپنگ سیکھنے کا بہت شوق تھا اور اس نے ایک بار ویسے ہی باتوں میں بتایا تھا کہ وہ بہت اچھا شارپر ہے۔ اس پر میں نے اس کی منت کی کہ مجھے شارپنگ سکھائے چنانچہ وہ یہاں اگر مجھے شارپنگ سکھاتا اور پھر اس نے مجھے یہ آفر کی" رشید نے جواب دیا اور عمران چونک پڑا۔

"اس نے تمہیں کتنی شارپنگ سکھائی ہے۔ کیا ایم بی ایس سیٹنگ اس نے سکھائی تھی" عمران نے پوچھا۔

"ایم بی ایس سیٹنگ ــــ کیا مطلب میں سمجھا نہیں" رشید نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اس میں تین تین پتے ہر کھلاڑی تک پہنچا دیئے جاتے ہیں جن پر وہ اپنی ساری جائیداد تک لگانے پر تیار ہو جاتے ہیں لیکن جب شو ہوتی ہے تو شارپر کے پاس ان سے بھی بڑے تین پتے نکل آتے ہیں" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ہاں۔ اس نے مجھے یہی گیم سکھانے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال ابھی میں پوری طرح تو نہیں سیکھ سکا لیکن..." رشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب میری بات غور سے سنو اور سوچ کر جواب دینا۔ کیا اس گیم کی فرمائش تم نے کی تھی یا اس نے خود ہی تمہیں سکھانا شروع کر دی تھی" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ــــ اس نے خود ہی سکھانا شروع کر دی تھی۔ اس نے کہا

تھا کہ یہ کنگ شارینگ ہے۔ اس گیم کا ماہر پوری دنیا کی دولت کا مالک بن سکتا ہے۔" رشید نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ چلیں سر نعمت علی۔" عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے سر نعمت علی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ مگر....." سر نعمت علی جو اس دوران کسی مجسمے کی طرح خاموش بیٹھے ہوئے تھے نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ مگر سے ان کا اشارہ رشید کی طرف تھا۔

"رشید صاحب کو تو بہرحال مرنا ہی پڑے گا۔ انہوں نے نہ صرف روشن جنگل کی تباہی میں معاونت کی ہے بلکہ گولڈن رینج کو تباہی سے بچانے کی کارروائی کو بھی ان کی وجہ سے ناکام ہونے کا خدشہ درپیش ہو گیا تھا۔ یہ قومی نقصان ہے اور سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ یہ سیکرٹ سروس کے ایسے راز سے واقف ہو گئے ہیں جس سے اگر آپ بھی واقف ہو جاتے تو آپ کی سزا بھی موت ہوتی۔" عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"مم —— مم۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔" رشید نے جو اب کھڑا ہو چکا تھا گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"نہیں —— تمہارا جرم ناقابل معافی ہے۔ میں پولیس کو کال کرتا ہوں۔" سر نعمت علی نے کرخت لہجے میں کہا۔

"قومی مجرموں کے لئے پولیس نہیں بلائی جاتی سر نعمت علی، حضرت عزرائیل کو کال کیا جاتا ہے۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔

ریوالور کے زوردار دھماکے کے ساتھ ہی رشید کے حلق سے

بھیانک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پشت کے بل صوفے پر گرا۔ اور پھر صوفے سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ اور پھر وہ صرف چند لمحے تڑپ سکا۔ اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ ظاہر ہے براہ راست دل کے اندر گھس جانے والی گولی اسے زیادہ دیر تڑپنے کی مہلت کیسے دے سکتی تھی۔

"کک —— کک۔ کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔ اوہ۔ یہ کیا کیا تم نے اتنا بڑا جرم۔ اوہ۔" سر نعمت علی خوف اور گھبراہٹ کے مارے تقریباً ناچ سے گئے اور عمران ہنس پڑا۔

"یہ جرم نہیں ہے سر نعمت علی، قومی مفاد میں کارروائی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے سامنے اس کی فرد جرم پڑھ کر سنائی تھی۔ آئیے میرے ساتھ۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ اور ریوالور جیب میں ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"مم —— مم۔ مگر اس کی لاش —— اوہ۔ اب کیا ہو گا۔ میں تو اس قتل کا چشم دید گواہ بن چکا ہوں۔ تت۔ تت۔ تم پھانسی لگ جاؤ گے۔ اوہ۔ یہ کیا ہو گیا۔" سر نعمت علی کی حالت واقعی پتلی ہو رہی تھی۔

"آپ آئیے تو سہی۔ میں آپ سے یہ نہیں کہوں گا کہ آپ گواہی نہ دیں لیکن یہاں گواہی کی نوبت ہی نہ آئے گی۔" عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی طرف چل پڑا۔ سر نعمت علی بھی ہونٹ چباتے ہوئے اس کے پیچھے آ گئے۔

عمران سیدھا ہیڈ کوارٹر میں آیا اور پھر اس نے رشید کا کمرہ کھلوا کر سر نعمت علی کو وہ کنکشن دکھایا جس سے رشید ان کے ڈائریکٹ فون کی کالیں سنتا تھا۔ اور پھر وہ اس کنکشن کو ختم کرنے لگا۔

" ارے۔ ارے رک جاؤ۔ یہ تو تمہارے دفاع میں کام آئے گا۔ اس طرح عدالت میں ثابت ہو سکے گا کہ رشید واقعی غداری کر رہا تھا۔ سر نعمت علی نے عمران کو اس کنکشن کو توڑتے دیکھ کر بے اختیار ہو کر کہا لیکن عمران نے اطمینان سے وہ کنکشن ختم کیا اور پھر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

" آئیے اب اطمینان سے پولیس کو فون کر لیں۔" عمران نے ان کے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

" تو تم خود اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرو گے۔ اوہ خدایا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کٹھن فرض میں کیسے ادا کروں گا۔ عمران بیٹے! تم نے اسے مار کر غلطی کی ہے۔ یہ حق قانون کو حاصل ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دے۔ تم اُسے پولیس کے حوالے کر سکتے تھے۔" سر نعمت علی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" تاکہ پولیس کے ذریعے وہ راز جس سے ابھی صرف رشید واقف تھا پوری دنیا واقف ہو جاتی۔ آپ کا یہی مطلب تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آگے بڑھ کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

" ایکسٹو۔" رابطہ قائم ہوتے ہی بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

" عمران بول رہا ہوں جناب ——— روشن جنگل سے میں نے مجرم کا کھوج نکال لیا ہے۔ وہ مخبری کرنے والا سر نعمت علی کا آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی رشید عارفی تھا۔ اس نے سر نعمت علی کے ڈائریکٹ فون کا کنکشن خفیہ طور پر اپنے فون سے ملا رکھا تھا۔ اس لئے آپ کے ساتھ ہونے

والی تمام گفتگو وہ مجرم تک پہنچا دیتا تھا۔ چونکہ اس طرح وہ سیکرٹ سروس کے راز سے واقف ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے گولی مار دی ہے لیکن سر نعمت علی کا خیال ہے کہ میں نے کوئی جرم کیا ہے۔" عمران نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

" سر نعمت علی کہاں ہیں۔" ایکسٹو نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا۔

" میرے پاس موجود ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

" رسیور انہیں دو۔" ایکسٹو نے کہا۔ اور عمران نے رسیور سر نعمت علی کی طرف بڑھا دیا۔

" یس سر ——— میں نعمت علی بول رہا ہوں۔" سر نعمت علی نے رسیور لیتے ہی مودبانہ لہجے میں کہا۔

" سر نعمت علی! اگر سیکرٹ سروس کے کسی ایسے راز سے ملک کا صدر بھی واقف ہو جائے جس سے اسے نہ ہونا چاہیئے تو یہ میرے اختیار میں ہے کہ میں اُسے خود گولیوں سے اڑا دوں۔ آپ کے اس آفیسر کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور اگر میں چاہوں تو آپ کی بھی باقی ساری عمر جیل میں سڑتے گزر سکتی ہے کہ وہ آفیسر آپ کے ماتحت تھا اور آپ اس کی سرگرمیوں سے لاعلم تھے۔ یہ آپ کے لحاظ سے انتہائی غیر فرض شناسی کا مظاہرہ ہے۔ اور میرے نزدیک یہ غیر فرض شناسی کی کم سے کم سزا ہے لیکن آپ چونکہ کبھی ایسے معاملات سے متعلق نہیں رہے اس لئے میں صرف آپ کو وارننگ دے رہا ہوں۔ آئندہ اگر آپ کی ایسی غیر فرض شناسی میرے نوٹس میں آئی تو آپ کو بھی گولی کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔" ایکسٹو کا لہجہ اس قدر سخت تھا کہ سر نعمت علی جیسے آدمی کا جسم بھی بے اختیار کانپنے لگا۔

"شش —— شش۔ شکریہ جناب!" سر نعمت علی کے منہ سے بڑی مشکل سے یہ الفاظ نکلے اور عمران نے ان کے کانپتے ہوئے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔

سر نعمت علی نے بے اختیار جیب سے رومال نکالا اور چہرے پر آ جانے والا پسینہ پونچھنے لگے۔

"عمران بول رہا ہوں جناب۔ آپ سر رحمٰن کو کہہ دیں کہ فیاض کو بھیج کر رشید کی لاش یہاں سے اٹھوا لے۔ مخبری وغیرہ کا کیس ہے وہ خود باقی کارروائی کرتے رہیں گے" عمران نے کہا۔

"مجھے ہدایات دینے کی کوشش مت کیا کرو۔ میں نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں" دوسری طرف سے ایکسٹو نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"اوہ۔ بہت سخت آفیسر ہیں یہ" سر نعمت علی نے عمران کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھتے ہوئے قدرے مسکرا کر کہا۔

"پتھر ہیں پتھر —— ذرا سی غلطی ہوئی نہیں اور حضرت عزرائیل حاضر مجھے تو خوشی ہے کہ آپ کو صرف وارننگ ملی ہے ورنہ نجانے کیا ہوجاتا بہرحال اب انٹیلیجنس والے آ کر خود ہی رشید کی لاش لے جائیں گے۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ روشن جنگل کی صحت یابی کے لئے اپنا پروگرام جاری رکھیئے۔ میں نے اس ڈان فلاچہ کو ٹریس کرنا ہے" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈان فلاچہ اب پوری طرح مطمئن ہو چکا تھا۔ اس نے پارٹی سے بات بھی کر لی تھی اور گولڈن رینج کو جلا کر راکھ کر دینے کی پوری پلاننگ بھی کر لی تھی۔ اور اسے مکمل یقین تھا کہ اس بار اس کی پلاننگ کسی طور بھی فیل نہ ہو سکے گی۔ وہ چونکہ جنگلات کو تباہ کرنے اور انہیں جلانے کا کام عرصہ دراز سے کرتا چلا آ رہا تھا۔ اس لئے اسے اس کام کا خاصا تجربہ تھا۔ روشن جنگل میں تو اس نے پہلی بار دی ڈی کو آزمایا تھا۔ لیکن وی ڈی جو پہلے انتہائی کامیاب جا رہا تھا۔ اب اچانک مکمل طور پر ناکام ہو گیا تھا۔ اور رشید کے مطابق اس ساری ناکامی کی ذمہ داری علی عمران پر جاتی تھی۔

وہی علی عمران جو صحافی بن کر اس سے انٹرویو لینے آیا تھا اور پھر سر نعمت علی کی قیام گاہ پر بھی اس سے ملاقات ہوئی تھی جو یہاں کی سنٹرل انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا تھا۔ اور اس وقت تو اس نے اُسے مسخرہ اور احمق سا نوجوان سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا لیکن اب اسے احساس

ہو گیا تھا کہ یہ بظاہر احمق اور مسخرہ سا نظر آنے والا نوجوان انتہائی شاطر ذہن کا آدمی ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ گولڈن رینج کی تباہی کے بعد وہ اس وقت تک ایکریمیا واپس نہیں جائے گا جب تک اس علی عمران کا جسم گولیوں سے چھلنی نہ کر لے گا۔

ایک بار تو اُسے خیال آیا تھا کہ وہ گولڈن رینج کی تباہی سے پہلے اس کا خاتمہ کر دے کیونکہ اس کی پلاننگ کے مطابق حالات نارمل ہونے میں کم از کم ایک ہفتہ دیر تھی۔ اور یہ ایک ہفتہ اس نے بیکار بیٹھ کر گزارنا تھا لیکن پھر اس نے اپنی محتاط طبیعت کے پیش نظر یہ ارادہ بدل دیا۔

وہ سب سے پہلے اپنا مشن مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس مشن میں کام آنے والے سامان کی فہرست مکمل کر لی تھی۔ اور چونکہ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود ہی اس مشن کو مکمل کرے گا۔ اس لئے اس نے یہاں کی مقامی زیر زمین دنیا سے اس معاملے میں تعاون حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

روشن جنگل کی اسے فکر نہ تھی کیونکہ وہاں اس کا آدمی رشید موجود تھا۔ جسے مزید رقم دے کر اس کام پر آمادہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ دس ایسے افراد کا چناؤ تھا جو اس کام میں اس کی معاونت کرتے۔ خود اس نے اپنی طبیعت کے مطابق سامنے نہ آنا تھا اور اس وقت وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ مقامی آدمیوں کا تعاون کیسے حاصل کیا جائے۔ وہ یہ کام اس طرح کرنا چاہتا تھا کہ کسی طرح بھی وہ خود سامنے نہ آئے۔

کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ میک اپ میں پہلے

یسے گروپس کا خود جائزہ لے گا اور پھر کسی مناسب آدمی سے رابطہ قائم کرے گا۔

وہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اُٹھا اور ملحقہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مقامی میک اپ کیا۔ لباس بدلا اور پھر اس نے الماری یں رکھا ہوا اپنا بریف کیس کھولا تاکہ مقامی کرنسی کی خاصی بڑی مقدار اپنی یبوں میں رکھ لے۔ ہو سکتا ہے کہ فوری طور پر کوئی بات بن جائے تو وہ م دے کر معاملہ پکا کر لے۔

لیکن بریف کیس کھولتے ہی اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ بریف کیس ں کرنسی نوٹوں کی گڈیوں کی صرف ایک تہہ موجود تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ قم دس لاکھ ہو گی اور اس وقت اسے خیال آیا کہ وہ خاصی بڑی رقم تو ائی کیسنو میں ہار چکا ہے۔ اس وقت اسے اس کی زیادہ فکر نہ تھی کیونکہ ریجر تنظیم کے آدمیوں کے ساتھ پاکیشیا پہنچنے والا تھا۔ اور ظاہر ہے پلاننگ ے مطابق وہ خاصی بڑی رقم ساتھ لے آتا اور وہ لے بھی آیا تھا۔

ڈان خلاجران سے پہلے یہاں اس لئے آ گیا تھا۔ تاکہ تنظیم کے آدمیوں ر اپنے لئے مناسب کوٹھیاں اور کاریں حاصل کر سکے۔ اور یہاں آ کر ں نے سب سے پہلے یہی کام کیا تھا۔ کہ اپنے لئے مختلف کالونیوں میں ی کوٹھیاں اور گروپ کے لئے مختلف چھوٹی بڑی کالونیوں میں چھ کوٹھیاں نی ناموں سے کرایہ پر حاصل کی تھیں۔ اور روی ڈی چارجنگ مشین کے ے اس نے علیحدہ کوٹھی کرایہ پر حاصل کی تھی جس میں تہہ خانہ بھی موجود ا چونکہ یہ ساری کوٹھیاں اس نے فرضی ناموں پر حاصل کی تھیں اس ے اسے ضمانت کے طور پر ان پر خاصی بھاری رقم خرچ کرنا پڑی تھی

اور رقم خرچ کرنے کے بعد جب بارجہ اور گروپ کی آمد میں کئی دن باقی تھے۔ چنانچہ اس نے دارالحکومت سے فلاں کیسنو میں منتقل ہونے اور وہاں سے بھاری رقم حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اور کیسنو میں وہ خاصی بڑی رقم جیت بھی گیا تھا لیکن پھر اس علی عمران کے ساتھ آنے والے اس دیو قامت حبشی نے نہ صرف اس سے جیتی ہوئی ساری رقم واپس جیت لی تھی بلکہ اس کے اپنے پاس موجود رقم کا بھی بیشتر حصہ وہ جیت کرلے گیا تھا۔

والن فلاچر نے دو چار روز مزید وہاں رہ کر اپنی ہاری ہوئی ساری رقم واپس حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن پھر بارجہ اور اس کا گروپ دارالحکومت پہنچ گیا۔ اور وہ سب کچھ بھول بھال کر روشن جنگل کی تباہی کے مشن میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اب ایک بار پھر اسے کافی رقم کی ضرورت تھی۔ اور اگر وہ ایکریمیا سے رقم منگواتا تو اس طرح اس کے اپنے سامنے آنے کا خطرہ تھا۔ جو وہ کسی صورت بھی مول نہ لینا چاہتا تھا۔

چنانچہ اب اس نے بریف کیس دیکھتے ہی فوراً فیصلہ کر لیا کہ پہلے اسے بھاری رقم حاصل کرنے کے لئے یہاں کے جوئے خانوں یا پھر کیسنو میں جانا چاہیئے۔ کیونکہ اتنا بہرحال وہ جانتا تھا کہ مقامی آدمیوں کی خدمات حاصل کرنے اور گولڈن رینج کو جلانے کے لئے اسے خاصے مہنگے سامان کی ضرورت تھی۔ رقم حاصل کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ شارپنگ کا ماہر تھا اور کسی بھی جوئے خانے سے وہ ایک ہی رات میں بھاری رقم جیت سکتا تھا۔ ایک بار تو اس نے کیسنو جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہاں کا ماحول اسے بے حد پسند تھا لیکن پھر ایک خیال آتے ہی

اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ وہاں علی عمران سے اس کی ملاقات ہو چکی تھی اور وہ احتیاطاً دوبارہ اس جگہ کا رخ نہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے دارالحکومت کے کسی بڑے جوئے خانے کا رخ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح اس کے دونوں کام ہو سکتے تھے۔ بھاری رقم بھی حاصل ہو سکتی تھی اور مقامی آدمیوں کو بھی چیک کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسے جوئے خانوں میں مجرم گروپوں کے افراد اور سرغنوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم وہ وہاں سے اس بارے میں معلومات تو حاصل کر ہی سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے بریف کیس میں موجود نوٹوں کی کئی گڈیاں اٹھا کر کوٹ کی جیبوں میں ڈالیں اور پھر ڈریسنگ روم سے باہر نکل آیا۔ ایک نظر کمرے پر ڈال کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت کوٹھی کے تہہ خانے میں موجود تھا۔

یہ چھوٹی سی کوٹھی ان تین کوٹھیوں میں سے ایک تھی جو اس نے اپنے لئے حاصل کی تھیں۔ اور بارجہ کو قتل کرنے کے بعد وہ یہاں شفٹ ہو گیا تھا اور احتیاط کے پیش نظر اس لے کرائے کی کار بھی وہیں بارجہ والی کوٹھی میں ہی چھوڑ دی تھی اور رشید سے جب اسے معلوم ہوا کہ اس کار کی نشاندہی ہو چکی ہے تو اس نے دل ہی دل میں اپنی احتیاط پسندی کو بے حد داد دی تھی۔ کوٹھی کے چھوٹے گیٹ سے باہر نکل کر اس نے اسے بند کر کے تالا لگایا اور پھر پیدل آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جاتے ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"جی صاحب —— کہاں چلنا ہے؟" ٹیکسی ڈرائیور نے اس کے

بیٹھتے ہی میٹر ڈاؤن کرتے ہوئے پوچھا۔

" کسی بڑے جوئے خانے میں لے چلو جہاں بھاری رقم کا جوا کھیلا جاتا ہو" ڈان فلاچر نے مقامی زبان میں کہا۔

" جوئے خانے میں" ڈرائیور نے چونک کر ڈان فلاچر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" ارے اتنا زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا تعلق اخبار سے ہے۔ اور میں اخبار میں جوئے کا فیچر لکھنا چاہتا ہوں" ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور بھی مسکرا دیا۔

" اوہ ـــــ اچھا یہ بات ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہو رہی تھی۔ کہ آپ مقامی ہونے کے باوجود جوئے خانوں کا پتہ نہیں جانتے۔ کیونکہ جو جوا کھیلتے ہیں انہیں تو جوئے خانوں کا پوری طرح علم ہوتا ہے" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

" لیکن جناب! آپ اخبار سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہاں جوا خانے کا کاروبار قانونی طور پر ممنوع ہے" ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

" مجھے معلوم ہے لیکن پھر بھی میری اطلاع کے مطابق یہاں جوئے خانے موجود ہیں" ڈان فلاچر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ویسے ٹیکسی ڈرائیور کی اس بات نے اسے خاصا شاک پہنچایا تھا کہ یہاں جوئے خانے قانونی طور پر ممنوع ہیں۔ وہ تو سمجھا تھا کہ ایکریمیا کی طرح یہاں بھی کھلے عام جوا خانے موجود ہوں گے۔

" بہت ہیں جناب لیکن وہاں اجنبی کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ ـــــ لیکن میں فلاں کیسنو گیا تھا، وہاں تو کھلے عام جوا کھیلا جا رہا تھا اور وہاں ہر آدمی آ جا رہا تھا۔" ڈان فلاچر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" وہ اور طرح کا جوا ہے جناب۔ اسے حکومت نے لائسنس دیا ہے وہاں عام لوگ تو جا ہی نہیں سکتے کیونکہ کیسنو میں کھیلے جانے والا جوا تو یہاں کے لوگوں کی سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ وہاں تو وہ لوگ کھیلنے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو ہائی جنٹری ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو ان جوئے خانوں کی بات کر رہا ہوں جہاں تاش سے جوا کھیلا جاتا ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اپنے طور پر ڈان فلاچر کے فیچر کے لئے مواد مہیا کرنا شروع کر دیا۔

" تو پھر تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ پھر تو میرا فیچر مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے مجھے تو یہ جوئے خانے والے جانتے ہی نہیں" ڈان فلاچر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" تھوڑی سی رقم خرچ کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ یہاں سب سے بڑا جوا خانہ آرنلڈ کا ہے۔ اور ہم ٹیکسی ڈرائیور ان سب سے اچھی طرح واقف ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کی سفارش آرنلڈ سے کر سکتا ہوں۔ اگر آپ مجھے ایک سو روپے کرائے کے علاوہ ادا کر دیں تو" ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ایک سو روپے" ڈان فلاچر نے چونک کر کہا۔

" یہ زیادہ نہیں ہیں۔ میں نے تو آپ کو صحافی سمجھ کر معمولی سی رقم بتائی ہے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور ڈان فلاچر نے سر ہلا دیا۔

وہ دراصل رقم پر نہ چونکا تھا بلکہ وہ اس لئے چونکا تھا کہ وہ ایک سو روپے کی مالیت کا تعین کرنا چاہتا تھا چونکہ وہ پہلی بار پاکیشیا آیا تھا اس لئے اُسے یہاں کی کرنسی سے پوری طرح واقفیت نہ تھی اور اب حساب لگانے پر اُسے محسوس ہوا کہ واقعی ایک سو روپے تو انتہائی معمولی رقم ہے۔

" ٹھیک ہے میں دے دوں گا۔" ڈان فلاچر نے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے اسی وقت گاڑی ایک شاندار ہوٹل کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑ دی۔ ہوٹل کا نام تھری سٹار تھا۔ ہوٹل خاصا بڑا تھا۔ لیکن ڈان فلاچر نے محسوس کیا کہ وہاں آنے جانے والے خاصے اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد تھے۔ پارکنگ میں بڑی بڑی اور جدید ماڈل کی کاروں کی بھرمار تھی۔ ٹیکسی پارکنگ میں رک گئی۔

" چلئے میں آپ کا داخلہ کرا دوں جوئے خانے میں۔" ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر کو دیکھتے ہوئے اسے آف کرکے کہا۔

" شکریہ! یہ لو اپنا کرایہ اور سو روپے کاٹ لو۔" ڈان فلاچر نے جیب میں موجود بڑے نوٹوں کی گڈی میں سے جیب کے اندر ہی سے ایک نوٹ کھینچ کر ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔ پھر اس نے نوٹ جیب میں ڈالا اور کچھ چھوٹی مالیت کے نوٹ نکال کر انہیں گِنا اور ڈان فلاچر کی طرف بڑھا دیئے۔

" آیئے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور ڈان فلاچر بھی کار سے نیچے اتر آیا۔

" آپ کا نام۔" ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

" میرا نام رشید ہے۔" ڈان فلاچر کے ذہن میں سب سے پہلے یہی مقامی نام آیا اور یہی نام اس نے بتا دیا۔

" تو رشید صاحب بس یہی خیال رکھیں کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ آپ کا تعلق اخبار سے ہے اور آپ جوئے خانوں پر فیچر لکھنا چاہتے ہیں ورنہ آپ کی لاش بھی ہوٹل سے باہر نہ جا سکے گی۔ اس معاملے میں یہ لوگ انتہائی سخت ہیں۔" ٹیکسی ڈرائیور نے مین گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

" تم فکر مت کرو۔ میں سمجھتا ہوں۔" ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔

آگے پیچھے چلتے ہوئے وہ مین گیٹ سے ہال میں داخل ہوئے ہوٹل کا ہال بہت وسیع اور شاندار تھا۔ اور وہاں خاصا رش تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

" آرنلڈ کہاں ہے جونی۔" ٹیکسی ڈرائیور نے کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

" باس ــــ وہ کارڈ ہاؤس میں ہے۔ کیوں؟" کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان نے چونک کر جواب دیا۔

" یہ میرے دوست ہیں، ساحلی شہر سے آئے ہیں۔ انہوں نے آرنلڈ کے کارڈ ہاؤس کی بڑی تعریف سُن رکھی ہے۔ یہ کھیلنا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آرنلڈ سے کہہ کر انہیں کارڈ ہاؤس بھجوا دوں۔" ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ارے تمہارے دوست ہیں تو پھر باس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں انہیں کارڈ دے دیتا ہوں۔" کاؤنٹر بوائے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ میرا وقت بچ جائے گا۔ میں ذرا دھندہ کرلوں گا۔ بے حد شکریہ"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رشید صاحب! آپ کو جوئی کارڈ دے دے گا اور ساتھ ہی آدمی بھی بھیج دے گا۔ آپ خوب گھومیں پھریں اور جتنا جی چاہے کھیلیں، مجھے اجازت دیں۔ میرا بھی دھندے کا وقت ہے"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ڈان فلاچر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے شکریہ"۔ ڈان فلاچر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور سر ہلاتا ہوا واپس گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر بوائے نے اسے سرخ رنگ کا ایک کارڈ دیا اور پھر ایک طرف کھڑے ویٹر کو بلا کر اسے ڈان فلاچر کو کارڈ ہاؤس لے جانے کی ہدایت کی اور ڈان فلاچر اس ویٹر کے ساتھ جوئے خانے کی طرف بڑھ گیا۔ جو ہوٹل کے نیچے خفیہ تہہ خانوں میں تھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ڈان فلاچر آخر کہاں غائب ہو گیا ہے"۔ دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھے ہوئے عمران نے پریشان سے لہجے میں سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ بالکل چھپ کر بیٹھ گیا ہو۔ باہر ہی نہ نکل رہا ہو"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ایسے آدمی خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے۔ اسے بہرحال اطلاع تو مل چکی ہو گی کہ نہ صرف گولڈن رینج پورشن تباہ ہونے سے بچ گیا ہے۔ بلکہ ڈائنامیٹ کے دھماکوں سے روشن جنگل بھی مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود وہ اگر خاموش بیٹھا ہوا ہے تو پھر شاید وہ مجھ سے بھی زیادہ عقلمند ہے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ساری سیکرٹ سروس اسے تلاش کر رہی ہے۔ ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ پر سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ روشن جنگل میں بھی

جوزف اور جوانا موجود ہیں۔ آپ بھی دو روز سے ٹائیگر کے ساتھ دارالحکومت کے ہر ہوٹل، بار اور جوئے خانے چیک کر چکے ہیں۔ لیکن وہ کہیں نظر ہی نہیں آ رہا۔" بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

رشید کو ڈان فلاچر نے خود ایم بی ایس سیٹنگ سکھانے کی کوشش کی تھی ایم بی ایس سیٹنگ ایسی شارپنگ ہے جو عام جواری کھیل ہی نہیں سکتا اور نہ ہی آسانی سے کسی دوسرے کو سکھائی جا سکتی ہے لیکن رشید کو اس نے شروع میں ہی ایم بی ایس سیٹنگ سکھانے کی کوشش کی تو اس سے میں سمجھ گیا کہ وہ واقعی شارپنگ میں بے پناہ مہارت رکھتا ہے اور اس قدر مہارت رکھنے والے شارپر کی نفسیات ہوتی ہے کہ وہ جوا کھیلے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے رشید سے اس بات کا علم ہونے پر مجھے یقین تھا کہ میں اس ڈان فلاچر کو ٹریس کر لوں گا۔ ظاہر ہے اس نے جوئے خانہ میں ایم بی ایس سیٹنگ ہی استعمال کرنی ہے اور ایسی سیٹنگ کرنے والے شارپر انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اس لئے اس کا ٹریس ہو جانا ضروری تھا۔ لیکن میں دو روز سے سارے بڑے جوئے خانوں کو چیک کر چکا ہوں کسی نے اس دوران نہ ہی ایم بی ایس سیٹنگ استعمال کی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی آدمی نظر آیا ہے جس پر ڈان فلاچر کا شک ہو سکتا۔" عمران نے جواب دیا۔

نعمانی کی طرف سے بھی ابھی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اگر ڈان فلاچر کیسنو جاتا تو نعمانی ضرور اطلاع دیتا" بلیک زیرو نے کہا۔

"جہاں تک میں اس کی نفسیات سمجھا ہوں وہ حد سے زیادہ محتاط مجرم ہے۔ کوئی معمولی سے معمولی کلیو بھی نہیں چھوڑتا اور رشید کی وجہ سے

اسے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس کے مشن کی ناکامی کی وجہ میں ہوں اور میں اس سے چونکہ کیسنو میں مل چکا ہوں۔ اس لئے وہ مشکل ہی دوبارہ ادھر کا رخ کرے گا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ انتقام لینے کے لئے مجھ پر حملہ کرے لیکن نہ ہی وہ میرے فلیٹ پر آیا ہے اور نہ ہی اس نے کسی اور جگہ مجھ پر حملہ کیا ہے۔ حالانکہ میں ہر جگہ اپنی اصل شکل میں رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ بلیک زیرو اس کی بات کا جواب دیتا میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آواز نکلنے لگی۔

"اوہ —— ٹائیگر کی کال ہے" عمران نے چونک کر کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔ کیونکہ عمران نے یہاں آتے ہی ٹرانسمیٹر پر وہ فریکونسی ایڈجسٹ کر لی تھی جس پر ٹائیگر اسے کال کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے ٹائیگر کو بھی ہدایت کی ہوئی تھی کہ وہ اس سے ٹرانسمیٹر پر ہی رابطہ قائم کرے۔ اس لئے ٹرانسمیٹر پر کال ہونے کا اشارہ ملتے ہی عمران سمجھ گیا کہ کال ٹائیگر کی طرف سے ہے۔

"ہیلو —— ٹائیگر کالنگ۔ اوور" عمران نے جیسے ہی ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا، ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز برآمد ہوئی۔

"یس —— عمران اٹنڈنگ۔ اوور" عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"باس —— میں ہوٹل تھری سٹار سے کال کر رہا ہوں۔ یہاں کے جوئے خانے میں ایک اجنبی مقامی آدمی آیا ہے۔ اس نے مسلسل تین بازیوں میں ایم بی ایس سیٹنگ استعمال کرتے ہوئے بھاری رقم جیت لی ہے۔ اوور" ٹائیگر نے کہا۔

" اوہ —— کیا وہ میک اپ میں ہے۔ اوور" عمران نے چونک کر پوچھا۔

" نہیں باس —— میں نے اسے اچھی طرح چیک کیا ہے، وہ میک اپ میں نہیں ہے۔ لیکن بہرحال وہ پہلے کبھی کسی جوئے خانے میں نظر نہیں آیا۔ اور ویسے باس قد و قامت کے لحاظ سے وہ ڈان فلاچر سے ملتا جلتا ہے۔ اوور" دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

" اب وہ کہاں ہے۔ اوور" عمران نے پوچھا۔

" ابھی تو جوئے خانے میں ہے۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

" تم اس کا خیال رکھو۔ میں خود آرہا ہوں۔ اگر میرے پہنچنے تک وہ چلا جائے تو اس کا تعاقب ہوشیاری سے کرنا۔ اوور اینڈ آل" عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

" تو آپ کا خیال ہے کہ یہ ڈان فلاچر ہو سکتا ہے جبکہ ٹائیگر کے مطابق میک اپ میں نہیں ہے" بلیک زیرو نے کہا۔

" ڈان فلاچر سے اس کا قد و قامت بھی ملتا ہے اور اس نے مسلسل تین بازیوں میں ایم بی ایس سیٹنگ ہی استعمال کی ہے۔ اس حد تک تو میرا خیال ہے کہ ٹائیگر نے صحیح آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب رہ گیا میک اپ تو ہو سکتا ہے ڈان فلاچر بھی الرٹ کیمپ والے کیس کے ماسٹر کی طرح میک اپ میں بے پناہ مہارت رکھتا ہو۔ ماسٹر کے معاملے میں تو میں خود چکرا گیا تھا، ٹائیگر بیچارہ کیا حیثیت رکھتا ہے" عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔

عمران آپریشن روم سے نکلا اور پھر کار میں بیٹھ کر دانش منزل کا گیٹ کراس کرتا ہوا سڑک پر آیا اور اس نے کار کا رخ ہوٹل تھری سٹار کی طرف موڑ دیا۔

ہوٹل تھری سٹار شہر کے جنوب میں بنا ہوا تھا۔ اس لئے اسے ہوٹل تھری سٹار تک پہنچتے پہنچتے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔ لیکن ابھی اس نے کار ہوٹل تھری سٹار کی پارکنگ میں پہنچ کر روکی ہی تھی کہ اس کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔

عمران نے چونک کر گھڑی کو دیکھا۔ کال ٹائیگر کی طرف سے ہی تھی۔ اس نے ونڈ بٹن دبا کر گھڑی کان سے لگا لی۔

" ہیلو۔ ہیلو —— ٹائیگر کالنگ۔ اوور" گھڑی میں سے ٹائیگر کی مدھم آواز سنائی دی۔

" یس —— عمران اٹنڈنگ —— کہاں سے بول رہے ہو" عمران نے گھڑی کو منہ لگاتے ہوئے کہا۔

" باس! میں دانش کالونی سے بول رہا ہوں۔ آپ کو کال کر کے میں واپس جوئے خانہ میں جا رہا تھا کہ وہ مشکوک آدمی جوئے خانہ سے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اس کی نگرانی شروع کر دی۔ وہ ہوٹل سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور وہاں سے سیدھا دانش کالونی پہنچا۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ دانش کالونی کی کوٹھی نمبر سترہ میں گیا ہے۔ اس نے خود ہی پھاٹک پر لگا ہوا تالا کھولا —— اور اندر گیا —— ویسے وہ ٹیکسی سے پہلے چوک پر ہی اتر گیا تھا۔ اور وہاں اس وقت تک رکا رہا جب تک ٹیکسی واپس نہ چلی گئی۔ اس کے بعد وہ پیدل چلتا ہوا کوٹھی میں گیا ہے

اوور؛ ٹائیگر نے کہا۔

"اسے تعاقب کا پتہ تو نہیں چلا" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ نہیں جناب! میں نے بے حد احتیاط کی ہے۔ اس کے ٹیکسی سے اترنے کے بعد میں موٹر سائیکل آگے لے گیا تھا۔ اور پھر ایک راؤنڈ لگا کر جب میں واپس آیا۔ تو وہ مجھے کوٹھی نمبر سترہ کا تالا کھولتا ہوا دکھائی دیا۔ میں رُکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ عقبی شیشے سے میں نے اسے کوٹھی کے اندر جاتے دیکھا ہے اور اب چوک کے قریب سے کال کر رہا ہوں۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے ـــــ تم وہیں رُکو میں آ رہا ہوں۔ میں ہوٹل تھری سٹار پہنچا ہی ہوں کہ تمہاری کال آ گئی ہے" عمران نے کہا۔

"یس باس ـــــ اوور" دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر کار کو وہ پارکنگ سے نکال کر کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس نے کار ـــــ اس طرف موڑ دی جدھر سے وہ دانش کا لونی پہنچ سکتا۔

ڈان نلاچر نے کوٹ کی تمام جیبوں میں بھری ہوئی بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور انہیں بریف کیس میں بھرنا شروع کر دیا۔ اس نے خاصی بھاری رقم جیت لی تھی۔ اُسے اس جوئے خانے کا ماحول خاصا پسند آیا تھا۔ یہاں کوئی غنڈہ گردی نہ تھی اور نہ ہی اسے کسی نے تنگ کیا۔ اب اس کا ارادہ تھا کہ وہ دو تین روز وہاں جا کر اتنی رقم اکٹھی کر لے گا کہ پھر سے رقم کی طرف سے مکمل طور پر بے فکری ہو جائے گی۔ رقم کے حصول کے ساتھ ساتھ اس نے آرنلڈ کا فون نمبر بھی ایک ویٹر سے حاصل کر لیا تھا۔ جوئے خانے میں اس نے جس طرح کا انتظام دیکھا تھا۔ اس سے سے یقین ہو گیا تھا کہ آرنلڈ نہ صرف یہاں کا بدمعاش ہے بلکہ وہ اصول پسند آدمی بھی ہے۔ یہی بات اُسے پسند آئی تھی۔

اب وہ آرنلڈ سے اپنے کام کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لیک بار اسے وہیں ہوٹل میں ہی خیال آیا تھا کہ وہ آرنلڈ کے دفتر جا

کر اس سے بات چیت کرے لیکن پھر اس نے اپنی محتاط طبیعت کی وجہ سے ارادہ بدل دیا۔ وہ سپر فون پر آرنلڈ سے بات کرنا چاہتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ سپر فون پر اگر بات نہ بھی طے ہو سکی تب بھی آرنلڈ یا کوئی اور فون کال کی وجہ سے اسے ٹریس نہ کر سکے گا۔

رقم بریف کیس میں رکھ کر اس نے الماری کے ایک خفیہ خانے سے سپر فون نکالا اور اسے لے کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس" ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"کیا میری بات آرنلڈ سے ہو رہی ہے" ڈان فلاچر نے کہا۔ ویسے وہ آواز بدلنے والا بٹن پہلے ہی پریس کر چکا تھا۔ اس لئے اسے یہ فکر نہ تھی کہ وہ اپنے اصل لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"ہاں ۔۔۔ کون بول رہا ہے" دوسری طرف سے ایک حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"میں وڈکنگ بول رہا ہوں۔ مسٹر آرنلڈ کیا تم بھاری رقم حاصل کرنا چاہتے ہو" ڈان فلاچر نے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔ کیسی بھاری رقم اور کون وڈکنگ" آرنلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"مجھے دس ایسے افراد چاہئیں مسٹر آرنلڈ جو میرے ایک مشن میں کام کر سکیں۔ آدمی محنتی، نڈر اور تابعدار چاہئیں۔ معاوضہ جو تم چاہو گے ملے گا۔" ڈان فلاچر نے کہا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہے کہ تم فون پر ایسی باتیں کر رہے ہو

گر تم کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو یہاں ہوٹل میں میرے دفتر میں آجاؤ۔ ھر میں غور کروں گا کہ تمہارا کام ہو سکتا ہے یا نہیں" دوسری طرف سے نتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"نانسنس ۔۔۔ بجانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے" ڈان فلاچر نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے پر فون میز پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔

"میرا خیال ہے مجھے اپنے ہی آدمی منگوانا پڑیں گے اس کے بغیر ام نہیں چلے گا" ڈان فلاچر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر سپر فون اٹھایا اور اسے گھٹنے پر رکھ کر ں نے اس کا ریسیور کان سے لگا کر اسے کاندھے سے ایڈجسٹ کیا اور ری سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ۔۔۔ وی کے ہیڈ کوارٹر" دوسری طرف سے ایک بھاری سی واز سنائی دی۔ اور بھاری آواز سنتے ہی ڈان فلاچر نے آواز بدلنے الے بٹن کو دیکھا۔ بٹن آن تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔

"ہیلو ۔۔۔ وڈکنگ کالنگ" ڈان فلاچر نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ یس باس! میں جانسن بول رہا ہوں" اس بار دوسری طرف ے پتلی سی آواز سنائی دی۔

"جانسن ۔۔۔ میں پاکیشیا سے بول رہا ہوں سپر فون پر۔ تم ایسا کرو کہ ں آدمی یہاں بھجوا دو۔ لیٹسٹ نمبر تھری کا سامان بھی یہاں بھجوا دینا۔ یہاں نچ کر وہ مجھے سپر فون کے سپیشل نمبر پر کال کر لیں گے۔ تو میں انہیں مزید ایات دوں گا۔" ڈان فلاچر نے اسی طرح تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" لسٹ نمبر تھری یس باس تو جنگل کو آگ لگانی ہے۔ ویسے باس وی ڈی۔ ڈی چارجنگ مشین مجھے موصول ہو چکی ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ مشن مکمل ہو گیا ہوگا" جانسن نے کہا۔

" ہاں۔ پہلے تو وی ڈی مکمل طور پر کامیاب رہی اور میں نے ڈی چارجنگ مشین واپس بھجوا دی لیکن پھر حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ پورا مشن ہی ناکام ہو گیا۔ اور نہ صرف ناکام ہو گیا بلکہ بارجر سمیت گروپ کے تمام افراد بھی ہلاک ہو گئے" ڈان فلاچر نے کہا۔

" اوہ۔ باس بارجر بھی" جانسن نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ اسی کی حماقت کی وجہ سے نہ صرف مشن ناکام ہوا بلکہ وہ خود بھی گروپ کے دوسرے ممبروں سمیت ہلاک ہو گیا۔ راکیل کو اس کی موت کا پیغام پہنچا دینا۔ اور اگر وہ میری طرف سے پریشان ہو تو اسے بتا دینا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں اور مشن مکمل کر کے واپس آ جاؤں گا" ڈان فلاچر نے کہا۔

" یس باس"۔۔۔ جانسن نے جواب دیا۔

" او کے۔ آدمی لسٹ تھری کے مطابق ٹرینڈ بھیجنا۔ اب مشن ہماری عزت کا مسئلہ بن چکا ہے" ڈان فلاچر نے تیز لہجے میں کہا۔

" فکر نہ کریں، میں سپیشل آدمی بھیجوں گا" جانسن نے جواب دیا۔

" او کے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ گڈ بائی" ڈان فلاچر نے کہا۔ اور رسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے فون میز پر رکھ دیا۔ اور پھر اطمینان بھرے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اس کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے آدمی ایسے معاملوں میں مکمل طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ اس لئے ان کی آمد

سے یہ مشن ہر صورت میں کامیاب رہے گا۔ صوفے سے اٹھ کر وہ ایک بار پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا تاکہ میک اپ صاف کرے اور لباس بدل کر آرام کرنے کے لئے لیٹ جائے۔ کہ اچانک اوپر چھت پر اسے ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا اور وہ بری طرح چونک پڑا۔

کھٹکا ایک بار پھر سنائی دیا اور اس بار کھٹکا پوری طرح واضح تھا۔ اوپر چھت پر کوئی آدمی موجود تھا اور وہ فرش کو کسی چیز سے ٹھونک رہا تھا۔

" اوہ۔ یہ کون آ گیا ہے" ڈان فلاچر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر ڈرائنگ روم میں گیا۔

چند لمحوں بعد وہ ڈرائنگ روم سے نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک مشین گن تھی۔ وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور پھر اس طرح سیڑھیاں بڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا جہاں چھت موجود تھی کہ اس کے قدموں سے ذرا سی آواز بھی نہ ابھری۔ اس نے سر اوپر کر کے کان چھت سے لگا دیئے۔

" یہاں تو کوئی تہہ خانہ بھی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ٹائیگر کہ وہ ہمیں ڈاج دے کر نکل گیا ہے" ایک ہلکی سی آواز اسے سنائی دی اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ آواز وہ پہچان گیا تھا۔ یہ اس علی عمران کی آواز تھی۔ اور اس کے ہونٹ بری طرح بھینچ گئے۔

" ہو سکتا ہے باس۔ ویسے اس نے باہر کا تالا خود کھولا تھا۔ اگر وہ اس کوٹھی کو صرف ڈاجنگ کے لئے استعمال کرتا تو ظاہر ہے تالے کی چابی تو اس کے پاس نہ ہوتی" ایک اور آواز سنائی دی۔

" وہ بے حد محتاط آدمی ہے اور انتہائی ذہین بھی ہے۔ اس لئے اس نے ڈاجنگ کے لئے اس کوٹھی کو پہلے سے ہائر کیا ہوگا۔ تالا کھولتے

دیکھ کر تم بھی مطمئن ہو گئے ورنہ ظاہر ہے تمہارے ذہن میں بھی ڈاجنگ کا خیال آ سکتا تھا۔ اور تم فوراً عقب سے اُسے چیک کرتے۔" عمران نے کہا۔

" ایسا بھی ہو سکتا ہے باس۔ ویسے اب میں نے اسے دیکھ لیا ہے وہ لازماً پھر کسی نہ کسی جوئے خانے میں نظر آئے گا۔ پھر میں وہیں اس پر ہاتھ ڈال دوں گا۔" دوسرے آدمی نے کہا جس کا نام ٹائیگر لیا گیا تھا۔

" ہو سکتا ہے وہ کسی اور میک اپ میں سامنے آئے۔ بہرحال ایم بی ایس سیٹنگ وہ ضرور استعمال کرے گا اور اسے پکڑنے کے لئے یہی ہمارے پاس آخری کلیو رہ گیا ہے۔ آؤ اب چلیں"۔ عمران نے کہا اور پھر قدموں کی آواز دور جاتی سنائی دی۔

" ہونہہ ـــــ تو تم مجھے ایم۔ بی۔ ایس سیٹنگ سے پہچان گئے ہو۔ تم واقعی انتہائی خطرناک ذہن رکھتے ہو۔ اب تمہاری فوری موت انتہائی ضروری ہو گئی ہے"۔ ڈان فلاچر نے آہستہ آہستہ بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور جب قدموں کی آواز معدوم ہو گئی تو اس نے جلدی سے سائیڈ کی دیوار پر لگے ہوئے ایک ہک میں اُنگلی ڈال کر اُسے نیچے کھینچا تو سیڑھیوں کے اوپر موجود فرش کا حصہ بغیر آواز کے ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ تہہ خانے کا یہی سسٹم اسے پسند آیا تھا۔ اور اسی لئے اس نے یہ کوٹھی کرائے پر لی تھی۔ باہر سے اسے کھولنے کا سسٹم بے حد پیچیدہ تھا۔ اس کے لئے کمرے کے دروازے کو تین بار کھولنے اور ـــــ بند کرنے کے بعد سوئچ بورڈ پر موجود ایک بٹن دبانا پڑتا تھا۔ تب تہہ خانے کا راستہ کھلتا تھا۔ اور اسی وجہ سے عمران اور اس کا ساتھی اس تہہ خانے کو تلاش نہ کر سکے تھے۔

بہرحال فرش کے ہٹتے ہی وہ تیزی سے باہر نکلا اور پھر دبے قدموں لیکن خاصی تیز رفتاری سے وہ کھلے دروازے سے باہر راہداری میں آ گیا۔ اسی لمحے اسے لان کے آخری سرے پر پھاٹک کی طرف جاتے ہوئے دو آدمی دکھائی دیئے۔ وہ دونوں نہ صرف راہداری کی سیدھ میں تھے بلکہ مشین گن کی رینج میں بھی تھے۔

اس نے آگے بڑھنے کی بجائے مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن کی ریٹ ریٹ کے ساتھ ہی اس میں سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلی اور سیدھی پھاٹک کی طرف بڑھی اور ڈان فلاچر کا چہرہ فاتحانہ انداز میں چمک اُٹھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ یکلخت بجھ گیا۔ جب اس نے ان دونوں کو یکلخت دائیں بائیں چھلانگیں لگا کر نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھا۔ گولیاں سیدھی پھاٹک سے جا ٹکرائی تھیں۔

" اوہ ـــــ" ڈان فلاچر نے کہا اور پھر مشین گن سمیت تیزی سے آگے کی طرف بھاگا تاکہ راہداری کے آخر میں جا کر ان پر فائر کھولے فائرنگ البتہ اس نے روک دی تھی۔

لیکن راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر وہ رُک گیا۔ اس کی تیز نظریں سرچ لائٹ کی طرح برآمدے اور پورے لان میں گھوم رہی تھیں برآمدے کے آگے پھاٹک اور بیرونی دیوار تک کوئی اوٹ نہ تھی۔ لیکن پھر بھی وہ دونوں اسے کہیں نظر نہ آ رہے تھے۔

" یہ کہاں چلے گئے ہیں؟" ڈان فلاچر نے حیرت بھرے انداز میں کہا لیکن وہ آگے نہ بڑھا۔ دوسرے لمحے اس کی چھٹی حس نے یکلخت خطرے کا

الارم بجانا شروع کر دیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے خطرہ اس کے سر پہ پہنچ چکا ہو۔ چنانچہ اپنی محتاط طبیعت کی وجہ سے وہ آگے بڑھنے کی بجائے بجلی کی سی تیزی سے واپس پلٹا اور پھر کمرے میں داخل ہو کر اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پھرتی سے کام لیتے ہوئے کمرے کے دروازے کو تین بار کھولا اور بند کیا اور سوئچ بورڈ کا بٹن دبا کر دوڑتا ہوا تہہ خانے کی سیڑھیاں اتر گیا

اس نے چوتھی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ چھت دوبارہ بے آواز طریقے سے مل گئی اور ڈان فلاچیہ نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا۔ اب وہ محفوظ ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ نیچے اترا اور پھر سیڑھیوں کے سامنے مشین گن لے کر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا۔

اول تو اسے یقین تھا کہ عمران اور اس کا ساتھی تہہ خانے کا راستہ کسی حالت میں بھی نہ کھول سکیں گے۔ لیکن اگر کسی طرح انہوں نے کھول بھی لیا تب بھی وہ زندہ تہہ خانے میں اس کے پاس نہ پہنچ سکیں گے۔ ویسے اسے ان دونوں کی بے پناہ پھرتی پر انتہائی حیرت ہو رہی تھی۔ کم از کم ایسے انسانوں سے اس قدر پھرتی کی توقع نہ تھی۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کے سامنے ہوا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسے خطرہ دور ہوتے ہی جلد از جلد یہ کوٹھی چھوڑ دینی چاہیئے۔ لیکن فی الحال خطرہ تو باہر موجود ہی تھا۔ اور اسے اس خطرے کے دور ہونے تک انتظار کرنا ہی تھا۔

عمران نے عقب میں ٹریگر دبنے کی ہلکی سی آواز سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے نہ صرف ٹائیگر کو دوسری طرف دھکیلا تھا بلکہ خود بھی اس نے یکلخت اس کے مخالف سمت میں چھلانگ لگائی تھی اور اس بار وہ دونوں واقعی بس قسمت سے بچ گئے تھے۔ ورنہ اگر انہیں ایک لمحے کے ہزارویں حصے کی بھی دیر ہو جاتی تو مشین گن کی گولیوں کا پورا برسٹ ان کی پشت میں گھس چکا ہوتا۔

چھلانگ لگا کر جیسے ہی اس کے قدموں نے زمین پکڑی اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور سائیڈ کی دیوار کے اوپر سے ہوتا ہوا قلابازی کھا کر سائیڈ کی گلی میں جا کھڑا ہوا۔ کوٹھی کا رقبہ چونکہ کم تھا اس لئے وہ دو ہی چھلانگوں میں نہ صرف دیوار تک پہنچ گیا تھا بلکہ دیوار بھی کراس کر گیا تھا۔ دیوار کراس کرتے قلابازی کھاتے ہوئے اس نے ٹائیگر کو بھی دوسری طرف کی دیوار کراس کرتے دیکھ لیا تھا۔ اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ ٹائیگر

واقعی اس کا صحیح شاگرد ثابت ہو رہا تھا۔ اس کا ذہن بھی عمران کے نقش قدم پر چلنے لگ گیا تھا۔ جس طرح عمران نے سوچا تھا کہ گولیاں راہداری کے اندر سے چلائی گئی ہیں اور چونکہ برآمدے کے باہر کوئی اوٹ نہ تھی اس لئے انہیں راہداری کے آخر سے آسانی سے نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔ جبکہ سائیڈوں میں ہونے کی وجہ سے وہ راہداری میں موجود فائرنگ کرنے والے کو ہٹ نہ کر سکیں گے۔

اس لئے عمران فوری بچاؤ کی غرض سے دیوار کراس کر گیا تھا اور یہی کام ٹائیگر نے کیا تھا۔ اس کالونی میں موجود کوٹھیوں کی ترتیب ایسی تھی کہ اس کے دونوں اطراف میں گلیاں رکھی گئی تھیں۔ ایک طرف کی گلی چوڑی جبکہ دوسری طرف کی تنگ تھی۔ اور عقبی طرف بھی چوڑی گلی تھی تاکہ ہمسایوں کی مداخلت سے بچ کر رہا جا سکے۔

اس لئے عمران کو معلوم تھا کہ ٹائیگر بھی دوسری طرف گلی میں اتر گیا ہو گا۔ اندر سے دوبارہ فائرنگ کی آواز سنائی نہ دی۔ عمران تیزی سے عقبی طرف کو بھاگا۔ کیونکہ فائر کرنے والا لازماً انہیں تلاش کرنے کے لئے پھاٹک کی طرف ہی آیا ہو گا۔ اور پھاٹک سے بھی وہ آسانی سے ہٹ کئے جا سکتے تھے۔

عمران جیسے ہی عقبی طرف پلٹا چند ہی لمحوں بعد ٹائیگر بھی وہاں آ گیا۔

" عمران صاحب ! وہاں کوئی اوٹ نہ تھی۔ اس لئے میں باہر کود گیا تھا" ٹائیگر نے قدرے شرمندہ لہجے میں کہا۔ حالانکہ ٹائیگر کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ عمران کی یہاں موجودگی کا بھی تو یہی مطلب ہے کہ وہ بھی اسی کی طرح گلی میں کودا ہو گا۔

" اسی لئے تو بچ گئے ہو۔ ورنہ چھپنے کی تو وہاں جگہ ہی نہ تھی اور سائیڈ

میں ہونے کی وجہ سے راہداری میں موجود حملہ آور کو ہم ختم نہ کر سکتے تھے۔ بہرحال اب یہ بات تو طے ہو گئی کہ ڈاکٹر فلاچر کوٹھی کے اندر موجود ہے۔ تم سامنے کی طرف جاؤ۔ کہیں وہ پھاٹک کی طرف سے نکل کر فرار نہ ہو جائے۔ میں اس طرف رکتا ہوں اگر وہ اس طرف سے آیا تو میں اُسے سنبھال لوں گا۔" عمران نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ جبکہ عمران آگے بڑھ کر ایک طرف رکھے ہوئے کوڑے کے بڑے سے ڈرم کی اوٹ میں ہو گیا۔ اور پھر اس کی نظریں کوڑے کے ڈرم کے ساتھ ہی گٹر کے مین ہول کے ڈھکن پر پڑیں تو وہ چونک پڑا۔ لیکن فی الحال اس نے نظر انداز کر دیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اسے گلی کی نکڑ سے ٹائیگر آتا ہوا دکھائی دیا اور عمران اسے دیکھ کر کوڑے کے ڈرم کی اوٹ سے باہر آ گیا۔

" عمران صاحب پھاٹک بند ہے۔ میں نے اچھل کر دیوار سے بھی اندر دیکھا ہے کوٹھی اسی طرح سنسان پڑی ہے۔" ٹائیگر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ وہ پھر اس خفیہ تہہ خانے میں چھپ گیا ہو گا۔ واقعی اس جیسا محتاط مجرم پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ عمران نے کہا۔

" لیکن تہہ خانہ تو پہلے بھی ٹریس نہیں ہو سکا اور اب تو وہ تہہ خانے کے اندر ہماری گھات میں ہو گا۔" ٹائیگر نے قدرے پریشان سے لہجے میں کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

" تو پھر کیا کیا جائے "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میرا خیال ہے کوٹھی پر فل ریڈ ہونا چاہیئے۔ تب ہی اس چوہے کو بل سے نکالا جا سکے گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" تو تمہارا مطلب ہے ایک چوہے کو بل سے نکالنے کے لئے مجھے پاکیشا کی پوری فوج اس کوٹھی پر چڑھا دینی چاہیئے۔ ابھی تو میں ڈان فلاچر کو احتیاط پسندی میں سب سے زیادہ نمبر دے رہا تھا لیکن میرا خیال ہے وہ تم سے بہر حال پیچھے ہے اور میں ایسی احتیاط پسندی کو بزدلی سمجھتا ہوں سمجھے۔" عمران کا لہجہ یکلخت کرخت ہو گیا۔ اور ٹائیگر کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو گیا۔

" سوری باس! ٹائیگر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

" آؤ میرے ساتھ" عمران نے کہا اور گٹر کے مین ہول کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے بھاری فولادی ڈھکن کو پکڑا اور پھر اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ اندر سے بدبو کا بھبکا سا نکلا اور عمران بے اختیار پیچھے ہٹ گیا۔

" ناک پر رومال باندھ لو" عمران نے کہا اور خود بھی جیب سے اس نے رومال نکالا اور اسے اپنی ناک پر باندھ لیا۔

لوہے کی سیڑھیاں اندر جا رہی تھیں اور گٹر بے حد گہرا تھا۔ لیکن اندر پانی کچھ زیادہ نہ تھا بلکہ گٹر کے درمیان میں ایک لکیر کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ سائیڈیں سوکھی تھیں۔

" گٹر کی گہرائی بتا رہی تھی کہ یہ تہہ خانے سے بھی نیچے ہے اس لئے وہ چوہا مستقل تہہ خانے میں رہ رہا ہے۔ وہاں لازماً باتھ روم بھی ہو گا۔ اور میرا بھی یہی اندازہ تھا" عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ذرا سا آگے بڑھ کر رک گیا۔

اسے اوپر سے ایک بڑا پائپ نیچے آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

جس جگہ سے پائپ نکل رہا تھا وہاں ایسے تعمیر تھی جیسے وہاں ایک چھوٹا سا حوض بنایا گیا ہو۔ اور عمران اسے دیکھتے ہی اس کی ساری ماہیت سمجھ گیا یہ چھوٹا حوض اس لئے بنایا گیا تھا کہ گٹر کی بو غسلخانے میں نہ جا سکے۔ اور غسلخانے کا پانی پہلے اس حوض میں جائے اور پھر وہاں سے نیچے گٹر میں جا گرے۔

ادھر نیچے کھڑے ہو جاؤ مجھے تمہارے کاندھوں پر چڑھنا ہو گا" عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر عین اس حوض کے نیچے آ کر رک گیا۔

عمران نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اور پھر یکلخت اچھلا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ تو گٹر کی دیوار سے جا لگے جبکہ اس کے دونوں پیر ٹائیگر کے کاندھوں پر جا پہنچے تھے۔ ٹائیگر جھٹکے سے لہرایا ضرور لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ اب عمران اس کے کاندھوں پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ اس پائپ کے سرے اور حوض تک آسانی سے جا سکتے تھے اس نے ایک ہاتھ دیوار پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس جوڑ سے پائپ کو پکڑ کر اسے زور سے مخالف سمت میں جھٹکا دیا۔ ہلکی سی کڑکڑاہٹ کے ساتھ ہی وہ پرانا سا پائپ جو کہ حوض کے سوراخ میں فٹ تھا ٹوٹ گیا۔ اور عمران نے اسے دور پانی میں پھینک دیا۔ تاکہ اس کے گرنے کی کم سے کم آواز پیدا ہو۔ اسے سب سے زیادہ خطرہ یہ تھا کہ پائپ ٹوٹتے ہی حوض کی تہہ میں موجود پانی ان پر آ گرے گا۔ لیکن پائپ کا سرا حوض کے اندر زیادہ اونچا نہ تھا، اس لئے وہ جلد ہی ٹوٹ بھی گیا اور اسی وجہ سے اندر کا پانی بھی برآمد نہ ہوا تھا۔ کیونکہ کنارہ ابھرا ہوا ہوتا تو پانی اس سے ٹکرا کر رکتا۔ لیکن پائپ

جتنے سوراخ سے وہ بہرحال اندر نہ جا سکتا تھا۔ اس لئے اس نے اس طرح سوراخ میں ہاتھ ڈالے کہ اس کے دونوں ہاتھ سوراخ کے مخالف سمتوں میں جم گئے۔ اور پھر عمران نے دونوں ہاتھوں کو پوری قوت سے نیچے کی طرف جھٹکا دیا۔

لیکن نچلی سطح شاید لنٹر سے بنی ہوئی تھی اور خاصی مضبوط تھی۔ لیکن عمران دیکھ چکا تھا کہ کوٹھی خاصی پرانی بنی ہوئی ہے۔ اس لئے لنٹر میں اب وہ طاقت نہ رہی ہوگی جو نئے میں ہوتی ہے۔ اس لئے وہ مسلسل جھٹکے دیتا رہا۔ تقریباً چوتھے جھٹکے سے ہلکی سی کڑکڑاہٹ کی آواز ابھری اور سوراخ کی سائیڈیں ٹوٹ کر نیچے آ گریں۔ لیکن ان میں سے دو دو سریے جھانکنے لگے۔

سائیڈیں اتنی ٹوٹ گئی تھیں کہ اگر سریوں کو مخالف سمتوں میں موڑ دیا جاتا تو عمران کا جسم آسانی سے اس سوراخ میں سے نکل سکتا تھا۔ عمران نے ان سریوں کو موڑنا شروع کر دیا۔ اور پھر تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ سریوں کو مخالف سمتوں میں موڑنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ سریے صرف دونوں سائیڈوں میں ڈالے ہوئے تھے انہیں کراس کی صورت میں نہ رکھا گیا تھا۔

حوض کچھ زیادہ اونچا نہ تھا اور اوپر مین ہول کی طرح کا رکھا ہوا ڈھکن صاف نظر آ رہا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ ڈھکن اس غسل خانے کے فرش کے اندر ہی ہو سکتا تھا تاکہ اسے کھول کر حوض کی صفائی کی جا سکے۔ ڈھکن خاصا چوڑا تھا۔

عمران نے دونوں ہاتھ اوپر کئے اور پھر اس کے ہاتھ ڈھکن کی نچلی سطح تک آسانی سے پہنچ گئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو آہستہ سے اور اوپر اٹھایا اس کے لئے اسے اپنے آپ کو سنبھال کر ایڑیاں اونچی کرنا پڑی

تھیں۔ نیچے ٹائیگر کا جسم کسی ٹھوس چٹان کی طرح جما ہوا تھا۔ اس لئے وہ ایڑیاں اٹھانے کے باوجود نیچے نہ گرا۔

ڈھکن آہستہ سے اوپر اٹھتا چلا گیا اور عمران نے اسی طرح آہستگی سے اسے ایک طرف رکھ دیا۔ وہ کم سے کم آواز پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ ظاہر ہے غسل خانے کے باہر ڈان فلاچر معہ مشین گن موجود تھا اور اگر وہ اس وقت اندر آ جاتا تو پھر وہ دونوں واقعی حقیر چوہوں کی طرح مارے جا سکتے تھے۔ ڈھکن کو انتہائی آہستگی سے ایک طرف کھسکا کر رکھنے کے بعد عمران نے دونوں ہاتھ ڈھکن کے سوراخ کی سائیڈوں پر جمائے اور دوسرے لمحے وہ بازوؤں کے بل سیدھا اوپر کو اٹھتا گیا۔

یہ واقعی سب سے مشکل مرحلہ تھا لیکن پھر ذرا سا اوپر اٹھنے کے بعد اس نے ٹانگیں موڑیں اور اس کے پیر نچلے سوراخ کی سائیڈوں میں ٹک گئے اور عمران کے ہاتھوں پر دباؤ ختم ہو گیا۔ اس نے ہاتھ سیدھے کر کے اندر کی طرف سوراخ کی سائیڈوں پر رکھے اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر اس سوراخ میں سے ہوتا ہوا غسلخانے کے فرش پر کھڑا ہو چکا تھا۔

اب ٹائیگر نیچے کھڑا تھا لیکن ظاہر ہے بغیر عمران کی مدد کے وہ اوپر نہ آ سکتا تھا۔ اور نہ ہی فوری طور پر اس کے اوپر آنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے عمران اسے نیچے چھوڑ کر دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دروازے کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دروازہ خاصا موٹا تھا اور چوکھٹ میں بالکل فٹ تھا۔ اس لئے کوئی آواز دوسری طرف نہ گئی تھی۔ دروازے کے درمیان میں ایک گول چوکھٹے میں شیشہ لگا ہوا تھا جیسا کہ عام طور پر باتھ رومز میں لگایا جاتا ہے۔ یہ شیشہ

خصوصی طور پر بنایا جاتا ہے جس میں سے اندر سے تو دوسری طرف دیکھا جا سکتا ہے لیکن دوسری طرف سے اندر باتھ روم میں نہ دیکھا جا سکتا تھا۔

عمران دبے قدموں آگے بڑھا اور اس نے آنکھیں شیشے سے لگا دیں یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں صوفے بھی تھے اور ایک طرف بیڈ بھی موجود تھا۔ اور کرسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ایک آدمی سامنے نظر آنے والی سیڑھیوں کی طرف رخ کئے اور باتھ روم کی طرف پشت کئے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا مشین گن اس کی گود میں ترچھی رکھی ہوئی تھی۔ وہ کمرے میں اکیلا تھا۔

عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔

کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی اپنے عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس بری طرح اچھل کر مڑا کہ کرسی سمیت نیچے فرش پر آ گرا اور مشین گن ایک طرف جا گرا۔

" بس اب کھڑے ہو جاؤ ڈان فلاچہ عرف وڈ کنگ ۔ تمہاری بادشاہت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تت ــــ تت ۔ تم اِدھر ــــ مم ــــ مم مگر کیسے" فرش پر گرے ہوئے ڈان فلاچہ نے مر جانے کی حد تک حیرت بھرے لہجے میں کہا

" تم تو اپنے آپ کو لکڑی کے بادشاہ کہلاتے ہو اور لکڑی جنگل سے آتی ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جنات زیادہ تر جنگلوں میں ہی رہتے ہیں اور جنات کے لئے یہ دیواریں وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تت ــــ تت ۔ تم واقعی جن ہو۔ انسان نہیں ہو" ڈان فلاچہ نے

ہکلاتے ہوئے کہا اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہونے لگا۔ لیکن اسی لمحے دھماکہ ہوا۔ اور اس بار عمران کو واقعی انتہائی برق رفتاری سے چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹنا پڑا ورنہ گولی اس کے پیٹ میں پڑتی۔ مگر چھلانگ لگاتے ہی اس کے ریوالور سے ایک دھماکہ ہوا اور ڈان فلاچہ چیختا ہوا اچھل کر دوبارہ پشت کے بل فرش پر جا گرا۔

عمران نے تو گولی اس ریوالور پر چلائی تھی جو ڈان فلاچہ نے اٹھتے وقت نجانے کس طرح نکال لیا تھا۔ لیکن عمران کے ٹریگر دباتے ہی ڈان فلاچہ دوسرے فائر کے لئے گھوم گیا تھا۔ اس لئے گولی اس کے پیٹ میں گھس گئی تھی۔ چھوٹا سا پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور ڈان فلاچہ فرش پر اس طرح تڑپنے لگا جیسے ذبح ہوتی ہوئی بکری پھڑکتی ہے اور پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ اور وہ ساکت ہو گیا۔

" اوہ ــــ اتنی آسان موت ۔ تم تو میرے ملک کی معیشت تباہ کرنے آئے تھے۔ تمہیں تو میں نے عبرت ناک موت مارنے کا فیصلہ کیا تھا" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے جھک کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک پڑا۔

ڈان فلاچہ مرا نہیں تھا بیہوش ہو گیا تھا لیکن اس کے زخم سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر میز پر پڑے ہوئے کپڑے کو گھسیٹ کر اس نے اسے پھاڑا اور اس کا ایک حصہ تہہ کر کے اس نے اس کے زخم پر رکھا اور دوسرے حصے سے اس کی کمر کے گرد اچھی طرح پٹی باندھ دی اب اس کی فوری موت کا خطرہ ٹل گیا تھا۔ عمران نے اس کے دل کی حرکت

چیک کرلی تھی۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ ابھی کئی گھنٹوں تک اسے ہوش نہیں آسکتا تھا۔ چنانچہ وہ باتھ روم کی طرف مڑا اور پھر سوراخ میں سے جھانکا تو ٹائیگر اسی طرح نیچے موجود تھا۔

"ارے کہیں زیادہ بدبو نے تمہیں پتھر کا تو نہیں بنا کر رکھ دیا" عمران نے کہا۔

"کیا ہوا عمران صاحب ——— وہ چوہا مارا گیا؟" ٹائیگر نے عمران کی آواز سنتے ہی چونک کر کہا۔

"فی الحال تو زخمی اور بیہوش ہے۔ تم پھاٹک کی طرف سے آؤ۔ میں تہہ خانے کا راستہ کھول کر پھاٹک کھولتا ہوں" عمران نے کہا اور پھر واپس اس تہہ خانے میں آیا۔ لیکن سیڑھیوں کی طرف بڑھتے بڑھتے یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا۔

سامنے ایک صوفے پر بچوں کے کھلونے جیسا فون پڑا ہوا تھا اور عمران کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

" اوہ ——— سپر فون۔ اوہ ویری گڈ۔ یہ تو واقعی شاندار تحفہ ہے۔ اوہ ویری گڈ۔" عمران اس طرح فون کی طرف جھپٹا جیسے کسی بچے کو اپنا پسندیدہ کھلونا اچانک نظر آگیا ہو۔

اس نے فون کو اٹھا کر غور سے دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت کے آثار ابھر آئے۔ سپر فون کے متعلق اس نے پڑھا ضرور تھا اور کتاب میں اس کا خاکہ اور ڈیزائن بھی اس نے دیکھا تھا لیکن اس کا فارمولا اسے آج تک نہ ملا تھا۔ ورنہ اس کی خصوصیات پڑھنے کے بعد اس کا بڑا دل چاہا تھا کہ اس فون کا فارمولا اگر اسے مل جائے تو یہ فون واقعی سیکرٹ سروس کے لئے انتہائی کام کا تھا چونکہ وہ اس کا

ڈیزائن اور خاکہ دیکھ چکا تھا اس لئے اس نے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔ اور اب تو فارمولا تو ایک طرف اسے مکمل فون مل گیا تھا۔

" واہ ——— شکریہ ڈڈ کنگ صاحب! اس شاہانہ تحفے کا بیحد شکریہ۔ واقعی ایسا تحفہ بادشاہ ہی دے سکتا ہے" عمران نے فرش پر بیہوش پڑے ہوئے وُڈ کنگ کی طرف دیکھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

Barwaq

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ہنگامہ خیز کہانی

واٹر پاور

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

- واٹر پاور۔ ایک ایسی تنظیم جسے دنیا بھر کے یہودیوں کی سرپرستی حاصل تھی
- واٹر پاور۔ جس نے سمندروں پر کنٹرول حاصل کر کے کئی عظیم مسلم ممالک کو سمندر میں غرق کرنے کا منصوبہ بنایا....
- واٹر پاور۔ جو ان مسلم ممالک کے اربوں مسلمانوں کو ایک لمحے میں ہلاک کر دینا چاہتی تھی۔
- واٹر پاور۔ جس کے اس خوفناک منصوبے کی بھنک عمران کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اور پھر عمران تاریخ کے اس بھیانک ترین جرم کو روکنے کے لئے میدان میں کود پڑا۔
- پانگ۔ واٹر پاور کا نمائندہ جو پانی کا بادشاہ کہلاتا تھا عمران کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتا تھا مگر......؟
- مادام کومو۔ ایسی زہریلی ناگن جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو بھی
- عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور واٹر پاور کے درمیان ایسی جان لیوا کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ جس کے ہر لمحے پر موت کا مکمل قبضہ تھا۔

انتہائی ہنگامہ خیز ایکشن۔ اور جان لیوا سسپنس سے بھرپور

ایک ایسی کہانی جو جاسوسی ادب میں انتہائی ...

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور منفرد انداز کی کہانی

عمران کا اغوا

مصنف۔ مظہر کلیم ایم۔ اے

- عمران کو اس کے فلیٹ سے اغوا کر لیا گیا — کیوں — کس لئے۔؟
- عمران جو زندگی میں پہلی بار انتہائی بے بسی کے عالم میں مسلسل ایک تنظیم سے دوسری تنظیم کے ہاتھوں اغوا ہوتا رہا لیکن کیا وہ واقعی بے بس تھا۔
- مادام سون۔ بلیک شیڈو کی چیف جس نے عمران کو اپنے قبضے میں رکھنے کیلئے اسے ہمیشہ کیلئے چلنے سے معذور کر دیا۔ کیا واقعی عمران معذور ہو گیا۔ یا؟
- پاکیشیا سیکرٹ سروس جو عمران کی تلاش میں مسلسل جگہ جگہ دھکے کھاتی رہی لیکن عمران کو تلاش نہ کر سکی — کیوں — ؟
- وہ لمحہ جب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یقین ہو گیا کہ اب عمران کبھی اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکے گا۔ پھر کیا ہوا۔ انتہائی حیرت انگیز سچویشن۔
- کیا عمران اپنی معذوری کا کوئی علاج کر سکا — یا ہمیشہ کے لئے فیلڈ سے غائب ہو گیا — ؟
- عمران کے اغوا کا اصل مقصد کیا تھا — ؟
- کیا عمران کو اغوا کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو سکے یا۔؟

انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور منفرد انداز کی کہانی۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور منفرد انداز کی کہانی،

حشرات الارض

مصنف: مظہر کلیم ایم اے

- پاکیشیا میں ایک سائنسدان نے دنیا بھر کے حشرات الارض کی ایک نمائش منعقد کی اور عمران یہ نمائش دیکھنے پہنچ گیا —— پھر —— ؟
- آرکوپک —— افریقہ کے دلدلی علاقوں سے ملنے والے ایسے کریہہ الشکل حشرات —— جن کو کوئی دیکھنا بھی گوارا نہ کر سکتا تھا۔ لیکن —— ؟
- آرکوپک —— ایسے حشرات الارض، جن کی مدد سے پاکیشیا میں ایک خوفناک مشن کا آغاز کر دیا گیا —— انتہائی حیرت انگیز اور انتہائی خوفناک مشن۔
- پاکیشیا کے سرداور —— جنہوں نے سائنسی طور پر اس مشن کو ناممکن قرار دے دیا —— مگر حشرات الارض نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا —— کیسے —— ؟
- ایک ایسا مشن —— جس میں دنیا کے حقیر ترین حشرات الارض مجرم تھے —— جی ہاں! انوکھے اور حیرت انگیز مجرم۔

- سائنسی بنیادوں پر ہونے والے ایک ایسے جرم کی کہانی، جس کا ایک ایک لمحہ عمران اور سیکرٹ سروس پر بھاری پڑا۔

وہ لمحہ

جب عمران کو کھلے عام نہ صرف شکست ہوئی بلکہ عمران کو بالآخر ایکسٹو کے سامنے اعتراف شکست بھی کرنا پڑا۔

- ایکسٹو نے جب عمران کی شکست پر اسے سزا دینے کا فیصلہ کیا تو پھر —— ؟

کیا عمران کو واقعی سزا ملی —— ؟

انتہائی تیز رفتار ایکشن

جاسوسی ادب میں قطعی منفرد انداز کی کہانی

اعصاب شکن سسپنس

انوکھی اور انتہائی دلچسپ سچویشنز

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان